حق تصنیف محفوظ ہے

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق

الحمد للہ کہ اربع عناصر شریعت و طریقت و معرفت و حقیقت و اصول و فروع تصوف
کلید کمالات روحانی منہاج منازل رجوع الی اللہ مصباح انوار الٰہیت رسالہ

تصنیف جناب جامع معقول و منقول علامہ حاوی فروع و اصول

بستان معرفت

معروف بہ

اسرار حقیقت

حسب فرمائش تاجر ذیشان خادم مصنفین و ایمان جناب محمد حافظ خان
صاحب ابن جناب حافظ عبدالستار خان صاحب تاجر کتب چوک بازار لکھنؤ

مطبع مفید عام پریس لکھنؤ ڈالیگنج باہتمام محمد علی طبع شد

(حق تصنیف محفوظ ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ

الحمد لله لا یعرفه الا هو والحمد لمن حمد الوجود لمن مجد محمود ذاته
کلهم صفاته النفس لیس بشئ الا ذاته لیس لذات بموجود الا صفاته
العارف لا یعرفه من حیث العارف والصفة لا یتصفه کالواصف العارف
دلیل المعروف والصفة سبیل الموصوف ذاته محجوب فی الصفات وصفاته
موصوف بالذات لا ینقص فی الخلق کماله الشر جلاله والخیر جماله کثرته
جامعة الوحدت وحدته خلاصة الکثرت لا ینقص الشی ولا یزید الا هو
فعال لما یرید عدم الممکن واجب بفضله کل شی یرجع الی اصله انا لله
والیه راجعون سبحانه عما یصفون خلق الابناء ولم یلد جعل الآباء ولم
یولد لا مورثه وهو خیر الوارثین لیس بظلوم لانه ارحم الراحمین ٥
والنعت لمن هو نور من نورہ والامر لمن هو مامور بامورہ هو الذی
صورہ فاحسن صورہ وتشکل البشر لزینة البشر والصلوٰة لمن یقال لقوله انه یقول
فصل وما هو بالهزل والسلام علی الذی شرع الشریعة بالطریقة طرق والطریقة فی الحقیقة
الحق الحقیقة بالمعرفة وعلی آله واصحابه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین ٥

پس از حمد و نعت اذل خلائق ابو العلا سعید احمد ناطق ابن سید محمد عبد البصیر حضور مغفور
بلگرامی ثم الکھنوی عرض کرتا ہی کہ قبل ازین ایک رسالہ علم تصوف مین لکھ چکا ہون اگرچہ ایسے روحانی
اور باطنی معاملات کو الفاظ و عبارت سے بالکل تعلق نہین بلکہ محض قلب و مشاہدۂ دیدۂ دل سے
خصوصًا زبان اردو کہ کسی طرح ان مضامین کی متحمل نہین ہو سکتی مگر ہان اولیاء اللہ کے تمام قوانین
اور دستور العمل کو اردو مین قلمبند کرنا جسقدر ممکن تھا اوسیقدر مین نے کوشش کر کے وہ رسالہ
لکھا تھا لیکن افسوس ہی کہ ایک تو اوسکے نام نے خاص نظرون مین اوسکی وقعت نرکھی دوسرے
وہ غلط ایسی چھپی کہ الفاظ کا بدل جانا تو اوسکی ایک معمولی غلطی ہوئی بلکہ اوسکے اوراق تک ادھر سے
اودھر ہو گئے اور مطلب بالکل خبط ہو کر ساری کتاب مسخ ہو گئی اب مین اس بات پر تو شکر گذار تھا
کہ اوسکی لوح پر میرا نام مصنفون مین نہ تھا مگر یہ فکر ضرور رہی کہ کسی طرح دوبارہ اس حسرت کو نکالنا
چاہیے اور وہ نقش اول تھا جو کہ مٹگیا اب نقش ثانی ہونا چاہیے تاکہ اوس سے بہتر ہو اور جسقدر
مین چاہتا ہون اوسقدر نفع مسلمانون کو پہونچے حُسن اتفاق سے ایسی کتاب کی ضرورت
محمد حافظ خان ابن حافظ عبد الستار خان صاحب کو محسوس ہوئی اوس زمانہ مین مین
اجمیر شریف مین حاضر باش تھا اور چند ماہ گذرنیکے بعد میری واپسی کا زمانہ قریب تھا کہ محمد حافظ خان
صاحب مذکور السلمہ کا محبت نامہ پہونچا چنانچہ جب مین وہان سے واپس ہوا تو اوس کتاب کو
شروع کیا اور گو میری معلومات نہ پہلے کسی قابل تھی نہ اب ہی مگر یہ ضرور ہی کہ پہلی کتاب کے زمانے سے
بہت زیادہ اب میرے خیالات و معلومات مین وسعت ہو گئی ہی مین امید کرتا ہون کہ خدا تعالیٰ
میری اس ناچیز کتاب کو مقبول فرمائیگا کیونکہ مین دل و جان سے مسلمانون کو باطنی فوائد پہونچانا
چاہتا ہون اور اس سے میرا مقصود دولت کمانا نہین ہو اس سے میرا خاص مقصد یہ ہے کہ
شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت کی اصل و حقیقت اور ہر ایک کی کنہ سے اہل ظاہر کو
آگاہ اور اہل باطن کو یاد دلاؤن اور ایسے تمام اصول و قواعد کو منضبط کرون جن سے ایک معمولی
انسان انسانِ کامل بن سکے اور ظاہر سے باطن کیطرف پہونچ سکے اور تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کے

کمالات حاصل کرسکے اور وہ تمام کرامات و خوارق عادات دکھاسکے جو اولیاء اللہ سے سرزد ہوئے ہین اور تمام مقاصد دینی و دنیوی مین خود کامیاب ہوسکے اور دوسرونکو بھی نفع پہونچا سکے اور دیگر مذاہب کے صوفیون اشراقیون اور مسمریزم و ہیپناٹزم اور میگناٹزم وغیرہ سمجھ سکے اور اونکو رد کرسکے اور اشاعت اسلام کے مفہوم حقیقی تک پہونچ سکے بلکہ خود اوس کا رکن بن سکے اور خدای تعالی کی قربت حاصل کرسکے اور تمام اشیا کی حقیقت کا علم اور خدا کی معرفت کا حصول ہوسکے اور انسانی زندگی کا ماحصل معلوم کرکے اوس پر عمل کرسکے اور دنیا مین اگر سچی خوشی کسی طرح ہوسکتی ہی تو وہ لے سکے اور غیر فانی مستقل لذت پاسکے مین نے اون رازون کو پوشیدہ نہین رکھا ہی جو سینہ تک محدود رہتے ہین اور اون باطنی معاملات کے بیان کرنے مین آخر وقت تک ہمت نہین ہارا ہون جنکا سب سے بڑا بیان کرنے والا ایک گونگے سے زیادہ قوت اظہار نہین رکھتا مین خدا سے امید کرتا ہون کہ میرا دلی اثر ناظرین پر اون معاملات روحانی مین ضرور پڑیگا جنکو جان ہار کوشش سے نقش کالحجر کردینا چاہتا ہون اگر خدا نے چاہا تو میری اس تحریر مین تقریر سے بھی زیادہ تاثیر ہوگی کیونکہ مین زبان و قلم کے بجائے دل و جان سے کام لینا چاہتا ہون اور خدا سے پوری پوری مدد مانگتا ہو اور صرف اوسکی ذات پر پورا پورا بھروسا کرتا ہون وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم وحسبی اللہ ونعم الوکیل

تقسیم ابواب وفصول

چونکہ آسانی کے لیے نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کے تمام مضامین کی تفصیل و تقسیم کردی جائے اسلیے بہتر ہوگا اگر اس کتاب کے چار ابواب قرار دیے جائین

باب اول شریعت باب دوم طریقت باب سوم حقیقت باب چہارم معرفت

باب اول شریعت مین ۵ فصلین ہین	باب دوم طریقت مین ۱۳ فصلین ہین
باب سوم حقیقت مین ۱۲ فصلین ہین	باب چہارم معرفت مین ۶ فصلین ہین

فہرست ابواب و فصول متعلقہ کتاب ہذا

باب اول شریعت

۵ فصول

فصل اول ضرورت قانون شریعت......

فصل دوم مفہوم و مقصود شریعت.....

فصل سوم کمال شریعت.........

فصل چہارم رموز و نکات شریعت....

فصل پنجم استثنائی شریعت

باب دوم در طریقت

۳۰ فصول

فصل ۱ ابتدا طریقت و حالات طریقت

فصل ۲ ضرورت رہنما طریقت و مقصود طریقت

فصل ۳ اصول و قواعد طریقت

فصل ۴ آداب طریقت

فصل ۵ پرہیز و اغذیہ اہل طریقت

فصل ۶ پیروی رہنمائی طریقت

فصل ۷ اختلاف طریقت

فصل ۸ منازل و مدارج طریقت

فصل ۹ اقسام اہل طریقت

فصل ۱۰ عہدہائی اہل طریقت

فصل ۱۱ انجام و نتیجہ طریقت

فصل ۱۲ منتہائی طریقت

فصل ۱۳ ذکر و شغل وغیرہ

فصل ۱۴ فکر

فصل ۱۵ مراقبہ و توجہ وغیرہ

فصل ۱۶ کشف و الہام وغیرہ

فصل ۱۷ قبض و بسط

فصل ۱۸ مشاہدہ

فصل ۱۹ کیفیت و حال و وجدان وغیرہ

فصل ۲۰ تصفیہ قلب و روشن ضمیری وغیرہ

فصل ۲۱ تزکیہ نفس

فصل ۲۲ سلوک و جذب

فصل ۲۳ وساوس و خطرات وغیرہ

فصل ۲۴ علم غیب

فصل ۲۵ طی الارض

فصل ۲۶ سلب امراض

فصل ۲۷ تسخیر خاص و عام

فصل ۲۸ ہلاکت و بغض

فصل ۲۹ قبولیت دعا و کشف القبور

فصل ۳۰ نسبت بزرگان و زیارت بزرگان

باب سوم در حقیقت

۳۱ فصول

باب چہارم معرفت

۶ فصول

باب اول شریعت

فصل اول ضرورت شریعت

شریعت کے اصول وارکان تومشہور ہین اور دینیات کی کتابون ہین صاف صاف درج ہین لہذا اونکے لکھنے کی یہان ضرورت نہین مگر صرف اسقدر کہ خدا ؤرسول کے احکام واوامر پر عمل کرنا اور نواہی کو ترک کردینا پابندی شریعت ہی اوران تمام اوامر ونواہی کو ترتیب وار صاف صاف جن کتابوان ہین قرآن وحدیث سے لیکر لکھا ہی اونکو فقہ کی کتابین کہتے ہین چنانچہ بڑے فقیہ بلکہ موجد فقہ یا امام فقہ جنکو مجتہد بھی کہتے ہین چار گذرے ہین حضرت امام اعظم رح ابو حنیفہ حضرت امام شافعی رح حضرت امام مالک رح حضرت امام احمد حنبل رح جو شخص تصوف مین قدم رکھے یعنی طریقت کے راستے پر آئے اوسکو اول لازم ہی کہ ان چارون امامون مین سے کسی امام کا پیرو ہوکر پابند شریعت ہوجائے بہتر ہوگا اگر حنفی یا شافعی ہو کیونکہ ان دونون مجتہدون کی پیرو ونمین بہت زیادہ اولیاء کاملین گذرے ہین اور یہ خود بھی صوفی تھے ۔

پابندی شریعت سے صرف یہی مراد نہین ہی کہ نماز وروزہ حج وزکوۃ اداکر کے سبکدوش ہوجائے بلکہ یہ مقصد ہی کہ شریعت کی دونون شاخون یعنی عبادات و معاملات کے ہر جز کا عامل ہو شرح اس اجمال کی یہ ہی کہ عبادات مین توعلاوہ فرائض وواجبات اور سنن کے نوافل ومستحبات پر بھی عمل کرے اور علاوہ افعال حرام کے مکروہات سے بھی پرہیز کرے اور معاملات مین کوئی حق کسی غیر کا نہ حاصل کرے اور کسی عہدوپیمان کے خلاف نکرے اور اپنے مال مین سے اقارب اور یتیمون اور محتاجون کو دیتا رہے اور خلق عام سے کام لے اور ہر ایک شخص سے بقدر تعلق ہمدردی رکھے یہی امور ہین جنپر عمل کرنے کو پابندی شریعت کہتے ہین لہذا جس شخص کو طریقت مین قدم رکھنا ہو وہ اول پابند شریعت ہو اور جہان تک ممکن ہو کوئی جز شریعت کا باقی نرہے اگر کوئی معقول عذر ہو تو اوسکی وجہ سے مجبوری ہی ورنہ کسی طرح نوافل ومستحبات کے بھی ادا کرنین

کوتاہی نکرے بلکہ فرض سمجھ لے - یہ تو مقدار شریعت ہوئی یعنی اسقدر پابند شریعت ہوا سے رہا یہ امر کہ شریعت کی کیا ضرورت ہی تو اب ہم اس بیان کو دو حصون پر منقسم کرتے ہین اول یہ کہ دنیا مین شریعت کی کیا ضرورت ہی دوسرے تصوف مین قدم رکھنے والے صاحب طریقت کو شریعت کی کیا ضرورت ہی - پہلی صورت کہ دنیا مین ضرورت شریعت کیا ہی اور کیون ہے اسکی مجمل کیفیت یہ ہی کہ تمام دنیا کے آدمی مختلف مزاج اور مختلف خیال کے ہوتے ہین اور سب کے سب کچھ نہ کچھ اغراض وضروریات دنیوی رکھتے ہین خواہ وہ ضروریات فطری ہون یا فطری ضروریات کے حواشی ہون تو جب اہل غرض ہون گے اور اپنی غرضون اور خواہشون کے پورے کرنے مین کوشان ہونگے تو بسبب اختلاف طبایع ومزاج لازم ہی کہ ایک کو دوسرے سے تکلیف پہونچے اور جب تمام اہل دنیا آپس مین ایک دوسرے کو نقصان پہونچانے سے پرہیز نہ کرینگے تو ضرور ہی کہ فساد اور نقص امن وراحت واقع ہو جب فتنہ وفساد پھیلیگا تو سب کے عیش وآرام ہی مین نہین بلکہ زندگی مین خلل پڑیگا اور دنیا مین رہنا مشکل ہو جائیگا اسکا انجام یہ ہوگا کہ قوت اور غلبہ رکھنے والے کمزورون کو فنا کردین گے اور چونکہ ہر ایک شخص مین غالبیت اور مغلوبیت کا مادہ ہی لہذا آخر مین کوئی نہ باقی رہیگا چنانچہ جب دو بہادر برابر کے آپس مین لڑتے ہین تو دونون مرجاتے ہین غرضکہ تمام اہل دنیا اپنے ہاتھون نیست ونابود ہو جانیکا مادہ رکھتے ہین چنانچہ فرشتے انسان کے اس مادہ سے واقف تھے اونھون نے آفرینش آدم کے قبل ہی یہ کہدیا تھا کہ یسفک الدماء خونریزی کرینگے ویفسدون فی الارض زمین پر فساد پھیلائین گے مگر خدا نے اسکا جواب مجملاً تو یہ دیا تھا انی اعلم مالا تعلمون یعنی ہم جانتے ہین جو کہ تم نہین جانتے ہو مطلب اس فرمان کا یہ تھا کہ ہم اسکی تدبیرین جانتے ہین اور اوسکا علم تمکو ابھی نہین ہی اور وہ تدبیر یہی ہی کہ ایک ایسا قانون بنادیا جائیگا جسکی پابندی کی وجہ سے یہ فساد اور خونریزی دفع ہوتی رہیگی وہ قانون اس ایک جملہ مین ہی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم یعنی خدا اور رسول اور اپنے بادشاہ کی اطاعت کرو یہ امر لازم تھا کہ ایک سچی اور لازوال قوت جبروتی

جو غالب علی کل غالب ہے وہ اپنا نقارہ لمن الملک بجاے سبکے ہاتھ مین جزا و سزا ہو اور جسکے
زبردست اور باجاہ وجلال خوف سے ہر شخص محکوم ومغلوب ہو کر کسیکو ضرر نہ پہونچا سکے
یہان تک کہ اپنی ذات کو بھی اور اگر پہونچاے تو سخت سزا پائے اسیکے لیے لازم تھا کہ یہ قانون
کسی عامل کے ہاتھ سے دنیا مین پہونچایا جاے اوس عامل کو اصطلاح مین رسول و نبی کہتے ہین
یہ تو باطنی حکومت تھی اب ظاہری حکومت بھی اون لوگون کے واسطے ہونی چاہیے جو صرف
ظاہر پرست ہین چنانچہ اونکے واسطے بادشاہ کی اطاعت ہی جو کہ اپنے قانون پر ہر ایک رعیت کو
مجبور کرسکتا ہی کہ اوسکے احکام کا پابند رہے اور یہ شاہی حکومت بھی ابتدا مین اہل ملک یعنی
رعایا ہی کے انتخاب سے ہمیشہ قائم ہوتی رہی تمام ملک نے یا ملک کے عقلمند لوگون نے جبکو
اس قابل دیکھا اوسے بادشاہ بنالیا اور سارے ملک کو مجبوراً اوسکا پابند ہونا پڑا اور جسکو بادشاہ
ظالم و بے انصاف پایا معزول کرکے دوسرا بادشاہ کردیا یہ اصول اب تک دنیا مین موجود ہی
یہ سب انتظام امن وامان کے لیے ہی اور فرشتون کے اُس اعتراض کا جواب ہے —
تو اب دنیا مین شریعت کی پابندی کا ضروری ہونا ثابت ہوگیا رہا یہ امر کہ طریقت مین اسکی
کیا ضرورت ہی ایک موٹی سی بات ہی کہ جب کوئی بندۂ خدا اپنے خدا سے ملنے کو چلیگا تو راستہ مین
اوسکے تمام احکام کو کیا بالای طاق رکھدیگا اور کیا کوئی شخص یہ امید کرسکتا ہی کہ جس شاہ کے
حکم ومرضی کے خلاف جو شخص کریگا وہ پھر بھی اپنے بادشاہ سے ملاقات کرسکیگا اور پھر ملاقات
بھی کسی خوشنودی کے ساتھ غیر ممکن ہی کہ خدا اوس بندہ سے خوش ہو جو اوسکی مرضی اور حکم کے
خلاف ہو اور یہ بات بھی ہی کہ جسکو جسکی محبت ہوگی وہ سب سے زیادہ اوسکے حکم کا پابند ہوگا
اور اہل طریقت اونھین لوگون کو کہتے ہین جو خدا سے محبت رکھتے ہون اور وصل چاہتے ہون

فصل دوم

مقصود ومفہوم شریعت

شریعت کے قانون کے مقصود اصلی دو ہین ایک یہ کہ خدا کا جو منشاء
تخلیق وآفرینش سے ہی وہ عمدہ اصول سے ہو اور منشا اوسکا اس حدیث
قدسی سے ظاہر ہے احببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی مین نے پسند کیا کہ مین پہچانا جاؤن

لہذا مین نے خلق کو پیدا کیا۔ اور اس آیۃ سے بھی واضح ہوتا ہی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون
یعنی ہمنے جن اور بشر کو سواے عبادت کے اور کسی کام کے لیے نہین پیدا کیا بظاہر عرفان اور عبادت
دو لفظین علیحدہ علیحدہ ہین مگر اصل مین یہ دونون ایک دوسرے سے خاص طور پر متعلق ہین جسکا بیان
باب معرفت مین آئیگا مگر یہان اتنا ظاہر کرنا ضرور ہی کہ عرفان بغیر عبادت کے ممکن نہین یا یون
کہا جاے کہ اگر کوئی ذریعہ عرفان کا ہے تو وہ عبادت ہی چنانچہ عرفان کے لیے اول یقین لازم ہی اور یقین کی
بابت ارشاد ہوتا ہی واعبد ربک حتی یاتیک الیقین یعنی اپنے رب کی اسقدر عبادت کر
کہ درجہ یقین حاصل ہو اسکی پوری شرح مباحث یقین مین آئیگی دوسرا مقصود شریعت کا یہ ہے
کہ تمام مخلوق خصوصًا انسان آپس مین ایک دوسرے کو نقصان نہ پہونچائین بلکہ فائدہ اور
ہمدردی یہ دونون مطلب شریعت پر عمل کرنیسے بخوبی پورے ہو سکتے ہین تمام مسائل کا ثبوت
دینے کے لیے تو ایک ضخیم کتاب چاہیے مگر مثالًا چند مسئلے لکھے جاتے ہین نماز سے دونون مقصود
اسطرح نکلتے ہین کہ درحقیقت نماز مومن کی معراج ہی قربت خدا حاصل ہوتی ہی اور قربت جسقدر
زیادہ ہوتی جائیگی اوسیقدر عرفان بڑھتا جائیگا چنانچہ جسقدر دوری کسی چیز سے ہوگی اوسیقدر
اوسکی شناخت مین مشکل ہوگی اور نماز مین خدا سے مکالمہ اور مخاطبت رہتی ہی تو اسطرح عرفان کا
راستہ ملتا ہی اب رہا دوسرا مقصود یعنی خلق عام۔ اسکی نقلی دلیل یہ ہی کہ خدا فرماتا ہے ان الصلوٰۃ
تنھی عن الفحشاء والمنکر الآیہ یعنی بیشک نماز برے کامون سے روکتی ہے جنسے خلق اللہ کو
آزار پہونچتا ہی علاوہ نماز کی فرضیت کے جماعت سنت موکدہ ہے اس مین بھی مصلحت یہ ہے
کہ مسلمانون کا پانچ وقت ایک جگہہ مجمع رہے خصوصًا وہ جگہ جو اوسی محلہ مین ہو یعنی محلہ کی مسجد مین
تو اوس سے ہر ایک محلہ کے تمام مسلمان ایک جگہہ جب پانچ مرتبہ ہر روز جمع ہوا کرین گے تو
ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہونگے اور پھر خواہ مخواہ ہمدردی کرینگے اور شادی
و غمی مین شریک ہونیکا موقع ملیگا پھر آٹھوین روز تمام شہر کے لوگ ایک جگہ جمع ہوتے یعنی
جمعہ مسجد مین پھر اضلاع کے لوگ سال بھر مین دو مرتبہ یکجا ہون یعنی عیدین مین بمقام عیدگاہ

پھر تمام عمر مین مختلف ممالک کے لوگ ایک جگہہ جمع ہوتے ہین یعنی حج مین غرض ایسے ہین دونون اصول پر کہ خدا کی معرفت ہو اور آپسمین سب مسلمان رشتہ اخوۃ قائم رکھین تمام مسائل شریعت یہی ہین چنانچہ خدائے تعالی اس اتفاق اور اخوۃ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ترجمہ اور اللہ کی رسّی مضبوط پکڑ لو سب ملکر اور آپسمین متفرق نہو اور یاد کرو خدا کی اس نعمت کو کہ جب تم آپسمین ایک دوسریکے دشمن تھے پھر تمھارے دلون مین محبت ڈالی پھر شرع محمدی کے اصول سے آپس مین بھائی ہوگئے

فصل سوم
کمال و انتہائے شریعت

جب کہ پابندی شریعت مین کمال ہو جائے اوسوقت یہ سمجھہ لینا چاہئیے کہ طریقت مین قدم رکھنے کے قابل ہوا اور اگر نہ بھی سمجھے تو بھی خود بخود وہ طریقت کی پہلی سیڑھی پر پہونچگیا عام اس سے کہ وہ اوس منزل کو جانے یا نہ جانے کیونکہ شریعت کا جو مقام یا جو منزل آخری ہے وہی مقام طریقت کی منزل اول ہے پس اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ منتہائے شریعت یا کمال شریعت کی کیا شناخت ہے اور کیونکر معلوم ہو کہ شریعت کی آخری منزل بھی ہوگئی اور طریقت کی اول منزل پر پہونچگیا اسکی علامتین یہ ہین کہ عبادت مین لذت پیدا ہو اور ایسی لذت کہ اس سے پہلے اوسکو کسی دنیوی امر مین ایسی لذت نصیب ہوئی ہو اور عبادت کو فرض و ضروری یعنی حکم حاکم سمجھکر نہ کرتا ہو بلکہ ذوق و شوق کے ساتھہ چنانچہ اگر کوئی فعل سنت یا مستحب رہجائے خواہ کسی عذر یا مجبوری کیوجہ سے تو اوسکا روحانی صدمہ ہو اور یہ معلوم ہو کہ ایک نقصان شدید ہوا جیسا کہ غریب دنیادار کے یہان چوری ہوجانیسے اوسکو صدمہ ہوتا ہی اور دوسری شناخت کمال شریعت کی یہ ہے کہ قلب مین رقت پیدا ہوگئی ہو یعنی بحالت عبادت خود بخود رویا کرتا ہو حالانکہ کوئی امر غمناک اوسکے خیال مین دینی یا دنیوی نہو یہ معلوم ہو کہ سوای تاثیر عبادت کے اور کوئی اوسکو نہین رولاتی ہے یہانتک کہ خوف خدا یا ترس عذاب آخرت کا رونا نہو بلکہ یہ رونا بظاہر بلاوجہ ہوتا ہے اور بہ باطن محض اثر عبادت ہوتا ہی

تیسری علامت یہ ہی کہ بزرگون خصوصاً جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
بحالت خواب وبحالت عالم رویا چند درچند مرتبہ ہوگئی ہو چوتھی علامت یہ ہی مزاج کی سختی اور
شقاوت اور وہ نفسانی خواہش جو سب سے زیادہ اوسمین ہو وہ کم ہوگئی ہو (کیونکہ بالکل رہنا
بحالت طریقت ممکن ہی) پانچوین علامت یہ ہی کہ تعلقات دنیوی سے دم گھبرانے لگا ہو
اور رفتہ رفتہ اُن تعلقات کو کم کرتا جاتا ہو

فصل چہارم
رموز ونکات حکمت شریعت

شریعت دراصل ایک قانون ہے جو خدا کا بنایا ہوا ہے مگر عمل درآمد
کرانے والے اوس قانون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور
انھین کے ہاتھون سے یہ قانون اشاعت پذیر ہوا ہے اسکی کتابین قرآن واحادیث ہین
اوران کتابون کے شارح ائمہ مجتہدین ومفسرین اور وہ محدثین ہین جنھون نے احادیث کی
شرح کی ہے اصل منشائے تو اس قانون کا وہی ہے جو ہمنے فصل اول ودوم مین اوپر بیان کیا ہی
مگر اس مین رموز ونکات بہت ہین بلکہ عقل سلیم اور فکر قوی یہ کہتی ہی کہ اس قانون کے ہر ادنی حکم مین بہت
راز اور نکتے ہین انکا علم اوس شخص کو ہوسکتا ہے جو شریعت وطریقت کو طی کرکے منزل حقیقت مین
پہونچ چکا ہو بلکہ جب تک دائرۂ شریعت مین ہے اوسوقت تک یہ اختیار بھی نہین ہے کہ وجوہ
واسباب احکام دریافت کرے نہ پوچھنے سے معلوم ہوتے ہین بلکہ جب منزل حقیقت مین
پہونچکر ایسی عقل ہوجاتی ہے کہ ہر شئے کی حقیقت اوسپر منکشف ہوجاتی ہے تو مسائل شرع کے
راز اور نکات بھی معلوم ہوجاتے ہین جب تک اس درجہ پر عقل نہ پہونچ جائے اگر کوئی بتائے
اور سمجھائے جب بھی نہ سمجھ مین آئے چنانچہ ایسی حالت مین آنحضرت صلعم سے جب کسی نے ایسا
سوال کیا ہے اوسکا جواب یہی ملا ہے کہ اللہ اس بات کو جانتا ہے تم نہین سمجھ سکتے اور تمکو بہت
تھوڑا علم دیا گیا ہے جیساکہ اس آیۃ سے ظاہر ہے یسئلونک عن الروح قل الروح من امر
ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا اسلیے نہ کسی پابند شریعت کو یہ جائز ہے کہ وجوہ ورموز شریعت
دریافت کرے یا غور کرے نہ جاننے والیکو جائز ہے کہ وہ عوام پراون رازون کا انکشاف کرے

جو کہ رازہائے شریعت و حقیقت اسرار حقیقت ہین جب اہل حقیقت ان رازون کو معلوم کر لیتے ہین تو وہ زیادہ پابند شریعت ہو جاتے ہین کیونکہ وہ رموز اور مصلحتین بہت عجیب اور لذیذ ہین یا بسبب کیفیت وجذب اس قابل نہین رہتے کہ احکام شرع پر بحال رہ سکین اور ان کیفیات وجذبات کی تشریح آیندہ صفحون مین انشاء اللہ تعالی ہو گی۔

فصل پنجم
استثنائی شریعت

شریعت سے کوئی عاقل بالغ مستثنے نہین ہے یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ادنی درویش تک اور دنیا دار کا تو ذکر ہی نہین اور یہی حکم شریعت ہے چنانچہ جو شخص عالم و عامل شریعت ہے شیطان اوس سے مقابلہ نہین کرسکتا اور کبھی غالب نہین آسکتا بلکہ ایک حدیث مین ہے کہ شیطان پر ہزار زاہد بھاری نہین ہین ایک عالم بھاری ہے یعنی عالم سے مقابلہ کرنا شیطان کو بہت مشکل ہے بلکہ خود شیطان کا قول ہے کہ خدا کے مخلص بندون کو مین نہ بہکاؤنگا اس سے یہ غرض نہین ہے کہ شیطان اپنی طرف سے اونکو چھوڑ دینے کا وعدہ کرتا ہے بلکہ وہ مجبور ہے کہ خدا کے خالص بندون کو وہ بہکا ہی نہین سکتا اور اونسے ڈرتا ہے چنانچہ حضرت عمرؓ سے اوسکا ڈرنا مشہور ہے اور علاوہ اونکے تمام اولیاء اللہ سے ڈرتا ہے ابتدا مین یا درمیان مین انہین لوگون کے بہکانے کی زیادہ کوشش کرتا ہے کیونکہ اوسوقت تک لوگ اونکا مخلصون مین شمار نہین ہوتا ہے گویا وہ خلوص اونمین پیدا نہین ہوتا ہے چنانچہ ایکمرتبہ جناب غوث پاک حضرت غوث الاعظم رح کو حالت عبادت مین ایک روشنی نظر آئی آپکو یہ خیال ہوا کہ کلام خدا کی برکت ہے اور یہ روشنی نور ہے اور مجھسے اسوقت اسکے مشاہدہ کے لیے خدا نے حجاب اوٹھا دیا ہے مگر یہ دھوکا تھا کیونکہ شیطان نے اس روشنی کو بنایا تھا اور اوسکا منشا تھا کہ اسکے ذریعہ سے آپکو فریب دے چنانچہ وہ ادنی حالت نور مصنوعی مین حاضر ہوا اور کہا کہ اے میرے خالص بندے تو نے خوب عبادتگی مین نے تیری عبادت قبول کی اور اسکے صلہ مین تجھسے تکالیف شرع اوٹھائے لیتا ہون اور معاف کرتا ہون پہلے تو آپ خاموش رہے مگر جب شرع کے معافی کا پروانہ ملا یا مستثنے قرار دیے گئے

تو آپنے اپنے دل مین کہا کہ علم شرع نے مجکو یہ بات اول ہی بتادی ہے کہ کوئی شخص شریعت سے
مستثنے نہین ہے یہانتک کہ آنحضرت صلعم پر بھی احکام شرع معاف نہین ہوئے اور اونسے بڑھکر
کوئی مقبول نہین ہوسکتا میری کیا حقیقت ہے یہ یاد آیا تو آپ سمجھ گئے کہ یہ شیطان ہے فرشتہ
نہین ہے فوراً آپنے لاحول پڑھی اور شیطان کافور ہو گیا تو دراصل عبادت واحکام شرع سے
کوئی مستثنے نہین ہے مگر بعض فقرا بظاہر پابند شرع نہین پائے گئے اسلیے جہلا کو دھوکہ ہوتا ہے
مین اس مقام پر انشاء اللہ تعالی اسکو صاف کیے دیتا ہون یہ فقرا جو عبادت کرتے ہوئے
نہین پائے جاتے یا بعض امور خلاف شرع کرتے ہین اونکی اندرونی حالت یہ ہے کہ بعض تو
اونمین سے بہ باطن پابند شریعت ہین اور بعض اس قابل نہین کہ سب احکام ادا کرسکین چنانچہ
مجذوب تو اس قابل مطلق نہین رہتے کہ وہ کچھ اپنے ارادے سے کرین اونکا شمار عاقلان
دنیوی مین نہین اسلیے وہ مجبور ہین جیسا کہ بلا تشبیہ مجنون پر حکم شرع نہین اب رہے سالک مجذوب
اور مجذوب سالک تو ان مین سے بعض ایسے اوقات اور ایسے مقام پر فرائض کو جا کے ادا کرتے ہین
کہ اونکو کوئی نہین دیکھتا جیسا کہ حاجی وارث علی شاہ صاحب کہ وہ اکثر کعبۃ اللہ یا مدینۃ الاولیاء
مین نماز پڑھا کرتے تھے ناواقفون کو یہ خیال تھا کہ وہ تارک الصلوۃ تھے دوسری قسم کے وہ
درویش ہین جو بظاہر تو ہوش وحواس مین ہین کھاتے پیتے بات چیت ٹھیک کرتے ہین مگر
مغلوب الحال ایسے ہوگئے ہین کہ جب نماز مین کھڑے ہوتے ہین تو ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے
کہ ہوش مین نہین رہتے چونکہ اونکو یہ اندیشہ رہتا ہے کہ دوسرون کی نماز بھی خراب جاتی ہے اسلیے
وہ جماعت مین بھی نہین آتے بلکہ نماز تک سے مجبور ہین مگر یاد خدا ہر وقت دل مین کبھی سوتے
جاگتے عبادت سے غافل نہین رہتے اب رہے وہ لوگ جو بظاہر خلاف شرع امور کرتے ہین
یعنی نشہ وغیرہ استعمال کرتے ہین اونکی اصل وحقیقت ایک یہ ہے کہ وہ لوگ اتنا ظرف نہین
رکھتے کہ پے در پے مشاہدات کا تحمل کرسکین لہذا وہ کوئی نشہ استعمال کرلیتے ہین تا کہ حجاب ہوجائے

ع۔ مدینۃ الاولیا ایک شہر ہے جہان صرف اولیاء اللہ رہ سکتے ہین اور کوئی اُس شہر کو جانتا بھی نہین ۱۲

کیونکہ نشہ مین کوئی مشاہدہ ہونا غیر ممکن ہے ملتے عرصے مین وہ دم لے لیتے ہین اور دوسری
صورت یہ ہے کہ وہ نشہ دراصل نشہ نہین ہوتا مثلاً شراب حقیقت مین شراب نہین ہوتی
مگر اُن لوگون کو دکھانے کے لیے جو اونھین فقیر سمجھکر دق کرتے ہین اوسکا استعمال کرتے ہین
تاکہ ایک نشہ باز آدمی سمجھکر اوسکے پاس نہ آئین بعض بنے ہوئے فقیر بھی وہ سب حرکات
کرتے رہتے ہین جو کسی ضرورت یا مصلحت سے اگلے فقرا کیا کرتے تھے مگر ایسے لوگ جو حجاب کے
واسطے ضرورتاً نشہ استعمال کرتے ہین اونکا مرتبہ سالکون مین کچھ نہین ہے اور مولانا حافظ
شیرازی رح جو شرابی مشہور ہین یہ غلط ہے وہ ہرگز شراب نہ پیتے تھے نہ کبھی اونھون نے کوئی نشہ
استعمال کیا البتہ بحالت جذب اونکی عمر زیادہ گذری کیونکہ وہ مجذوب سالک تھے افعال مکروہات
مین سے ایک حقہ بھی ہے اوسکو بعض فقرا پیتے ہین اور بعض ایسا پرہیز کرتے ہین جیسا کہ حرام
شرع کی روسے تو یہ مکروہ ضرور ہے اور باطناً یہ بھی مشہور ہے کہ حقہ پینے والا آنحضرت صلعم کی
صحبت مین شریک نہین ہوسکتا البتہ حقہ پینے والون کو زیارت خواب مین ہوتی ہے گو بدقت
ہوتی ہے مگر جو لوگ کسی ضرورت سے حقہ پیتے ہین اونکے لیے یہ حکم نہین ہے

باب دوم طریقت

فصل [illegible] ابتدا ے طریقت کا پہلا زینہ تو وہی ہے جو آخری منزل شریعت
ابتدائی ط[illegible]
[illegible]
امور جو کہ ابتدا مین مرشد [illegible] ہم [illegible]
بتدی کے لیے یہ ہے کہ مرشد تلاش کرے ہر چند کہ اصل مین ہدایت خدا کی طرف ہوتی ہے
مگر چونکہ یہ عالم عالم اسباب ہے لہذا رہنما ے ظاہری بھی ہونا چاہیے یعنی مرشد کے لیے
چند شرائط ہین اول یہ کہ مرشد جو صاحب سلسلہ ہو یعنی کسی کا مرید بلکہ خلیفہ ہو اوسکو
اجازت ہو کہ وہ مرید کرسکے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ شخص عالم تصوف نہو بلکہ عامل ہو یعنی

بذات خود صاحب قوت و صاحب باطن ہو مگر چونکہ یہ دریافت کرنا بہت مشکل ہے کہ کوئی درویش
صاحب باطن ہے یا نہیں ہے چنانچہ یہ مثل مشہور ہے کہ ولی را ولی می شناسد اسلیے صرف یہ کافی ہی
کہ اوسکو خلافت اپنے مرشد سے حاصل ہو چکی ہو تیسری شرط یہ ہے کہ جب اوس سے بیعت کرنیکا
قصد ہو تو اوس زمانہ مین وہ سلوک مین ہو ورنہ اگر بحالت جذب ہوگا تو ہدایت نہ کر سکیگا چوتھی
شرط یہ ہے کہ اوس پر عقیدہ ہو اور اگر محبت ہو تو زیادہ بہتر ہے پانچوین شرط یہ ہے کہ خلافت
حاصل ہونیکے بعد سے کبھی خلاف شریعت و طریقت کوئی امر ایسا نکیا ہو جو قطعی ممنوع ہے چنانچہ
ایسے لوگون سے بیعت کرنا جائز نہین ہے جو کہ نشہ وغیرہ استعمال کرتے رہتے ہین یا بسبب جذب کے
برہنہ رہتے ہین صرف یہ پانچ شرطین ہین علاوہ انکے اور کسی شرط کی ضرورت نہین ہے چنانچہ
جو لوگ ڈھونڈھتے پھرتے ہین کہ صاحب کرامت فقیر ہو تو اوسکے مرید ہون یہ سراسر غلطی ہے
کیونکہ کرامت دراصل کوئی چیز نہین ہے بہت آدمی ایسے ہین جو ایسے افعال مثل شعبدہ و سحر و مسمریزم
وغیرہ کے کرتے رہتے ہین جسکو جہلا کرامت سمجھتے ہین یہانتک کہ بعض گمراہون نے ایسے شعبدات کے
آڑ مین دعوائی فقیری کیا اور بہت آدمیون کو گمراہ کیا اور لوٹا یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ کاملین
کوئی تماشے نہین دکھاتے وہ کوئی بازی گر معاذ اللہ نہین ہوتے اور نہ اونکو یہ غرض ہوتی ہے کہ لوگ
اونکے مرید یا معتقد ہون بلکہ وہ ایک گوشے مین بحالت گمنامی بسر کر لینا چاہتے ہین حالانکہ
وہ پھر پوشیدہ نہین رہتے کیونکہ اللہ کو منظور ہوتا ہے کہ لوگ اونسے ہدایت پائین اور فوائد
[illegible] متین
[illegible] چاہیے اور وہ یہ ہین
پہلی علامت کامل کی یہ ہے کہ اوسکی طرف دل کھنچے اور خود بخود اوسکی محبت غالب ہو دوسری علامت
جو اوس سے بہتر ہے وہ یہ ہے کہ اوسکی صحبت مین اچھی باتون کو جی چاہے اور بری باتون سے
نفرت ہو چنانچہ اگر نماز اوسکے پیچھے پڑھے تو بہت جی لگے اور ذوق و شوق پیدا ہو تیسری علامت
یہ ہے کہ اوسکے کسی حرکت سے کسی وقت مین یہ دعوی اشارۃً کنایۃً بھی نہو کہ وہ بہت کامل یا کسی طرح پیر

اچھا ہے بلکہ ہر حالت اور ہر وقت مین منکسر مزاج رہے چنانچہ اکثر لوگون نے جو زیادہ ہوشیار
مصنوعی فقیر ہین یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ بظاہر زبان سے تو یہ کہتے ہین خصوصاً مجمع عام مین کہ
ہم ایک ناچیز اور ذلیل آدمی ہون لیکن اونکی تقریرون مین وقتاً فوقتاً یہ بات پوشیدہ رہتی ہے
کہ وہ ایسے واقعات بیان کرتے ہین جنسے اونکے کمالات کا پتہ چلتا ہے حالانکہ وہ سب گڑھے ہوئے
واقعات ہوتے ہین کیونکہ کوئی کامل فقیر اپنے گذشتہ واقعات کو اجنبیون کے سامنے جو کہ اوسکے مرید
یا رازدار نہین کبھی نہ بیان کریگا جب کبھی اوس سے کوئی کہیگا کہ میرے لیے دعا کیجیے وہ یہی کہین گے
کہ وہ مالک ہے اوسکو اختیار ہے چاہے قبول کرے یا نکرے لیکن بنے ہوئے فقیر دعوے
مقبولیت کرتے ہین حالانکہ وہ بالکل مردود ہوتے ہین اور اصل مین اونکا منشا دنیوی نفع ہوتا ہے
خواہ وہ روپیہ ہو یا نیکنامی و شہرت کی خواہش ہو اور بہت سے بنے ہوئے فقیرون کو صرف
اسی مین مزہ ملتا ہے کہ لوگ اونکے معتقد ہون اور اچھا کہین یہ تمام مقاصد خاص نفسانی
خواہشات ہین جو سچے فقیر ہین وہ ان باتون کی جڑ کاٹتے رہتے ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ خود ہی
فرماتا ہے لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ترجمہ اے محمد صلعم اون لوگون کا حال نہ پوچھو جو اپنے کامون پر خوش ہوتے ہین
اور اپنے کامون کی تعریف چاہتے ہین پس اونکو عذاب سے بری نہ سمجھو اونکے واسطے دردناک عذاب ہی

فصل دوم

ضرورت رہنمائی طریقت مقصود

اگرچہ طریقت مین قدم رکھنا حکم قرآن و رسول سے صاف صاف
قطعی طور پر داخل فرائض نہین ہے مگر جابجا آیات قرآنی و احادیث
صحیحہ سے اسکا وجوب مترشح ضرور ہوتا ہے اور یہ تو لازم ہے کہ دائرہ طریقت مین قدم
رکھنے سے تمام مشکلات دینی و دنیوی بہت آسانی سے حل ہوتے ہین اور ایسے نازک وقتو مین
یہ طریقت کام آتی ہے کہ کوئی اور شے نہین ہوسکتی اولاً چند خاص دلائل ضرورت رہنمائی طریقت
اس مقام پر لکھے جاتے ہین اول یہ کہ کوئی ولی کامل آجتک ایسا نہین گذرا جو کسی کا مرید نہ ہوا ہو
اس غیر منقطع سلسلہ سے یہ ثابت ہے کہ بغیر مرشد و رہنمائے ظاہری کے (یعنی علاوہ خدا و رسول)

منزل مقصود تک کوئی نہین پہونچ سکتا اور نہ پہونچ سکا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ علم باطنی اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاواسطہ خدای تعالی سے حاصل تہا مگر اس عالم اسباب کے قدرتی قانون کی روسے آنحضرت صلعم کو بذریعہ روح القدس تعلیم دی گئی چنانچہ تعلیم ظاہری تو صرف زبان ہی کے سنانے سے ہوگئی جنکو آنحضرت یاد کرلیا کرتے تھے مگر تعلیم باطنی جو طریقت سے تعلق ہے اوسکا بھی ظاہری اسباب کے طور پر انتظام کیا گیا جسکو خدای تعالی یاد دلاتا ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي اَنْقَضَ ظَهْرَكَ یعنی کیا ہمنے نہین کھولا تیری سینہ کو تیرے واسطے اور ہم نے لیلیا اوس خرابی کو جو تیری پیٹہ توڑے ڈالتی تہی یہ وہی علم سینہ ہے جسکو آنحضرت کا سینہ چاک کرکے حضرت جبرئیل نے خدا کے یہان سے لاکر آپ کے قلب مین بہر دیا تہا اور اوس سیاہی کو نکال لیا جو کفار سے بات چیت اور ملاقات کرنے سے پیدا ہوگئی تہی چنانچہ حدیث مین ہے رُؤیتہ وجہ الظالم یسود القلب یعنی ظالم کا منہ دیکہنے سے قلب سیاہ ہوتا ہے اور علاوہ اسکے کہ سینہ آنحضرت کا تعلیم باطنی اور تصفیہ قلب وغیرہ کیلیے پاک کیا گیا اور پہر نعمت خداوندی اسطرح مسلسل چلی کہ آنحضرت نے اپنا لباس اپنے صحابہ کو عنایت فرمایا خصوصًا صحابہ اربعہ کو اور ایک خرقہ حضرت اویس قرنی کو ارسال فرمایا جنکو علم باطنی کی تعلیم الہامًا ہوتی رہتی تہی کیونکہ ملاقات ظاہری آپ سے اونکی نہین ہوئی کیونکہ حضرت اویس قرنی رض کو اپنے مرشد ومحبوب خدا کا اسقدر اشتیاق تہا کہ اگر دیدار نصیب ہوجاتا تو قالب مین روح نہ رہسکتی اور خدا کو یہ منظور تہا کہ آپ بعد آنحضرت کے زندہ رہین تاکہ اور لوگونکو فائدہ ہو اور سلسلہ طریقت جاری ہوجائے چنانچہ طریقہ اولیسیہ مشہور ہوا اوسی علم باطن کے متعلق یہ حدیث حضرت علی ابن ابی طالب کی تعریف مین ہے انا مدینۃ العلم وعلی بابہا مین مدینہ علم ہون اور علی اوسکے دروازہ ہین حالانکہ تمام صحابہ خصوصًا خلفای راشدین کو قرآن وحدیث سے علم ظاہری قریب قریب یکسان تہا اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت نے بیعۃ الرضوان کے بعد دوبارہ لوگون سے بیعت لی اور چند مسائل شریعت ظاہر تعلیم فرمائے اور ایک بات پوشیدہ فرمائی اون صحابہ نے ظاہری مسائل تو عام طور پر روایت کیے اور باطنی تعلیم

عام طور پر یہ ہین کی غالباً اوس شخص سے کبھی ہوگی جسکو خلافت دی ہوگی یہی سنت آجتک پیری مریدی
مین جاری ہے غالباً ناظرین کو اسقدر دلائل کافی ہونگے کہ علم باطنی جسکے لیے طریقت کی راہ ہے
ایک ضروری چیز ہے اور ولایت کا دارومدار اسی علم باطنی پر ہے بلکہ تمام باطنی قوتین اور روحانی
کمالات اور عرفان اسی علم باطنی پر منحصر ہین اسکی نسبت یون کہنا چاہیے کہ جو عالم علم باطن سے
واقف ہے وہ رازدار دین ہے اور اوسکو بحث مباحثہ اور قیل وقال سے بالکل تعلق نہین بلکہ
یہ لوازم علم ظاہری ہین چنانچہ مولانا روم فرماتے ہین ؎ گر باستدلال کار دین بُدے ؛
فخر رازی رازدار دین بُدے ؛ علما محدثین و ائمہ مجتہدین نے علوم باطنی سے مدد لیکر فقہ وحدیث کو
مدون کیا ہے چنانچہ امام بخاری نے مسجد نبوی مین منبر کے قریب باوضو صحیح بخاری کو جمع کیا
اور ہر حدیث کے قبل دو رکعت نماز نفل پڑھی تاکہ علم باطنی کا دروازہ کھلا رہے بند ہونے پائے
ورنہ اگر یہ علم ظاہری (یعنی احادیث) مطابق علم باطنی نہ ہوا تو احادیث غلط جمع ہو جائین گے اور
شریعت مین نقص آئیگا جس کا باعث مین خود ہونگا اسیطرح امام اعظم رح تمام رات نماز پڑھتے
اور عبادت کرتے تھے تاکہ قلب آئینہ کی طرح صاف رہے اور غلطی وصحت مسائل کا عکس برابر
پڑتا رہے چنانچہ آپ اسقدر روشنضمیر تھے کہ ہر ایک شخص کو دیکھتے ہی اوسکے باطنی افعال وخواص
سے آگاہ ہو جاتے تھے آخر آپنے خدا سے دعا کی کہ مجھپر مخلوق خدا کا حال روشن نہ ہوا کرے
کیونکہ اون پر بحیثیت عالم ہونیکے ہر گنہگار کو نصیحت کرنا فرض تھی اور لوگونکو اس بات پر تکلیف
ہوتی تھی کہ اونکے راز فاش ہو جاتے ہین تو علاوہ قربت خدا کے کوئی دینی یا دنیوی کام درست
وصحیح نہین ہوسکتا جب تک باطنی علم وعمل شریک نہو اور جب باطنی مدد ہوتی ہے تو افعال
ظاہری مین نقص نہین رہتا اور جسقدر حصہ بطلان کا ہوتا ہے وہ نکل جاتا ہے اور اگر کل فعل
باطل ہے تو اوسکا ارادہ بھی باطل ہو جاتا ہے چنانچہ اہل باطن کبھی افعال حرام یا نقصان دہ نہین
کرسکتے راز اسکا یہ ہے کہ اہل ظاہر گو کیسے ہی ساعی ہون ایک ہی قوت رکھتے ہین یعنی صرف اپنی
اور اہل باطن اپنے ساتھ اپنے تمام مرشدون اور خدا ورسول کی قوت بھی شریک رکھتے ہین اسلیے

اونکے ارادے اور مشاغل باطل نہین ہوتے لیکن جن دنیوی کامون مین لسبب اونکی ناچیز ہونیکے
باطنی مدد وہ نہین لیتے وہ کبھی بگڑتے کبھی سنورتے ہین نہ اونکے بگڑنے سے کچھ ایسا نقصان ہی
اور نہ بننے سے کوئی زیادہ فائدہ ہے جیسا کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے سنا کہ کھجورون مین آپس مین
رسم شادی اوا کی جاتی ہے اوسوقت پھل دیتے ہین آپنے محض ظاہری خیال پر اسکے خلاف رای دی
اسلیے وہ راے غلط ہوگئی اگر باطنی علم سے کام لیتے تو علاوہ صائب راے ہونیکے اس راز سے بھی
واقف ہو جاتے مگر ایسے معاملات مین باطن کی طرف توجہ کرنا صرف بے محل ہے۔ اور یہ تو ایک
معمولی بات تھی ایسے معاملات جو ظاہر مین بہت بڑے ہین اونمین بھی انبیا اور اولیا خلاف تسلیم
و رضا نہین اور طرح طرح کی تکلیفین اوٹھاتے ہین مگر اپنی باطنی قوتون سے کام نہین لیتے اور جب
لیتے ہین تو اونکا مقابلہ تمام جنون سے بھی نہین ہو سکتا چنانچہ اون دونون امور کی شہادت علیحدہ
علیحدہ بزرگان دین کے مصائب اور فضائل و کرامات سے بخوبی واضح ہے غرض طریقت کی ایسی ہی
ضرورت ہے جیسی مسافر کو راستہ کی گویا شریعت اپنا مکان ہے جس مین سفر سے پہلے زاد راہ اور
توشہ وغیرہ کا انتظام کر لیا جاتا ہے اور طریقت راستہ ہے جسکے ذریعہ سے منزل تک رسائی ہوتی ہے
اور حقیقت اوس شخص یا اوس شئ کی ملاقات ہے جسکو حاصل کرنے کے لیے یہ راستہ گھر سے نکلکر
اختیار کیا گیا اور معرفت گویا اوس شئ کا حصول و قبضہ ہے تو شریعت کی ضرورت سب سے
پہلے ہے کہ جب تک سامان سفر نہ مہیا کریگا قدم اوٹھا نہین سکتا یہان تک کہ ہوشیار لوگ
یہ انتظام بھی کر لیتے ہین کہ رہزنون اور چورون سے ملاقات ہو جائے تو مغلوب نہون اور
لٹنے نہ پائین یعنی علوم شریعت وہ اسلحہ ہین جو نفس و شیطان کو مقابلہ مین غالب نہین آنے دیتے
اور جو لوگ بدون انتظام و زاد راہ سفر و بغیر آلات ضرب حملہ و مدافعہ حملہ اور بے توشہ و اشیاء ضروری
سفر کرتے ہین وہ راستہ کے ابتدائی مقامات پر بھوک پیاس سے یا تو مر جاتے ہین یا بھیک
مانگنے لگتے ہین یا قزاق مار ڈالتے ہین غرضکہ منزل پر پہونچنا تو درکنار گھر تک نہین پلٹ سکتے
بلکہ راستہ ہی مین مر جاتے ہین یا بیمار اور قریب المرگ ہو جاتے ہین۔ اور چونکہ طریقت منزل مقصود کا

راستہ ہے اسلیے اسکا نام طریقت رکھا گیا۔

فصل سوم
اصول و قواعد طریقت

طریقت کے اصل اصول یعنی رکن رکین پانچ ہین اوّل پابندی شریعت بدرجۂ کمال یعنی سنن اور مستحبات و نوافل تک کو مثل واجبات و فرائض کے لازم جانے اور مکروہات کو بھی مثل محرمات کے مطلقا ترک کردے اور یہ تمام اوامر شرع کے ہر شاخ سے متعلق ہین ایسا نہیں کہ صرف عبادات مین تو عمل کرے اور معاملات مین بے پروا ہوجائے بلکہ معاملات مین عبادات سے بھی زیادہ احتیاط کرے اور خلق خدا کے ساتھ وہ برتاؤ ہو جو خلق کے اعتبار سے انبیا خصوصًا حضرت عیسی اور دیگر عارفون کی عادت تھی دوسرا رکن توحید توحید پر عمل کرنیکی دو صورتین ہین ایک ظاہرا ایک باطنًا ظاہرًا صرف اسقدر توحید ہے جو کہ شرع مین ہے یعنی سوائے خدا کے کسی کو معبود نہ جانے لیکن باطنی توحید یہ ہے کہ ہر امر کا فاعل خدا ہی کو جانے اور اُسی پر توکل رکھے۔ مثلًا ایک بزرگ نے کوئی سخت غذا کھائی جس سے اون کے پیٹ مین درد ہونے لگا اونکے مُنہ سے نکل گیا کہ چنے جو کھائے تھے تو پیٹ مین درد ہونے لگا اگرچہ شرع مین یہ ناجائز نہین مگر اہل طریقت کے نزدیک حرام و خلاف توحید ہے اور توحید کی ضد شرک ہے تو یہ کہنا شرک ہے کہ چنون سے پیٹ مین درد ہونے لگا اسی طرح کی مثالون کو سمجھ لینا چاہیئے توحید کی ایک شاخ توکل ملتی ہے کیونکہ جو شخص خدا کو ہر وقت حاضر ناظر سمجھے گا اور موحد ظاہری و باطنی ہوگا وہ خلاف توکل ہو کر یہ ہرگز نہ کریگا کہ کسی چیز کو اپنی ضرورت کیلیے رکھ چھوڑے اور یہ نہ خیال کرے کہ خدا ضرورت کے وقت بھی موجود رہیگا پہلے سے کیون انتظام کیا جائے چنانچہ بنی اسرائیل کا من سلوی اسی سے موقوف ہو گیا کہ خلاف توکل کیا اور سلوی رکھ چھوڑا کہ ایسا نہو کل نہ آئے تو یہ کام آئیگا آنحضرت صلعم ایک مرتبہ کسی قدر عاجلانہ طور پر نماز پڑھ کے مکان تشریف لیگئے جب واپس تشریف لائے صحابہ رضی اللہ عنہم ان خلاف معمول امور کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضور کے دولت خانہ مین ایک سونے کا ٹکڑا رکھا تھا تو آپ نے جلد جلد نماز ادا کرکے اوسکو کسی مستحق کو دیدیا اوسوقت اطمینان قلب ہوا آپکے

صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ محسوس ہوا کہ جیسے ایک کانٹا تھا کہ وہ نکل گیا چونکہ مال درمیان میں تھا اوس سالک حجاب سخت ہوا اسلیے اوسکے رہنے سے نعمات باطنی مین کمی ہوتی ہے چنانچہ حضرت صدیق اکبر کا تمام اثاث البیت بیت المال کیواسطے لے آنا اور دیگر اولیاء اللہ کا محض متوکل بیک بینی و دو گوش صابر و شاکر رہنا علامت کمال اور ذریعہ سلوک ہے اور جو شخص کہ متوکل محض ہوگا وہ موحد ظاہری و باطنی ہے توحید مین علاوہ توکل کے اور دیگر اصول و قواعد بھی شامل ہین مگر وہ اور ارکان مین بھی داخل ہین اسلیے توحید مین اونکو نہین رکھا مثل خلق اور نیکی وغیرہ کے تیسرا اصول طریقت کا تسلیم و رضا ہے یعنی ہر حال مین صابر و شاکر رہنا جو امر صعب سے صعب ہو اوسپر بھی شکر و صبر کرنا اور خوشی سے اوسکو برداشت کرنا تسلیم و رضا ہے گویا تسلیم و رضا ایک باب ہے اور صبر و شکر اوسکی فصلین ہین چنانچہ دعا مانگنا اپنی ذات کے لیے اگر ہو تو خلاف تسلیم و رضا ہے اور خرق عادت و کرامات کا اپنی ذات کے لیے یہ بھی خلاف تسلیم و رضا۔ ایک بزرگ کی ایک قیمتی شئی کھو گیی ایک شخص نے اونکو خبر دی اونھون نے کہا الحمد للہ اتفاقاً وہ ملگئی اوسوقت بھی اونھون نے یہ جملہ کہا لوگون نے پوچھا کہ کیا معنی اسکے جواب دیا کہ جب وہ کھو گئی تو دل کی حالت مین مین نے کچھ فرق نہ پایا اس بات پر مین نے شکر کا کلمہ کہا اور جب وہ ملگئی تو بھی قلب کی حالت مین کچھ فرق نہ پایا یعنی نہ جانے کا غم ہوا نہ ملنے کی خوشی ہوئی اسواسطے شکر خدا کا کیا تو جب تکالیف دنیوی سے قلب بالکل بے پروا ہو جاوے بس وہ تسلیم و رضا کا عامل ہوا جیسا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور دیگر اہل اللہ پر سخت مصائب ہوئے مگر اونھون نے اپنے لیے خدا سے دعا نہین کی اور اگر کبھی کسی نے دعا کی تو صرف اسلیے کہ خدا کا حکم یا ملنا ہوا کہ ہمسے دعا کرو کیونکہ ہماری مشیت مین اسوقت تمھین نجات دینا ہے۔ اور اسی تسلیم و رضا کے لیے تمام انبیا و اولیا کو تکالیف دنیوی مین سے ایک نہ ایک تکلیف سخت سے سخت ہوئی مبتدیون کو یہ تکلیفین پختہ کرنے کے لیے دیجاتی ہین اور منتہیون کو دوسرے سالکون کے دکھانے کے لیے تاکہ مثال قائم ہو اور لوگ اونکے تسلیم و رضا کی پیروی کرین چنانچہ بعض کو تمام عمر تکلیفین رہین اور بعض کو کچھ مدت اور بعض کو کبھی کوئی تکلیف سخت ترین ہوئی۔

سوائی حضرت سلیمان کے کوئی نبی یا ولی دشمنون کی تکالیف سے نہین بچا حالانکہ اونکا بھی ایک دشمن سخت تھا جس کا نام صخر تہا اور اسکے بعض لوگ شریک بھی تھے اور یہ سلسلہ ابتدا سے چلا آیا ہے چنانچہ حضرت آدم کو ابلیس سے تکالیفین پہونچین نوح علیہ السلام کو تمام قوم سے اور خصوصاً عوام سے داؤد کو جالوت سے عیسیٰ کو تمام قوم سے اور خصوصاً بخت نصر سے اور خلیل کو نمرود سے اور موسیٰ کو فرعون سے آنحضرت صلعم کو تین سال تک تمام قوم سے اور خاصکر ابوجہل ابن عمر کو ہمیشہ ایک آدمی ستاتا تھا اور عبداللہ ابن زبیر کے سر پر بحالت نماز اونکے دشمنون نے اسقدر گرم پانی ڈالدیا کہ تمام کھال اوتر گئی حضرت ابن عباسؓ کو نافع بن ارزق سے اور سعد بن ابی وقاص کو کوفیون سے چنانچہ امام مالک پچیس سال تک دشمنون کی وجہ سے جمعہ نہین پڑھ سکے تھے اور امام شافعی کو بخارا اور مصر کے لوگون سے اور امام احمد حنبل کو دشمنون نے قید کر لیا اور امام بخاری کو شہر بدر کیا حضرت ابویزید بسطامیؒ سترہ مرتبہ اپنے وطن مالوف سے نکالے گئے۔ اور ذوالنون مصریؒ ہاتھ پانون باندھ کے تشہیر کرائے گئے اور حضرت جنید و شبلیؒ اور شیخ محی الدین ابن عربی پر لوگون نے کفر کے الزام قائم کیے ابوعثمان مغربی علما اور صوفی کو نا ریا اون سنے مجروح کیا اور اونٹ پر سوار کر کے تشہیر کیا امام ابوبکر نابلسی اور شیخ نیسمی و شمس تبریز کے پوست کھنچوائے گئے اوسوقت امام ابوبکر بخشوع خضوع تلاوت کلام مجید مین مصروف تھے اور شیخ نیسمی نے اوسی حالت تکلیف مین پانچ سو اشعار تصنیف کیے اور پوست کھنچنے والے دیکھ کے مسکراتے رہے اور حضرت ابومدین زندیق کہکر جلاوطن کیے گئے اور شہر تلمسان مین قضا کر گئے اسیطرح تمام بزرگون کو تکلیفین پھونچین جنکے واقعات مشہور ہین اور سب کے جمع کرنے کے لیے ایک علیحدہ کتاب چاہیے چند مثالین دیدین تاکہ تسلیم و رضا ظاہر و واضح ہوجائے چوتھا رکن اور اصل اصول طریقت مین تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب ہے اور تزکیہ و تصفیہ مین پانچ اوامر اور چار مناہی ہین اوامر یہ ہین کثرت ذکر و شغل فکر و مراقبات و تصورات عشق حقیقی خلق محمدی پر ہمیشگاری اور مناہی یہ ہین حرص کینہ غصہ ترک خواہشات نفسانی ترک سے

یہ مراد ہے کہ تمام دنیا ومافیہا سے پرہیز رکھے اور جہانتک ممکن ہو بے تعلق ہو جائے اور کسی سے
دلی محبت نرکھے اور کسی براحت دنیوی کو بخواہش نفس اختیار نکرے اور جن ضروریات کو پورا کرے
وہ صرف خدا کے واسطے یا اوسکے قربت کے لیے مثلاً اگر کھانا کبھی نہ کھائیگا تو عبادت مین تکلف
ہوگا مگر غذاے لذیذ وکثیر خلاف پرہیزگاری ہے اور منہیات مین شقاوت سے یہ مطلب ہے کہ تلخ کام
ہمدرد ہو کسی پر اپنے سے سختی نکرے اور اسکا مفصل بیان تصفیۂ قلب وتزکیۂ نفس کے فصول مین آئیگا
انشاءاللہ تعالی پانچوان رکن یہ ہے کہ مرشد کی اطاعت دل وجان سے کیا کرے اور اپنے آپ کو
مرشد کے ہاتھہ مین ایسا سمجھے کہ جیسے بیمار سخت اور متمنی صحت طبیب کے ہاتھہ مین ہوتا ہے اور درحقیقت
مرشد طبیب روحانی ہے مریض کو نہ چاہیے کہ بدون اجازت کوئی امر ایسا کرے جس سے صحت مین خلل پڑجاے بندے کو
یہ خیال رکھنا چاہیے یہ جتنے پانچ رکن اصول طریقت کے بیان کیے ہین انھین مین تمام امور
شامل ہین کوئی ادنی سے ادنی شاخ اس سے باہر نہین مثلاً خلوت اور بیداری چوتھے رکن مین
داخل ہے کیونکہ چوتھے رکن کی ایک شاخ عشق اور ذکر وشغل ہے تو ظاہر ہے کہ عاشق کو
کسی سے ملنا اچھا نہین معلوم ہوتا اور نیند بھی کم آتی ہے بلکہ اکثر بالکل نہین آتی اور جو ذاکر
وشاغل ہوگا وہ رات کو اگر بیدار نہوگا تو ذکر وشغل کس وقت کریگا یا کم غذا ہونا تو یہ بھی داخل عشق
وذکر ہے کیونکہ عشق مین بھوک کہان لگتی ہے اور عمدہ ولذیذ غذا کہان پسند آتی ہے اور علاوہ اسکے
کوئی شخص پیٹ بھر کے کھانا کھالے تو وہ کاہل ہوجاتا ہے اور رات کو زیادہ جاگ نہین سکتا
قطع نظر اسکے غذا معدے مین ہونا ایک حجاب سخت کا حائل ہونا ہے پیٹ بھرے کی ہزار نمازین
اور بھوکے کی ایک رکعت برابر ہے غذا جسکے معدے مین بھری ہوتی ہے وہ بندگی بھر لذت
اور کیفیت وحشا ہد سے محروم رہتا ہے کیونکہ غذا ثقیل ہے اور یہ ثقل اسفل کیطرف روح کو
لیجاتا ہے اور کیفیات اوسوقت حاصل ہوتی ہین جب روح اعلی کیطرف متوجہ ہوتی ہے یہ بھی
خیال رکھنا چاہیے کہ یہ اصول وارکان جو بیان کیے ہین طریقہای مشہور ومروج کے ہین یعنی
طریقہای قادریہ چشتیہ نقشبندیہ اور سہروردیہ کے مگر قلندریہ اور شطاریہ کے قواعد مین تھوڑا

فرق ہے اور وہ فرق ظاہری واعتباری ہے حقیقی نہین چنانچہ ان لوگون مین پابندی شریعت
ظاہرا نہین بلکہ باطنی ہے اور اذکار واشغال بھی زیادہ تر انکی معمولات سے نہین چنانچہ شطاریہ کے
بطور اصول وقواعد دس شرائط ہین اول انحراف ماسوا اللہ سے جیسا کہ موت کیوقت ہوتا ہے
اور انکے یہان اسکا نام توبہ ہے دوسرے توکل اور وہ اسطرح کہ جیسا موت کے وقت سوائے
ذات خدا کے کسی شی کا بھروسا نہین رہتا چوتھے نفس کشی یعنی تمام خواہشات نفسانی وجسمانی وحیوانی
ودنیوی سے پرہیز جیسا کہ مرنے کے وقت ہوتا ہے پانچوین خلوت یعنی خلق اللہ سے بےتعلقی جیسا کہ
موت کے وقت ہوتی ہے چھٹے توجہ الی اللہ یعنی تمام دنیا ومافیہا سے منہ موڑ لے جیسے کہ موت کے
وقت انسان کی روح اللہ کیطرف متوجہ ہوتی ہے اوسی طرح متوجہ الی اللہ ہو جانا ساتوین صبر
اور وہ اسطرح ہے کہ جسطرح نزع مین انسان کو تمام تکلیفون اور راحتون اور نعمتون اور لذتون
اور کل ضروریات کی طرف سے صبر ہو جاتا ہے اسی طرح صابر ہو جانا آٹھوین تسلیم ورضا اور وہ
یہ ہے کہ اپنے نفس کی رضا کو ترک کر دینا اور مصلحت ومشیت خدا پر بیٹھ رہنا جیسا کہ موت کیوقت
ہو جاتا ہے نوین ذکر۔ مگر انکے یہان ذکر اسکو کہتے کہ تمام اذکار دنیا واہل دنیا کو ترک کر دینا گویا
خاموشی کو یہ لوگ ذکر کہتے ہین دسوین مراقبہ اور مراقبہ انکے یہان یہ ہے کہ جیسا موت کیوقت انسان
تمام خیالات اور افکار کی طرف سے مجبور ہو جاتا ہے اور دماغ بالکل خاموش ومعطل ہو جاتا ہے
اوسیطرح ہر وقت دماغ ودل تفکرات دنیوی وخیالات بابت اشیای فانی سے خالی ہو جائے
اصل اصول انکے شرائط کا یہ ہے کہ اس حدیث پر پورا پورا عمل کیا جائے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی
مرنے سے پہلے مرجاؤ اور کرامات کو یہ لوگ بہت حقارت سے دیکھتے ہین قریب قریب دیگر قلندرون کے
بھی یہی قواعد ہین تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ان قواعد کے عامل جلد کامیاب ہوتے ہین مگر جو فوائد
قادریہ وچشتیہ وسہروردیہ وغیرہ سے بندگان خدا کو پہونچتے ہین وہ سب ان لوگون سے نہین پہونچتے
کیونکہ کرامات اور دعا سے انکو کوئی مطلب ہی نہین ہوتا غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قلندریہ
شطاریہ بھی باطنا ان اصول سے علیحدہ نہین جنکا تینے اوپر ذکر کیا ہے کیونکہ یہ سب لوگ

ہمارے یہان کے ایک رکن چہارم مین داخل ہین جن ہین تصفیہ وتزکیہ ہے اور سماع بھی ہمارے
اصول مذکورۂ بالا مین داخل ہے کیونکہ سماع متحرک عشق ہے توجسکو عشق حقیقی ہے اوسیکے لیے
ضروریات سے ہے جیسا کہ عبادت کہ جسکی محبت صادق ہو اوسکی پرستش عملاً اور قلباً لابدی ہے
اسیطرح سماع محرک عشق ہے اور اسیوجہ سے صاحب عشق حقیقی کو واجب اور صاحب مجازی کو
حرام اور جسکو کوئی عشق نہین اوسکو مباح یہ فیصلہ محققین کا ہے مگر اس عاجز کے ذہن مین ایک اور
امر ہے وہ یہ کہ بعض کو مکروہ اور بعض کو مستحب ہے اور یہ دونون صورتین صورت آخر یعنی مباح مین
پیدا ہوتی ہین وہ اسطرح کہ جن لوگون کو سماع مباح ہے وہ دو قسم کے لوگ ہین ایک صاحب نفس
زکیہ جن پر عقل سلیم غالب ہے اور اسیوجہ سے اونکی روح لطیف ہے دوسرے وہ لوگ جو صاحب
نفس امارہ ہین اونکی روح کثیف ہے اور مادۂ نفسانیت اغلب ہے اگرچہ ان دونون کو بالفعل
کوئی عشق حقیقی یا مجازی نہو مگر صاحب نفس زکیہ یعنی صاحب صورت اولی کو سماع مستحب ہے کیونکہ
ایسے لوگون کے قلب پر سماع اپنا ذاتی اثر (اور وہ ترقیق قلب ہے) دکھاتا ہے چنانچہ ایسے لوگونکو
بدون عشق کے روتے اور ایک قسم کی کیفیت سے متکیف ہوتے دیکھا ہے کیونکہ وہ سماع کا ذاتی
اثر ہے جوکہ اسکی روح لطیف بسبب لطافت قبول کرتی ہے اور اگر اونسے پوچھا جائے کہ کیون روئے
اور یہ کیسی کیفیت ولذت تھی تو وہ نہین جانتے بات یہ ہے کہ ہر انسان کے قلب مین ایک شرر عشق
حقیقی - یا ذات - یا نور الٰہی - یا تجلی کا جو کچھ اوسے کہو موجود ہے اور اگر مادہ لطیف ہوتا ہے تو
تو سماع وغیرہ اوس شرر کو چمکا سکتا ہے اور اگر مادہ کثیف وخبیث ہوتا ہے تو وہ شرر نورانی شدت
ظلمت وکثرت حجاب سے منجلی نہین ہونے پاتا بلکہ شرر ناری کسیقدر متحرک ہو جانے پر آمادہ
ہو جاتا ہے جوکہ مرکبات نفسانی وحیوانی مین پوشیدہ رہتا ہے یا پیدا ہو جاتا ہے تو اول صورت
والیکو مستحب بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہے کہ سماع کا شغل رکھے مگر اونھین شرائط کے ساتھ کہ سماع
بالذات حرام نہونے پائے یعنی عورت وغیرہ کا گانا نہو - اور اوس دوسرے شخص کو مکروہ ہے اور
ایسی کراہت جیسی کراہت تحریمی ہوتی ہے - اب ہم ایک آخری بات اصول طریقت کے بارہ مین

اور کہتے ہین وہ یہ کہ ان اصول کی پابندی تو تمام سالکون ہین ہوتی ہے جو اسکے خلاف ہو سمجھو
کہ وہ بنا ہوا فقیر ہے مگر بعض حالتین ایسی ہین کہ اونمین بعض شاخین ان اصول کی علیحدہ ہو جاتی ہین
وہ حالتین دو مقام پر ہوتی ہین ابتدا مین اور انتہا مین بتدی کے لیے یہ صورت ہے کہ مرشد
جو کہ طبیب ہے اگر وہ دیکھیگا کہ فلان امر پر عمل کرنیسے اسکا ذوق دوچند ہو جائیگا کیونکہ ہر انسان کی
طبیعت جدا ہے اور اسکے مضرات اور مفیدات بھی علیحدہ ہین تو وہ اوسی شاخ مین اوسے لگا دیگا اور
دوسری شاخون کیطرف سے اوسکی توجہ کم ہو جائیگی مثلاً کسی بتدی کو اوسکے مرشد کامل نے دیکھا کہ
کہ اوسکی طبیعت اس نہج پر واقع ہوئی ہے کہ اگر سماع کی کثرت ہوگی تو اس کا عشق روز افزون ہو جائیگا
تو اوسکو اوسکا مرشد بجائے کثرت ذکر کے سماع کی طرف بلائے گا اس سے نہ یہ سمجھنا چاہیے کہ ذکر و شغل
چھوڑ دیا گیا کیونکہ ذکر قلبی افضل ذکر ہے اور یہ سماع مین بھی ممکن ہے بلکہ بعض کو ضروری ہے یا اگر
وہ دیکھیگا کہ فلان مرید روزہ رکھنے سے بیمار ہو جائیگا اور قوت اوسکی روح حیوانی کو برقرار رکھنے کی
نرہیگی تو وہ روزہ سے باز رکھا جائیگا اسکے بجائے وہ کام اوسے دیا جائیگا جس سے روزہ رکھنے کا
فائدہ حاصل ہو تو یہ اختلاف ظاہری ہے نہ کہ اصلی وہ بھی شاخہائے اصول ہین نہ کہ اصل اصول ہین
دوسری صورت منتہی کے لیے اور اسمین بہت گنجایش ہے کہ کسی منتہی سے زیادہ شاخین چھوٹ جاتین
مثلاً کوئی سالک بکثرت لوگون سے ملتا ہے اور خلوت مین کبھی نہین رہتا اور غذا لطیف کھاتا ہے
اور عمدہ پوشاک پہنتا ہے اور چار بیویان اور بارہ لڑکے ہین اور تجارت و زراعت وغیرہ کے
دنیوی تعلقات بکثرت ہین اور دولتمند ہے اور صائم الدہر اور قائم اللیل نہین صرف واجبات
اور منہیات پر عامل ہے تو کیا وہ خارج از سلوک و طریقت ہو سکتا ہے نہین ہرگز نہین کیونکہ
اگر فقیر کامل ہے اور اوسکو غذای لطیف اور راحت ظاہری اور تعلقات ازدواج و اولاد و مشاغل
معاش وغیرہ کیوجہ سے اوسکو غفلت از جانب مشاہدات نہین ہوتی اور کوئی حجاب ان امور
مذکورہ کے باعث سے عارض نہین ہوتا تو کوئی نقص نہین وہ عین طریقت ہے دل بیار و دست بکار
اور یہ کہ درویش صفت باش کلاہ تتری دار لیکن اسکے لیے بہت عالی ظرف ہونا چاہیے

جیسا کہ حضرت سلیمان کا تھا یا حضرت عثمان غنی کا کیونکہ ہر شخص کا ایسا ظرف نہین کہ شدت علائق
و آسائش دنیوی سے حجاب نہ عارض ہو بلکہ مبتدی تو آگے بڑھ ہی نہین سکتا ہان بعض عالی ظرف
منتہی ایسے گذرے ہین اور اب بھی ہین کہ اونکی ترقی مین ان صورتون پر بھی کمی نہو بلکہ حسب دستور
قطع منازل کا سلسلہ جاری رہے لہذا ان اصول کے دائرے مین کوئی باطنا رہتا ہے کوئی ظاہرًا
اور کوئی ظاہرا و باطنا دونون طرح جو شخص کہ ظاہرا و باطنا دونون طرح پابند اصول ہے وہ سب سے زیادہ
عالی ظرف منتہی ہے اور بعض لوگ اسلیے ظاہرا خلاف اصول طریقت کرتے ہین کہ خلق انکے حال سے
غافل رہے تاکہ اونکا وقت بھی ضایع نہو اور اونھین برا کہے اور یہ کہے کہ یہ شخص برای نام فقیر ہے
مگر حرکات اسکے اصول طریقت مین داخل نہین ہین اور یہ کہ اوسکو ریا سے نجات ملے کیونکہ جب ایسے
اصول طریقت مین کوئی تدیکھے گا تو ریا کیونکر پیدا ہوگی مگر اون لوگون کا بڑا ظرف ہے جو ہر وقت
خلق اللہ کی تعریفون مین گھرے رہتے ہین اور پھر ریا پاس نہین آتی اپنا احوال چھپانیکے لیے بعض فقرا
لوگون سے روپیہ مانگتے ہین تاکہ لوگ اونھین طالب دنیا کہین بعض بظاہر شراب پیتے ہین بعض
اور اسی قسم کے افعال کرتے ہین غرض سوائے زنا اور مردم آزاری اور بزرگون کو برا کہنے کے باقی اکثر
افعال خلاف شرع کرتے ہین کیونکہ یہ گناہ ظاہری بھی باطن مین اثر کرتے ہین اور اسقدر کہ ہمیشہ کیلیے
مردود ہو جاتا ہے مگر یہ سب فقرا جو اپنا احوال اہل دنیا سے چھپاتے ہین باطن مین ان تمام اصول
کے پابند رہتے ہین اور یہ سب صورتین منتہیون کی ہین کوئی مبتدی اوسوقت تک آگے ایک قدم
نہین بڑھ سکتا جب تک ان اصول مقررہ مین سے ہر ایک کی ادنی شاخ پر عمل نکرے اور یا مرشد کا
ایسا پابند ہو جیسا غلام وفادار مالک کا پھر اگر مرشد کامل ہے تو مبتدی کو ان اصول کیطرف
نظر کرنے کی ضرورت نہین بلکہ ہر وقت مرشد کا اشارہ دیکھتے رہنا چاہیے

بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید		کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

ہمارے اوپر لکھے ہوے اصول مین باطناً تمام خاندانون کے اصول و فروع شامل ہین کیونکہ
انہین وجوہ سے یہ رسالہ کسی خاص خاندان یا طریقہ کے اصول پر نہین لکھا ہے چنانچہ طریقہ نقشبندیہ کے

تمام اصول وقواعد گیارہ ہین جن پر وہ عامل ہین اور اگرچہ وہ اصول مذکورۂ بالا سے جدا نہین
مگر قلمبند کر دینے مین کچھ حرج نہین (۱) ہوش در دم یعنی نفس سے اپنے خوب خبردار رہنا
(۲) نظر بر قدم یعنی یہ نگاہ رکھنا کہ کدھر جا رہا ہے (۳) سفر در وطن اپنی جگہ پر مقامات سلوک
طی کرتے رہنا (۴) خلوت در انجمن یعنی بظاہر آدمیون سے ہمکلام اور بباطن خدا کی طرف متوجہ
(۵) یادکرد یعنی یاد خدا ہر وقت (۶) بازگشت یعنی ہر مرتبہ ذکر کے بعد خدا سے دعائے قربت کرنا
(۷) نگہداشت یعنے مُراقبہ مین رہنا (۸) یادداشت دل مین یعنی ہر وقت خیال مطلوب
(۹) وقوف زمانی یعنی اپنے اعمال سے مطلع رہنا (۱۰) وقوف عددی یعنی شمار پر وظیفہ طاق ہو
بموجب اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ (۱۱) وقوف قلبی ہر وقت حضور قلب رہے

فصل چہارم
آداب طریقت

طریقت کے آداب اوسیقدر ہین جسقدر شاخین اصول طریقت سے پیدا ہو سکتی ہین اور وہ حسب ذیل ہین خدا و رسول کی اطاعت کے
بعد جو کہ فرض ہے مرشد کی محبت ہمیشہ دلمین رکھنا عشق کے آثار اپنے دل مین ظاہر کرنا۔ ہر وقت
باوضو رہنا۔ خلوت پسندی۔ کم گوئی۔ کم خوری۔ کم سونا۔ نفرت از دنیا و ما فیہا۔ توکل تسلیم و رضا
صبر و استقلال۔ خلق عام۔ اپنے آپ کو سب سے ہیچ و ناچیز اور ذلیل و حقیر خیال کرنا۔ کسی پر
نہ ظاہر ہونا کہ یہ درویش ہے کسی سے سوائے خدا و رسول اور مرشد کے دلی تعلق نرکھنا۔ اپنا معاملہ
سوائے مرشد کے اور کسی سے نہ کہنا کسی نعمت باطنی پر یعنی کوئی کمال باطنی اگر حاصل ہو تو اوس پر
مغرور و نازاں نکرنا اور اوسکو ایک معمولی بات سمجھ کے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا اور اوسکو مقصود نہ سمجھنا
بلکہ خدا کو مقصود اصلی سمجھنا۔ تمام کیفیات کا اس طرح ضبط کرنا کہ کسی کو معلوم نہو مثلاً سماع مین
کیفیت ہو تو حتی الامکان اوسکو ضبط کرنا تاکہ لوگون پر ظاہر نہو کہ یہ شخص صاحب حال ہے
اور نہ یہ گمان ہو کہ یہ بنتا ہے اگر کوئی برا کہے تو خوش ہونا اور اچھا کہے تو فکرمند ہونا کہ کہین نفس
نہ خوش ہو۔ کسی امر کا سبب حقیقی سوائے خدا و رسول کے اور کسیکو نہ ٹھہرانا۔ کسی دولتمند کی خاطرداری
اور بے دولت کی حقارت نہ کرنا کافر و مسلمان دونون سے بزبان شیرین گفتگو کرنا۔ خدای تعالی سے

معمولی باتون کی دعا نہ مانگنا بلکہ جہانتک ممکن ہو برائی پر صبر کرنا البتہ اگر کوئی اور اصرار کرے
تو اوس سے یہ کہنا کہ ہم اس قابل نہین کہ دعا قبول ہو مگر تنہائی مین اوسکے لیے دعا مانگنا بشرطیکہ
وہ مستحق اس امر کا ہو۔ کسی دنیا دار سے کوئی شئی طلب نکرنا اور نہ نیت بد کرنا کہ وہ دے لیکن اگر ضرورت
شدید کے وقت دے اور دل سے اصرار کرے تو لیلینا اور ضرورت سے زیادہ نہ لینا سخاوت کرنا
یعنی کوئی شئی آیندہ کے لیے گرستون کیطرح اوٹھا نرکھنا بلکہ مستحقونکو دیدینا اور آیندہ پھر خدا پر بیٹھ رہنا لگر
اصراف بھی نہ چاہیے اور مالی چیزون کا جمع کرنا بھی نہ چاہیے یہی سب آداب طریقت اور فروع طریقت ہین

فصل پنجم ۵
پرھیز و اغذیہ

اہل طریقت کی غذائین بھی وہ غذائین نہین ہین جو اہل عیش کی ہین خصوصًا
ابتدا مین اونکو اکثر تو روزہ رکھنا چاہیے مگر غذا اگر ہو تو مرغن اور پر گوشت نہو
جو کی روٹی تمام غلون مین زیادہ مفید ہے کیونکہ مزاج کو لطیف کرتا ہے اور غلظت و کثافت
معدے مین اس سے کم ہوتی ہے اور بجائے گوشت ترکاریان زیادہ استعمال کرنا چاہیے اور
کھانا ہمیشہ کم کھانا چاہیے خصوصًا شب کو کیونکہ اول تو کم کھانیسے وضو بار بار نہین کرنا پڑتا دوسرے
اگر غذا بھرپور ہوئی ہے فجر کے وقت غلبۂ ریاح ہوتا ہے اور وہی وقت عبادت اور مقبولیت کا
ہوتا ہے غلبۂ ریاح کی حالت مین خیال یکسو نہین ہوتا بلکہ پیٹ ہی کیطرف رہتا ہے اسلیے حتی الامکان
اتنی کم غذا ہونا چاہیے کہ بعد نصف شب معدہ خالی ہوجائے علاوہ اسکے زیادتی غذا سے
روحانی نقصانات ہین اور کوئی مکاشفہ یا مشاہدہ ایسی حالت مین نہین ہوسکتا یہانتک کہ اگر
سو برس تک ہر شبکو ساری رات عبادت کرے اور پیٹ بھرا ہو تو نتیجۂ عبادت اہل طریقت کو
ایک ادنی و شمہ برابر بھی حاصل نہین ہوسکتا گویا غذا معدے مین تمام دنیا کے حجابون مین سب سے
بڑا حجاب ہے بھوک مین ایک گھنٹہ کی عبادت پیٹ بھرے کی تمام عمر کی ریاضت سے بہتر ہے
اور گوشت سے خاص طور پر اہل طریقت کو پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہ نفسانیت بڑھاتا ہے اور
روحانیت پر غالب آتا ہے اور نفس اوسیوقت ٹوٹتا ہے جب روزہ رکھے اور معمولی غذا کھائے اور
کم کھائے چنانچہ اکثر بڑے عامل بعد کو کامل ہوگئے ہین وجہ یہ کہ غذاؤن کے پرہیز سے اونکا نفس تو

مرہی گیا اب طریقت ہین اور رہا قی ہی کیا رہا اصل اصول تو نفس کشی ہے علاوہ غذا کے عیش و
عشرت اور راحت کی تمام چیزون سے پرہیز رکھنا چاہیے مثل لباس خوش و باریک و نرم
اور بستر بھی عمدہ و نرم اور سہری نہو اور اپنی زیب و زینت کیطرف خیال نرہے لیکن اکثر اہل طریقت
جو کہ درجہ کمال پر پہونچ گئے ہین اونکو زیادہ پرہیز کرتے نہین دیکھا البتہ مبتدی کو تو لازم ہے پھر لعد
ہر طرح کی راحت ہے کیونکہ عاشق مین جو باتین ہوتی ہین وہی سالک طریقت مین ہونی چاہین

فصل ششم
پیر طریقت

یہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ بغیر رہنما کے کام نہین چلتا ایک تو عام اسباب
قدرتی قانون کی رو سے دوسرے یہ راستہ مشکل اسقدر ہے کہ بغیر دستگیری
کے ایک قدم آگے نہین بڑھ سکتا چنانچہ حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ نے ۳۶ برس عبادت کرنیکے
بعد بھی یہ ضرورت محسوس کی کہ مرشد ہونا لازم ہے یون سمجھنا چاہیے کہ جسطرح شریعت کا امتحان
دیچکنے بعد اسکے آگے والے درجے یعنی طریقت کا امتحان دینے کے لیے اوستاد طریقت کی ضرورت
پڑتی ہے تو گویا اوسی طرح حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کو اب یہ ضرورت محسوس ہوئی
حالانکہ اونکو وہ بہت سے مقامات اور کمالات پر عبور ہو چکا تھا جو طریقت مین ہین کیونکہ شریعت کے
انتہائی مقام سے وہ بہت آگے بڑھ چکے تھے بلکہ بہت سے سالکان طریقت اتنی قوت نرکھتے تھے
جتنی اونکو حاصل ہو چکی تھی غرض وہ مرشد کامل کی تلاش کرتے کرتے ملک عرب کے ایک خطے مین
پہونچے وہان ایک ولی کامل کا پتہ لگا جنکا نام حضرت یحیی تھا اونکے یہان آپ تشریف لیگئے تو
آپنے یہ معلوم کر لیا کہ حضرت یحیی کو چوتھے آسمان سے آگے بڑھنے کی قدرت نہین حالانکہ یہ اونکے
آگے جاسکتے تھے اتفاقاً حضرت یحیی کے یہان ایک لونڈی تھی جو کہ بادا صاحب کے وضو کے لیے
پانی لائی آپنے جو اوسکے چہرے کی طرف دیکھا اور ہاتھ دھونے لگے تو تمام پانی ہاتھ دھوتے
وضو کرتے صرف کر دیا اور اوسکے چہرے پر سے نظر نہ ہٹائی جب لوٹا خالی ہو گیا تو آپنے پھر طلب فرمایا
اور پھر اوسی طرح اوسکے چہرے کو دیکھتے اور ہاتھ دھوتے رہے یہانتک کہ وہ ظرف خالی ہو گیا
پھر تیسری مرتبہ پانی مانگا اوسنے جاکے گھر مین کہا کہ یہ کیسا فقیر ہے کہ ہاتھ ہی دھوتے دھوتے

کسی لوٹے پانی کے ڈھلکا دیے یہ حضرت یحیی نے سنا تو آپکو شکایت ہوئی اور باہر تشریف لائے
اور حضرت سے کہا کہ آپکی یہ کیا حرکت ہے آپنے جواب دیا کہ سخت حیرت کی بات ہے کہ آپکی لونڈی
اور اوسکی قسمت ایسی خراب لہذا مین نے اوسکی قسمت کو دھونا شروع کیا تھا۔ پھر وہان سے
حضرت واپس ہوکر اجمیر شریف مین حاضر ہوے اور جناب غریب نواز سے بیعت کرنا چاہی
آپنے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رہ کے سپرد کردیا چنانچہ آپنے اونسے بیعت کی اور جیسا مرشد
چاہتے تھے ویسا ہی پایا۔ **پیر طریقت** دراصل حکیم ہوتا ہے یعنی جسقدر نقصانات نفسانی اور
روحانی ہوتے ہین اونکو درست کرتا ہے بلکہ مرید کو اوسکا علم بھی نہین ہوتا اور بغیر اوس حکیم کے
کسی کا باطنی علاج ہونا غیر ممکن ہے ہرچند کہ تمام امور خدای تعالی کی ذات پر موقوف ہین مگر یہ
عالم اسباب ہے اسمین خدا کی عادت نہین کہ بدون سبب کوئی امر کرے۔ مرشد مقرر کرنیکے لیے
یہ لازم ہے کہ اوس سے محبت یا کم از کم اتنا اعتقاد ہو کہ جتنا کسی اور ملاقاتی سے نہو اگر یہ اعتقاد نہو گا
تو بیعت کرنیسے بیعت تو ہو جائیگی مگر آگے بڑھ نہین سکتا اس مین ایک خاص راز ہے وہ یہ کہ
محبت کی وجہ سے ایک رشتہ درمیان مین قائم ہو جاتا ہے اور وہ رشتہ ایسے ہی موقعون پہ
کام دیتا ہے جو نہایت نازک ہوتے ہین اور وہان سوائے محبت کے اور کوئی چیز کام نہین آتی
زیادہ تشریح اسکی صرف اسقدر ہو سکتی ہے کہ مرید ہزار کوس پر ہو لیکن مرشد کے دل مین ہو تو وہ نزدیک
موجود ہے اور اگر محبت نہو تو پاس بھی ہو تو دور ہے یہ محبت کم از کم اسقدر ہونا چاہیے کہ مرشد کو بھی
کچھ خیال پیدا ہو جائے اسکو اصطلاح مین نسبت کہتے ہین چنانچہ جو فقرا صاحب النسبت ہین
وہ اپنے ہمعصرون مین بڑے مرتبے پر ہین اور اونکی تمام مشکلین بآسانی حل ہوتی رہتی ہین
یہانتک کہ اگر کسی مرید کو اپنے پیر سے صرف محبت ہو اور کوئی ریاض و محنت طریقت کی نکرتا ہو و اسکو
قیامت کے روز اپنی ہمراہی ضرور نصیب ہوگی اور اوسکے پیر کو اپنے پیر کی یہانتک کہ سب اہل سلسلہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہونگے چنانچہ اس امر کا ثبوت کہ انسان کا حشر اوسیکے ساتھ ہوگا
جس سے محبت ہو اس حدیث سے ہے المرء مع من احب یعنی انسان اوسیکے ساتھ

حشر و نشر مین ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔ علاوہ اسکے کچھ پیر سے اعتقاد اور محبت ہو بعض خاندانون مین خصوصًا بزرگان چشتیہ مین یہ اصول ہے کہ سوائے اپنے پیر کے اور کسیکو نہین سمجھتے یہ امر خلاف شریعت بظاہر ہے لیکن باطن مین معاملہ واحد ہے چنانچہ ایک مرتبہ ایک قافلہ مین ڈاکہ پڑا سب نے اللہ کو یاد کیا مگر ایک شخص نے جو کہ صاحب سلسلہ تھا اپنے مرشد کو یاد کیا وہ تو لُٹنے سے بچگیا اور سب لُٹ گئے انکی وجہ یہ تھی کہ اور اہل قافلہ نے بلا اعتقاد دیرینہ و بے محبت خدا کو اپنی غرض کیواسطے یاد کیا اس سے پہلے وہ اوسکو یاد نہین کیا کرتا مگر اس مرید کو مستقل محبت اپنے مرشد کی تھی اور اسقدر رما نتا تھا کہ اوسنے زیادہ کسی کو نہ جانتا تھا اور ان مرشد کا رستہ خدا و رسول سے تھا لہذا اوسکی مدد ہوگی باقی لوگون نے جھوٹ موٹ خدا کو پکارا تھا اوسکی سماعت نہوئی تو محبت اور کمال اعتقاد اگر مرشد کے ساتھ ہے تو وہ خدا و رسول سے بالواسطہ تعلق رکھتا ہے ایک عرصہ کے بعد بالواسطہ رسول سے تعلق ہوجاتا ہے اور پھر کامل ہوتے پر بلا واسطہ تعلق ہوجاتا ہے جیسا کہ فنافی الشیخ فنافی الرسول اور فنافی اللہ کے مراتب ہین مرشد کی اطاعت و اعتقاد فرض عین ہے اور تمام ضروری امور پر مقدم ہے

فصل ہفتم
اختلاف طریقت

طریقت کے اصول مین تو اختلاف نہین ہے مگر فروع مین ضرور ہے اور یہ کئی طرح سے ہے اول یہ کہ مختلف خاندانون کے مختلف طریقے ہین دوسرے مختلف مریدون کو مختلف امور کی تعلیم دیجاتی ہے یعنی اونکی ضرورت اور مادہ کے موافق جیسا کہ ہم اپنے اوپر کی فصل مین بیان کرچکے ہین مگر ہان خاندانی فرق جو ہین اونکی مجمل کیفیت یہ ہے کہ چار خاندان سب سے بڑے ہین قادریہ نقشبندیہ سہروردیہ اویسیہ اول کے تینون خاندانون کا سلسلہ حضرت علیؓ سے تعلق رکھتا ہے اور آخر کا حضرت صدیق اکبرؓ سے ان چارون کی تعلیم مین تھوڑا تھوڑا سا فرق ہے چنانچہ ایک فرق تو تصدیق امور مین باعتبار طریقت یہ ہے کہ قادریہ و نقشبندیہ و سہروردیہ وحدت شہودی کے قائل ہین اور چشتیہ وحدت وجودی کے اس اجمال کی تفصیل انکے مباحث مین انشاءاللہ تعالی آئیگی

دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلے کے ہرسہ خاندانون مین یہ تعلیم نہین دیجاتی کہ جو کچھ سمجھو پیر کو یعنی خدا و رسول
فی الحال پیر ہی کو سمجھو کیونکہ تمکو خدا و رسول اسی ذریعہ سے ملین گے یہ تعلیم چشتیہ مین ایک حد تک
دیجاتی ہے مگر وہ ایسی حد نہین کہ شرک و کفر تک پہونچے یعنی یہ نہین کہا جاتا کہ تم مرشد کو خدا کہو
بلکہ صرف اسقدر ہوتا ہے کہ تصور مرشد کا کرایا جاتا ہے اور خدا و رسول کی تصور کی تعلیم ابتدا مین
نہین ہوتی مقصد یہ کہ جب فنا فی الشیخ کا مرتبہ حاصل ہو چکتا ہے تو بآسانی تمام وہ دونون منزلین
بھی طے ہو جاتی ہین چشتیہ خاندان مین سنت ظاہری کی پیروی زیادہ نہین کرائی جاتی بلکہ باطنا
ایسی تعلیم ہوتی ہے کہ وہ پیرو سنت ہو جاتا ہے اور باقی تین خاندانون مین ظاہری پیروی بھی کرائی جاتی ہے
اور ایک فرق یہ بھی ہے کہ گانا خاندان چشتیہ مین ایک امر لازمی اور داخل ریاضت ہے بلکہ داخل غذا ہے
مگر قادریہ اور سہروردیہ مین ممانعت ہے اور نقشبندیہ کے موجد حضرت بہاء الدین نقشبندؒ فرماتے ہین
کہ نہ این کار میکنم و نہ انکار میکنم یعنی نہ تو مین گانا سنتا ہون اور نہ اسکے فوائد سے انکار کرتا ہون حضرات
چشتیہ کا یہ اصول ہے کہ جسطرح ممکن ہو خدا و رسول کی قربت ہونی چاہیے اگر نوافل مین جی نہ لگے ہرگز نہ پڑھے
اور اگر روتے مین جی لگے تو دن رات رونے کے سوا اور کوئی کام ہی نکرے اور اگر مرشد کے ذریعہ سے
وصل خدا حاصل ہو تو اپنی جان و سپر فدا کر دے پھر چاہے جہنم ملے (معاذ اللہ) چاہے جنت اس سے
کوئی مطلب نہین حضرت سلطان نظام الاولیا فرماتے ہین کہ طالب دنیا مؤنث طالب عقبی یعنی جنت
مخنث و طالب مولی مرد است خاندان چشت مین عشق تمام افعال و ریاضات پر مقدم رکھا گیا ہے
اور اصل اصول اسیکو قرار دیا ہے چنانچہ مولانا حافظ فرماتے ہین ؎ عشق زندہ شود جان مرد صاحبدل
اگر تو عشق نداری برو کہ معذوری ٭ اور مولانای روم کا ارشاد ہے ؎ شاد باش ای عشق خوش سودائے ما
ای طبیب جملہ علتہائے ما ٭ اے دوائے نخوت و ناموس ما ٭ اے تو افلاطون و جالینوس ما
ان حضرات کا مقولہ ہے کہ عشق چاہیے اور بس باقی خاندانون کا یہ اصول ہے کہ خدا و رسول کا حکم بجا لانا
چاہیے اونکے حکم کے خلاف سرمو نکرنا چاہیے درحقیقت دونون کے اصول کا مفہوم ایک ہے کیونکہ اگر
عشق نہوگا تو سچا پیرو اور پابند حکم ہو ہی نہین سکتا کرایہ کا آدمی جیسا حکم مانتا ہے اگر ویسا حکم بجا لایا

یعنی محبت نبوی اور ذوق وشوق تعمیل حکم مین نہوا تو بے اثر ہے کبھی قربت نہین ہوسکتی لہذا اونھون نے
یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ کثرت عبادت اور پیروی سنت ہو در حقیقت عبادت کرتے کرتے محبت
ہوجاتی ہے اور پھر عشق ہوجاتا ہے یہ امر ہر مرتبہ تجربہ مین آیا ہے کہ جب کوئی کسیکا ذکر ہر وقت کرتا ہے
گو ابتدا مین دل سے نہو مگر آخر کار دل سے تعلق ہوجاتا ہے اور رغبت ہوجاتی ہے بلکہ خدا کا ذکر اور
اوسکی عبادت سے بہ نسبت آدمیون کے زیادہ جلد اثر پڑتا ہے اور رشتہ محبت قائم ہوجاتا ہے
حضرات چشت اس عشق کو صرف عبادت ہی کے ذریعہ سے نہین ترقی دیتے ہین بلکہ گانا بھی سنتے ہین
کیونکہ وہ بھی گانا محرک عشق ہے اور عشق کو لمحہ بڑھاتا ہے اور جو واسطہ درمیان عاشق ومعشوق
ہوتا ہے یعنی مرشد اوسکے صدقے ہونے لگتا اور اوسپر اپنی جان فدا کرتا ہے غرضکہ حقیقۃً سب
خاندانون کا اصول ایک ہی ہے بظاہر جدا جدا ہے ع مختلف ہین راستے ہرچند منزل ایک ہے
اب رہا یہ فرق کہ ہر ایک کے یہان جدا ذکر وشغل اور قواعد واوقات ہین یہ ایک معمولی فرق ہے
جو بڑے فرق تھے حالانکہ باطناً وہ بھی متحد ہین یہ سب مجملاً بیان کر دیے گئے اس سے زیادہ تشریح
ضروری نہین اور جسقدر رہے وہ آگے بیان ہوتی جائیگی۔

اسمائی خانوادگان زیدیہ عیاضیہ ادہمیہ ہبیریہ جنیدیہ جامنیہ اکبریہ کبرویہ لیسویہ
احراریہ قدوسیہ غوثیہ احمدیہ احسنیہ باقویہ علائیہ اگرچہ چودہ خانوادے
مشہور ہین لیکن در اصل بہت سے خانوادے بعد کو ہوگئے چنانچہ تلوہ مین نے لکھدیے اور
علاوہ انکے بہت ہین جیسے کہ مداریہ اور جلالیہ وگازرد ۔ بیۃ وغیرہ

فصل ششم
منازل ومدارج طریقت

ایک اعتبار سے طریقت کے ستر ہزار منازل ہین کیونکہ اسیقدر حجاب ہین
ہر دو مشاہدون کے اندر ایک حجاب ہے اور ہر دو حجابون کے درمیان ایک
مشاہدہ ہے اور یہ سلسلہ برابر چلا گیا ہے سالک کو طریقت مین یہی معاملات پیش آتے ہین جب
پہلا حجاب رفع ہوجاتا ہے اور پہلا مشاہدہ ہوتا ہے تو پھر دوسرا حجاب درپیش ہوجاتا ہے اوسکے بعد
دوسرا مشاہدہ ہوتا ہے اسیطرح یہ سلسلہ برابر چلا گیا ہے مگر ستر ہزار حجابون مین سے بابون کہا جائے

کہ ستر ہزار منازل ہین سے بعض منازل حقیقت مین جا کے ختم ہوتے ہین سب منازل طریقت
مین ختم نہین ہوتے ان مشاہدات اور حجابات کا مزید تذکرہ آیندہ فصول مین آئیگا۔
دوسرے اعتبار سے طریقت کے منازل تین ہین خاندان چشتیہ مین اونکے اور نام ہین قادریہ
مین اور چنانچہ چشتیہ مین فنا فی الشیخ فنا فی الرسول فنا فی اللہ اور قادریہ مین علم الیقین عین الیقین
حق الیقین اگرچہ چشتیہ مین بھی یہ اصطلاحات مشہور ہین اور قادریہ مین بھی فنا کے تینون درجے
مذکور ہین مگر اس زمانے مین یقینیات کے مدارج قادریہ کے لیے مخصوص ہوگئے ہین اور فنا کے
مقامات چشتیہ کے لیے لیکن طریقت ہی مین یہ ہر سہ مدارج ختم نہین ہوجاتے بلکہ طریقت مین
صرف فنا فی الشیخ اور علم الیقین کے مدارج ختم ہوجاتے ہین اور جسوقت عین الیقین اور فنا فی الرسول
کے مرتبے پر سالک ہوتا ہے تو اوسوقت وہ منزل طریقت سے نکلکر منزل حقیقت مین ہوتا ہے
چنانچہ ایک مرتبہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رہ کے خیالات اور حالات مین انقلاب عظیم دیکھکر
ایک شخص نے پوچھا من این الی این یعنی کہان سے کدھر جارہے ہو آپ نے جواب مین فرمایا کہ
من العلم الی العین یعنی علم الیقین سے عین الیقین کیطرف ان ہر سہ مقامات کے بیان انکے فصلون مین
ہونگے اسی طرح ایک اور منزل چار منزلون ہین سے ایسی ہے جو کہ طریقت مین بھی ہوتی ہے وہ
چارون منزلین یہ ہین ناسوت لاہوت ملکوت جبروت در اصل یہ چارون چار عالم ہین چنانچہ
طریقت مین عالم لاہوت کو طی کرنا ہوتا ہے اور شریعت مین جب کمال ہوچکتا ہے تو عالم ناسوت سے
گزرتا ہے اور جب حقیقت مین پہونچتا ہے تو عالم ملکوت طی کرنا ہوتا ہے اور جب معرفت مین
پہونچتا ہے تو عالم جبروت سے سابقہ ہوتا ہے تو گویا ہر ایک عالم ایک منزل ہے۔
مزید کیفیات طریقت یعنی جزئیات تمام وکمال سہنا اول تو اسوجہ سے مشکل ہین کہ سیکڑون جز
اوسکے لیے چاہیین دوسرے ہر ایک سالک کے معاملات جداگانہ ہین اونکا قلمبند ہونا غیر ممکن ہے
بلکہ دنیا مین جتنے آدمی ہین اگر وہ سب سالک طریقت ہوجائین تو سب کو جدا جدا واقعات اور
معاملات درپیش ہونگے مگر اکثر حالات اور کیفیات جو لکھنا ممکن ہین وہ لکھے جاتے ہین

اول جسوقت انسان طریقت مین داخل ہوتا ہے تو اوسکو مرشد توجہ باطنی سے دیکھتا ہے کہ اوسکے
باطنی حالات کیا ہین اور کس خیالات کس مزاج اور کس طرح کا آدمی ہے اور اوسکا باطنی مادہ کیسا ہے
چنانچہ مرشد کو معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ مرید کس خیال مین ہوا ہے آیا کسی دنیوی غرض سے یا اسلیے
کہ صرف مریدون مین نام لکھانے کیلیے اور علاوہ اسکے کوئی دینی یا دنیوی مقصد نہین یا اوسکی
یہ غرض ہے کہ توبہ کرنا مقصود ہے اور خدا کے عذاب سے بوسیلہ مرشد محفوظ رہنا چاہتا ہے یا اوسکو
خدا کی محبت ہے قربت چاہتا ہے غرض جو کوئی خیال اوسکا مرید ہونے مین ہوتا ہے ویسا ہی
اوسکے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے مگر جس شخص کو کوئی نفسانی غرض ہوتی ہے اگر وہ مرشد کو قبل مرید کرنیکے
معلوم ہوجاتی ہے تو حتی الامکان مرید نہین کرتا اور اگر بعد کو معلوم ہوتی ہے یا اوسکی یہ خواہش
بعد ارادت کے پیدا ہوتی ہے تو وہ ہمیشہ اُس مرید غرضی سے متنفر رہتا ہو اس مرید غرضی کی یہ موجودہ
حالت جو ہوتی ہے وہ بھی گویا ایک منزل کہلاتی ہے اور اوسکو اصطلاح مین وحدت قہری کہتے ہین
اسکی مثال مین یہ لکھتا ہون کہ مثلاً کسی مرشد کی کوئی حسین عورت مریدہ ہے اور اوسکے عاشق کو یہ
معلوم ہوا تو وہ جاکے اس غرض سے اوسی مرشد کا مرید ہوا کہ ایک تعلق پیدا ہوجائے ایسے شخص کو
طریقت مین منافق کہنا چاہیے اوسکا انجام نیک نہین ہوتا بلکہ علاوہ عاقبت کے دنیا ہی مین اوسکو
نقصان شدید ہوتا ہے اور اگر محض توبہ کی غرض سے مرید ہوا ہے تو اوسکو ایک آدھ معمولی وظیفہ
بتا دیا جاتا ہے جس سے خدای تعالی توبہ کے نباھنے کی توفیق دیتا رہتا ہے اور پیر مرشد کامل کی صحبت سے
رفتہ رفتہ شوق عبادت بڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ اکثر ایسے لوگ آخر مین سالک ہوگئے ہین - اور
اگر اوسی خدا کا عشق ہے تو اوسکی تعلیم خاص طور پر طریقت کے اصول پر ہوتی ہے اول تو اوسکو مرشد
دیکھتا ہے کہ شریعت کی پابندی اور علوم ظاہری مین تو کچھ کمی نہین جسقدر کمی ہوتی ہے وہ پوری
کرائی جاتی ہے مثلاً جن سنتون کا تارک ہے اون سنتون پر عمل کرنیکی تاکید کیجاتی ہے یا اگر
مسائل شرع سے جو کہ ضروری ہین ناواقف ہے تو واقفیت دلائی جاتی ہے پھر ذکر و شغل اور خلوت
اور ان تمام شرائط طریقت کا عامل بنایا جاتا ہے جنکا ذکر ہمنے اوپر کیا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے

اگر مرشد خاص طور پر توجہ ڈال کے اوسکو ان تمام محنتون کا شوق دلا دیتا ہے جسکی وجہ سے اوسکے
قلب مین یہ بات پیدا ہو جاتی ہے کہ ان محنتون سے گھبراتا نہین بلکہ رقت اور لذت پیدا ہوتی ہے
اگر مرشد نہ ہو یا توجہ نکرے تو سو آدمیون مین صرف ایک آدمی ان محنتون کا متحمل ہو سکتا ہے اور بھی
وہ تاثیر جو ہونی چاہیے اور اسقدر جلد پیدا نہین چنانچہ ایک شخص کو مین نے بچشم خود دیکھا کہ ریاضت
و عبادت تو ایک طرف وہ نماز نہین پڑھ سکتا تھا لاکھ دل سے چاہتا تھا کہ نماز پڑھے مگر شیطنت
یا کاہلی یا سیاہی قلب اسقدر غالب تھی کہ نماز سیکڑون مرتبہ اوسنے شروع کی اور ہر مرتبہ اوس سے
چھوٹ گئی لیکن ایک عارف کامل سے رجوع کی اور یہ درخواست کی کہ نماز نہ چھوٹے اوس دن سے
پھر نماز ترک نہوئی تو مرشد کامل کی باطنی قوت مرید کے شریک حال ہو کر ان معاملات مین مدد دیتی ہے
اور ہر ایک محنت پوری ہو جاتی ہے بلکہ تمام برائیون اور خرابیون اور شیطان کے حملون سے
مرشد ہی مقابلہ کر کے مرید کو منازل طے کراتا چلا جاتا ہے صرف مرید کو اپنے مرشد کا معتقد اور
پابند حکم ہونا چاہیے ایک مثال اور یہ ہے کہ پاس انفاس مین اگر کوئی شخص بدون مرشد برسون
کوشش کرے تو بھی قلب ذاکر نہین ہوتا لیکن مرشد توجہ کرے تو ایک ساعت مین دل سے
لا الہ الا اللہ کی آواز آنے لگتی ہے غرض کہ مرشد ہی کی کارگزاری ہوتی ہے مرید برائے نام محنت کرتا ہے
قادریہ خاندان اپنے اصول سے تعلیم اوسے حکیمانہ طریقہ سے کرتے ہین اور اہل چشتیہ اپنے اصول پر
کامیاب دونون ہوتے ہین یہ بات مشہور ہے کہ اہل چشت بہت جلد فائز المرام ہوتے ہین مگر یہ بات
درحقیقت کسی خاندان کی تعلیم پر موقوف نہین بلکہ جسکو خدا چاہتا ہے وہ جلد کامیاب ہوتا ہے خواہ کسی
خاندان مین ہو اور اوسکے اسباب یہ ہوتے ہین کہ مرشد کامل مل جاتا ہے اور اوسکو محبت بھی ہو جاتی ہے
اور جسکو خدا نہین چاہتا وہ خواہ کسی سلسلہ مین ہو کبھی منزل مقصود کو نہین پہونچتا اور درِ اصل مدد خدا
و رسول کی ہوتی ہے مرشد البتہ ایک ذریعہ خاص ہوتا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہین
ابتدا مین جب مرید اوس ذکر کو شروع کرتا ہے جو اوسکے مزاج اور حال کے مناسب ہے تو کیفیات
شروع ہو جاتے ہین کسی کو رقت طاری ہوتی ہے کسی کو بیہوشی یعنی غشی کسی کو حال آجاتا ہے

ایک مبتدی کو مین نے دیکھا کہ ذکر مین اوسکو کیفیت ہوتی جو کہ خلوت مین کر رہا تھا تو اوسکی یہ حالت ہوئی
کہ ہزارون پٹخنیان کھائین اور در و دیوار پر اس زور سے اوس کا سر اور تمام اعضا لگتے تھے کہ بڑی سخت آواز
دور تک جاتی تھی لوگون کو جو کہ باہر تھے یہ خیال ہوا کہ تمام جسم زخمی ہوگیا ہوگا مگر جب وہ کیفیت
دور ہوگئی اور باہر نکلا تو کہین نشان بھی نہ تھا اور نہ کوئی تکان تھی اگر تھی تو اسقدر کم کہ دوسرون کو محسوس
نہین ہوتی تھی یہ کیفیات روز بروز بڑھتے جاتے ہین مگر ظرف و قوت بھی خدا کی طرف سے مرشد کی
معرفت عطا ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ جب مبتدی منتہی ہوجاتا ہے تو لوگون کو معلوم نہین ہوتا
کہ اس سالک کو کیفیت ہے یعنی مادہ ضبط اور ظرف بہت زبردست ہوتا جاتا ہی اور ایسی بڑی
بڑی کیفیتون کو وہ برداشت کرجاتا ہے یعنی اگر وہ کیفیتین پہاڑون پر ہون تو اونکے ٹکڑے
ہوجائین ان کیفیتون سے وصال بہت کم ہوتا ہے صرف چند اولیاء اللہ کو ہوا ہے جنمین سے
دو صاحبون کے واقعات مشہور ہین ایک حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
جنکو تقریبا چھ سو برس کا زمانہ گزرا اور دوسرے متاخرین ہین حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب
الہ آبادی حضرت خواجہ صاحب کو اس شعر پر وصال ہوا ؎ کشتگان خنجر تسلیم را ؛
ہر زمان از غیب جان دیگر است ؛ اور مولانا صاحب کا وصال اس شعر پر ؎ گفت
قدسی فقیری در فنا و در بقا ؛ خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی ؛ غرضکہ جب کیفیت ہوتی ہے
تو اوسوقت سالک کی گویا ایک منزل طی ہوتی ہے یا اوسکا راستہ ملتا ہے اور پھر مرشد کی تعلیم سے
دوسری منزل کا پتہ چلتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہی کہ سالک کو ایک ہی منزل مین عرصۂ دراز گذر جاتا ہے
اور اوسکے بہت سے وجوہ ہوتے ہین جنکا اپنے اپنے موقع پر ذکر ہوگا یہان اب ہم صرف اون امور کا
ذکر کرین گے جو کہ اصول طریقت سے متعلق ہین اور وہ یہ ہین کہ دو درجے بہت بڑے اصولاً
طریقت مین ہوتے ہین ایک کو تصفیۂ قلب کہتے ہین دوسرے کو تزکیۂ نفس انکا بیان بھی اپنے اپنے
موقع پر ہوگا مگر یہ امر قابل اظہار ہے کہ یہ دونون درجے اونھین اصول کے ذریعہ سے حاصل ہوجاتے
ہین جنکا بیان ہم فصل ششم مین کر چکے ہین اور اون پر اضافہ جن امور کا ہوتا ہے وہ یہ ہین کہ جسقدر

عبادت ہو بے ریا ہو اگر ریائی عبادت ہوتی ہے تو طریقت کے مدارج ہونا ایک طرف شریعت کے
مدارج بھی طے نہین ہوتے چنانچہ قرآن وحدیث مین جو مذمتین ریا کی ہین وہ صاحبان علم شریعت کو
بخوبی معلوم ہین مگر طریقت مین چونکہ شریعت کی تمام باتون کا جوہر یا عطر نکالا گیا ہے تو ریا کے
معاملہ مین بھی وہی حالت ہے مین حتی الامکان اوسکے اظہار کی کوشش کرتا ہون اہل عقل
انشاء اللہ تعالی سمجھ جائینگے اور مین شریعت کی روسے ریا کے متعلق جو احادیث ہین اونکا ذکر کرتا ہون
پھر طریقت کی روسے لکھونگا حدیث مین ہے کہ ریا عبادت کو باطل کرتی ہے اور اوسکی صورت یہ ہے
کہ اگر ریا پہلے سے دل مین ہے تو عبادت بالکل باطل اور اگر بعد کو پیدا ہو تو ریا کا عذاب ہوگا
اور عبادت کا بھی اجر ملیگا اور اسکو ریائی جلی کہتے ہین ریائی خفی یہ ہے کہ عابد کی اگر لوگ تعریف کرین
اور وہ خوش ہو تو یہ بھی ریا ہے کیونکہ خدائی تعالی قیامت مین علما سے کہیگا کہ تم کس چیز کا اجر ہم سے
چاہتے ہو علم وفضل۔ تو اسکا عوض تمکو دنیا ہی مین ملگیا کیونکہ لوگون کی تعظیم وتکریم پر خوش ہوتے تھے
اس سے زیادہ خفی ریا کی صورتین ہین اور اونکا پتہ بھی احادیث سے چلتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی عبادت
کرے اور لوگ اوسکی تعظیم وتکریم کرین اور وہ خوش نہو لیکن اسبات پر خوش ہو کہ مین خوش نہین ہوا
تو یہ بھی ریا ہے مگر اسی مقام سے شریعت وطریقت کا تعلق شروع ہوتا ہے یعنی یہ کمال شریعت ہے
کہ خوش ہونے پر بھی نہوا اور یہی طریقت کی منزل اول ہے مگر اہل طریقت نے اس امر پر غور کیا ہے
کہ ریا کے اسقدر خفی درجے کسی عابد سے اوسوقت تک چھوٹ نہین سکتے جب تک یا تو نفس
بالکل مردہ نہوجائے جسکو تزکیہ نفس کہتے ہین اور یا حالت بیہوشی نہو چنانچہ جسوقت کیفیت طاری ہوتی ہے
اوسوقت کسی چیز کا ہوش نہین رہتا ریا کا ذکر کیا ہے اور ایسی کیفیتون کے حاصل کرنے کے لیے
کاملین نے جو ذکر وشغل احادیث وغیرہ سے لیے ہین اوسکو اشغال اور اذکار کہتے ہین ریا کا
مفصل بیان آیندہ ہوگا مگر اب دوسرے امور جو کہ تزکیہ نفس وتصفیہ قلب کے لیے لازم ہین
مذکور ہوتے ہین اونمین سے ایک خاموشی بھی ہے اور اسکا ذکر بھی احادیث مین بکثرت موجود ہے
اور آنحضرت نے کلام کو حتی الامکان بے انتہا منع فرمایا ہے یہانتک کہ خاموشی کو عبادت فرمایا ہے

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت معاذ سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاموشی کا عمل سب سے بڑھکر ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ انسان کا بڑا حصہ گناہون کا زبان کے باعث سے ہوتا ہے اور ایک جگہ فرمایا ہے کہ آپ یہان بہترین عبادت خاموشی ہی حضرت عیسی سے کسی نے پوچھا کہ جنت مین جانیکی سہل تدبیر بتایئے آپنے کہا بولا نکرو لوگون نے کہا غیر ممکن ہے تو آپنے کہا اچھا سوا نیک بات کے اور کچھ نہ کہو اور یہ بھی کہا کہ اگر دس حصے عبادت کے کیے جائین تو نو حصہ خاموشی ہے اور ایک حصہ مین دوسری عبادتین حضرت صدیق اکبر منہ مین سنگریزے جمع رکھتے تھے کہ بات نکر سکین حضرت ابن مسعود کا قول ہے کہ قید مین رہنے کے لیے زبان سے بہتر کوئی نہین۔ ربیع بن خثیم نے بیس برس تک کسی سے بات نہین کی جو کچھ کہنا ہوتا نہایت ضروری وہ لکھکر دیتے اور شام کو روزانہ غور کرتے کہ مین نے کچھ بری بات تو نہین لکھی حدیث مین ہے کہ امر فضول کہنا حسن اسلام سے خارج ہے اور بہت باتین ایسی ہوتی ہین جنسے دوسرا شخص گنہگار ہوتا ہے یہ بھی اُسکے نامۂ اعمال مین لکھا جاتا ہے حضرت لقمان حضرت داؤد کے پاس روز جایا کرتے تھے اور وہ زرہ بنایا کرتے تھے مگر اونکی سمجھ مین نہ آتا تھا کہ یہ کیا چیز ہے فضول سمجھکر پوچھتے نہ تھے جب سال بھر کے بعد زرہ تیار ہوئی تو اونکو معلوم ہوا کہ یہ اس کام کی چیز ہے۔

طریقہ بیعت چشتیہ (چشتیہ اور دیگر خاندانون مین بیعت کرنیکا اصول قاعدہ ایک ہی ہے بہت ہی تھوڑا فرق ہے اسیلیے صرف چشتیہ طریقہ تحریر کیا جاتا ہے

اول جس روز مرید ہونیکا ارادہ ہو اوسکی شب تمام رات بیدار رہے اور توبہ و استغفار اور عبادت گریہ وزاری مین مصروف رہے اور خدا سے دعا کرے کہ مجھے مرید ہونیکی توفیق دے اور توفیق دے کہ مین مرشد کا تابعدار مَن وعَن رہون اور میرے مرشد کو میری محبت ہو اور مجھپر عنایت رہے بہتر روز مرید ہونیکا یوم پنجشنبہ یا دوشنبہ ہی ورنہ جو یوم ہو اچھا ہے مرید ہونیکے وقت غسل کرنا چاہیے اور دو رکعت نماز نفل پڑھنا چاہیے بنیت استخارہ مرید ہوتے وقت روبقبلہ اور جانب سجادہ مرشد بیٹھے اور اوسوقت پیر کو لازم ہے کہ اپنے پیر بھائیون اور مریدون اور مرید بعد بیعت کے

اعزا یا احباب جو کہ جمع ہو سکیں اونکو جمع کرے اور مرید کو سامنے بٹھا کے کلمۂ توحید و کلمۂ شہادت
و استغفار پڑھائے اور ایک مقراض لیکر پیشانی کا ایک بال اور ایک بال راست کا اور ایک چپ کا
ان تینوں بالوں کو ایک ایک کرکے تراشے اور خدا سے دعا کرے کہ خداوندا یہ تیرا بندہ گریختہ پھر تیری پاس
آیا ہے اور اب بھاگنے سے توبہ کرتا ہے تو اسے اپنے آغوش کرم میں لے اور خطائے گذشتہ کو معاف فرما
اور آیندہ نیکی کی توفیق دے اور کچھ شیرینی پر فاتحہ اپنے مرشدونکا دیکر مرید کو اپنے ہاتھ سے کھلائے
اور باقی کو لوگوں میں تقسیم کردے اور ایک کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ بعد بال کاٹنے کے غسل کرنا چاہیے
غرض مرید اپنا ہاتھ مرشد کے ہاتھ میں دے اور مرشد اوسکا ہاتھ لیکر پھر ہمیشہ اوسکا خیال رکھے
بعد اوسکے مجمع ختم ہو جائے تو خلوت میں بلائے اور اب مرشد کو لازم ہے کہ توجہ باطنی سے اوسکے
تمام احوال باطن کو ملاحظہ کرے جو نقص اور جو ضرورت ہو اوسکے مطابق اوسے تلقین کرے
جاننا چاہیے کہ ذکر اصولا چار طرح پر ہے اول لا الہ الا اللہ دوم سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ
الا اللہ واللہ اکبر سوم لا الہ الا اللہ اور چوتھا صرف اللہ انہیں ہر چہار اذکار کی بہت سی
شرطیں ہیں اور مختلف ترکیبیں ہیں جنسے سیکڑوں طرح کا ذکر پیدا ہوتا ہے اور ہر ایک کی تاثیر بھی
پیدا ہے اور بعض اذکار کے نام بھی علیحدہ رکھدیئے گئے ہیں مثل پاس انفاس اور سلطان الاذکار
وغیرہ کے اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ شریعت میں جو امور کہ سنت اور نفل ہیں وہ طریقت میں
فرض و واجب ہیں چنانچہ اگر ان پر عمل نہ کرسکا یعنی شریعت کی ان سنتوں اور طریقت کے ان فرائض کو
ادا نہ کرسکا تو یہ طریقت کا سالک ہرگز نہیں بلکہ ابھی شریعت ہی میں کامل نہیں ہوا مثلاً خلوت میں رہنا
ہمیشہ باوضو رہنا باتیں کم کرنا رذائل امور سے پرہیز کرنا روزے رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب مسنون
اعمال ہیں طریقت میں یہ سب فرض ہیں اور صرف چشتیہ ہی میں نہیں بلکہ تمام خاندانوں میں
ہر ایک سنت پر عمل کرنا فرض ہے اگر ایک مرتبہ بھی تارک سنت ہوا فقیروں کے زمرہ میں نہ رہیگا
چنانچہ چند حضرات کے واقعات مثالاً لکھتا ہوں اول یہ کہ حضرت نے ایکمرتبہ ایک پاؤں لیٹے خلوتخانے
سے باہر نکالا غیب سے آواز آئی کہ اے یہی ہمارے تیرے عہد تھا فوراً انہوں نے چھری لیکر اپنی ٹانگ

جڑ سے کاٹ ڈالی اور پھر تمام عمر شرمندگی کی وجہ سے آسمان کو منہ اوٹھا کے نہین دیکھا کہ کیا منہ لگا کے سر اونچا کرین ایسا ہی واقعہ حضرت کا ہے کہ اونھون نے ایک مرتبہ اشراق کی نماز مین کوتاہی کی اوسکے بعد سے پھر کبھی نماز قضا نہوئی۔

فصل نہم
عہدہاے طریقت

ابدال اوتاد غوث قطب یہ چار بڑے عہدے صاحبان خدمت کے مقرر ہین اونکے ماتحتین بے شمار ہین جیسا کہ انتظام ظاہری مین ڈیہہ لے سے لیکر ایک کانسٹبل تک صاحب خدمت ہوتا ہے تو سب ادنے و اعلے عہدہ دارون کے اختیارات و حالات کا بیان کرنا ایسے چھوٹے سے رسالہ مین غیر ممکن ہے مگر ہان بڑے عہدون کا بیان کیا جاتا ہے آسمانون سے جو صاحبان خدمت متعلق ہوتے ہین ہم اونکو ابدال کہتے ہین اور اونکے حالات یہ ہین ابدال سات ہوتے ہین اور تمام آسمان و زمین کے بھی سات سات حصے ہین چنانچہ ہفت اقلیم ہین سے پہلی اقلیم کے ابدال کو ساتوین آسمان سے تعلق ہے اور وہین سے احکام اوسکے لیے صادر ہوتے ہین اور اسی آسمان کے روحانیت سے اقلیم اول متعلق ہے یہان کا ابدال حضرت خلیل اللہ کا ہمقدم ہوتا ہے دوسرے اقلیم چھٹے آسمان سے وابستہ ہے اور وہان کے روحانیات و کواکب سے اس اقلیم دوم کو تعلق ہے اور اوسکے انوار کا پرتو اس اقلیم پر پڑتا ہے یہان کا ابدال حضرت کلیم اللہ کے ہمقلب ہوتا ہے اسیطرح تیسری اقلیم پانچوین آسمان سے اور اوسکا ابدال حضرت ہارون کے ہمرنگ ہوتا ہے جسکی حمایت تائید نور محمدی سے ہوتی ہے چوتھی اقلیم چوتھے آسمان کی محکوم ہے یہان کا ابدال حضرت ادریس کا تابع ہوتا ہے اور حضرت ادریس قطب الاقطاب ہین اور تمام اقطاب روی زمین انھین کی نیابت مین ہوتے ہین پانچوین اقلیم تیسرے آسمان کے ماتحت ہے اس اقلیم مین اسیکے آسمان کے کواکب کے خواص اور پرتو ہین اور یہان کا ابدال حضرت یوسف ؑ کا ہمقدم ہوتا ہے چھٹے اقلیم آسمان دوم سے متعلق ہے یہان کا ابدال حضرت عیسیٰ اور حضرت یحیی کا ہمعنان ہے ساتوین اقلیم فلک اول سے وابستہ ہے یہان کا ابدال آدم علیہ السلام کے قلب سے مستفیض ہوتا ہے - اوتاد چار ہوتے ہین

وہ چارون سمتون کی حکومت وانتظام کے لیے معین ہوتے ہین غوث وہ حاکم ہوتا ہے جسکی عدالت مین دادرسی وفریادرسی ہوتی ہے انتظام ممالک اوس سے متعلق نہین بلکہ عدالتون کا افسر ہر ملک مین ایک غوث ہوتا ہوا ور تمام اقلیم کا ایک غوث ہوتا ہے اور تمام دنیا کا ایک غوث ہوتا ہے جسے غوث الاعظم کہتے ہین ـ

اقطاب ـ کئی طرح کے ہوتے ہین ایک قطب ہر شہر مین ہوتا ہے اور ایک ہر ملک اور ایک ہر اقلیم کا اور قطب الاقطاب وہ عہدہ ہے جو تمام روی زمین اور ساتون آسمانون پر حاکم ہوتا ہے جملہ عہدہ دار اوسکے ماتحت ہوتے ہین اور ہیجدہ ہزار عالم کی حفاظت اوسکے ذمہ ہے مگر عالم غیب وعالم شہادت کو دو امامون سے ہوتی ہے قطب کی ادنے مدت تین۳ سال ہے اور زیادہ سے زیادہ بتیس سال چار ماہ قطب الاقطاب جسوقت نیا آتا ہے تو پہلے سب سے عقل اول اوسکی بیعت کرتی ہے پھر ارواح پھر ساکنان آسمان اور پھر عناصر اور پھر تمام مخلوقات جنات وغیرہ وغیرہ حسب مرتبہ بیعت کرتے ہین حضرت شیخ اکبر فرماتے ہین کہ جب ارواح بیعت کرنے آتے ہین تو قطب الاقطاب سے ہر روح علم آلہیات مین ایک ایک سوال کرتی ہے یہ تحقیق ہے کہ حضرت غوث الاعظم قطب الاقطاب تھے علاوہ ان چار کے افراد بھی ہوتے ہین یہ افراد اگرچہ قطب الاقطاب کے ہمپلہ ہون مگر نہ وہ قطب ہوتے ہین اور نہ وہ بیعت قطب کرتے ہین کیونکہ وہ مرتبہ اور قابلیت مین قطب کے برابر ہوتے ہین

فصل دوم
انجام ونتیجۂ طریقت

جسطرح ہر ایک کام کے دو۲ نتیجہ ہین ایک بحالت کامیابی دوسرا بحالت ناکامی اسیطرح طریقت کے بھی ہوسکتے ہین مگر طریقت کی کامیابیان اور ناکامیان دونون متعدد بلکہ بکثرت ہین اور اوسکی مختصر تفصیل یہ ہو کہ مثلاً اگر منازل طریقت ہین تو جس منزل پر سالک پہونچ کے رہجائے وہی اوسکا نتیجہ کامیابی ہے اس حساب سے جتنے مقامات ہین اوتنے ہی نتیجہ ہوے اور اکثر اہل طریقت ایسے ہی ہوتے ہین کہ کسی مشاہدے سے سیر ہوجاتے ہین یا کسی کرامت سے خوش ہوجاتے ہین تو وہ آگے بڑھنے کے لیے بیتاب نہین ہوتے اور جب تک عاشق کو بیقراری نہوگی اوسوقت تک آگے نہ بڑھیگا تو گویا اونکی ترقی مسدود ہوجاتی ہے مگر جسکو

اللہ اپنی طرف بلاتا ہے وہ برابر چلا جاتا ہے۔
اب رہے ناکامی کے نتیجے سب سے خراب نتیجہ جو کسی کا ہوسکتا ہے وہ اون اہل طریقت کا ہوتا ہی
جو کوئی امر خلاف شرع خواہش نفسانی وطلب دنیا کی وجہ سے کرنے لگتے ہین یا اپنے پیر سے
منحرف ہوجاتے ہین انکا ٹھکانا اسفل السافلین ہین بھی نہین کیونکہ اس سے بڑھکے کوئی گناہ
طریقت مین نہین اور وہ لوگ جن سے مرشد کمال ناراض ہوجائے یہانتک کہ بد دعا کرے
یا جس شخص کو کسی ولی کامل سے دشمنی ہوجائے وہ بھی مثل شیطان کے مردود ہوجاتا ہے

۵ گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد | میلش اندر طعنۂ نیکان زند

ایک اعتبار سے خدا کا ملنا سہل ہے اور ایک اعتبار سے مشکل ہے قربت اوسکی رگ گردن
اور رگ قلب سے زیادہ ہے اور دوری اوسکی اسقدر ہے کہ جسقدر ازل سے ابد دور ہے
قواعد کے رو سے طریقت کی حالت اور شریعت کے تعلقات اور حقیقت ومعرفت کے
معاملات ذیل کی مثال سے واضح ہونگے۔
معرفت گویا معشوق ہے اور حقیقت اوسکا محل ہے اور طریقت اوسکی راہ ہے اور شریعت
زاد راہ وتوشہ وسامان سفر وغیرہ ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی مسافر کسی شخص سے ملنے کو
چلتا ہے اور اوسکی منزل بہت دور دراز برسون کی راہ ہوتی ہے تو وہ گھر سے بہت کچھ روپیہ
اور ہر موسم کے لیے لباس اور بستر اور رستہ کیلیے کھانا اور ظروف ضروری اور اسلحہ چلنے
قزاقون سے بچاؤ اور اپنی حفاظت ہو یہ سب اسباب ہمراہ لیچلتا ہے اور چونکہ کبھی اس سے پہلے
وہ اس راستے سے واقف ایسا نہین تھا کہ کبھی اپنی آنکھ سے تمام مقامات راہ دیکھے ہون
اور اپنے پیرون سے چلا ہو اسلیے ایک ایسے شخص کی بھی ضرورت ہے جو کہ بخوبی اس راستے سے
واقف ہو اور متواتر ادھر سے گزرا ہو اور لوگون کو پہونچا چکا ہو ایسے رہبر کو مرشد وپیر کہتے ہین
اور اوس سامان کو اوامر ونواہی شریعت اور اسلحہ کو علوم وعقول کہتے ہین کیونکہ علم وعقل ہی کے
ذریعہ سے شیطان سا قزاق نفس سا چور مغلوب ہوسکتا ہے اور ان دونون کی کیفیت یہ ہے

کہ نفس کو گھر سے ساتھ ہو لیتا ہے بلکہ ہر وقت ساتھ لگا رہتا ہے اور شیطان مع اپنے ذریات کے
اوس راہ مین رہزنی کے لیے تیار ہو جاتا ہے اوسوقت علم و عقل کے اسلحہ کام آتے ہین اگر
اس مین کمی ہوتی ہے تو شیطان غالب ہو جاتا ہے اور اکثر موقعون پر مرشد مدد کرتا ہے
کیونکہ اکثر علم و عقل کو بھی مغلوب ہو جانا پڑتا ہے غرض یہ کہ شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت
وغیرہ کی بالکل یہی حالتین ہین اور جس چیز مین کمی ہوتی ہے اوسیکے حساب سے نتیجہ خراب نکلتا ہے
کیونکہ اگر اسلحہ کمزور ہون یا رہنما کا ہاتھ چھوٹ جائے یا راہ مین پہاڑون دریاؤن جنگلون غارون
درندون اور گزندون سے ضرر پہونچے تو اس دور و دراز راہ مین کوئی تعجب نہین

فصل یازدہم
منتہائے طریقت

منتہائے طریقت اور انجام طریقت کے الفاظ قریب قریب ہین
اور مفہوم بھی قریب ہے مگر پھر بھی فرق ہے اسلیے یہ فصل قائم کی گئی
اصل یہ ہے کہ ایک اعتبار سے طریقت کا کوئی منتہا نہین اور جو ہے اوسے کوئی نہین جانتا
اور جو جانتا ہے وہ بتا نہین سکتا نہ وہ اپنے ہوش مین رہتا ہے مگر جسقدر بیان مین آسکتا ہے
انشاءاللہ تعالی وہ بیان کیا جائیگا دوسرے اعتبار سے طریقت کا منتہا حقیقت ہے
کیونکہ جسقدر منازل تصوف ہین اور وہ بے شمار ہین اونکے چار حصے بڑے کر دیے گئے ہین
شریعت طریقت حقیقت معرفت تو اس حساب سے شریعت کا منتہا طریقت ہے اور طریقت کا
منتہا حقیقت ہے اور حقیقت کا منتہا معرفت ہے گویا معرفت آخری منزل ہے یا ایسی راہ ہے
جسکے بعد راستہ نہین اور اگر ہے تو اوسکا علم نہین اور اگر علم ہے تو اوسکا عالم واقف اپنے
ہوش مین نہین اور اگر اپنے ہوش مین آئے بھی تو جسوقت وہ ہوش مین آیا اوسوقت وہ اوس مقام پر
نہ رہا اور چونکہ وہ منتہای معرفت پر بحالت بیخودی و بیہوشی تھا اسلیے وہ جانتا ہی نہین کہ وہ
کیا حالت تھی کونسا مقام تھا اور کیسا تھا اور اگر کوئی ایسا زبردست صاحب ظرف کامل المعرفۃ
اللہ نے پیدا بھی کیا جو کہ اوسکا عالم بحالت ہوش و حواس رہے تو وہ راز ہے اوسکا بیان کرنا
کفر ہے چنانچہ افشاء سر الربوبیۃ کفر سے یہی مقامات مراد ہین جو کہ بصیغہ راز ہین اور اگر یہ بھی

فرض کر لیا جائے کہ کفر نہوتا تو بھی وہ بیان مین نہین آسکتا کیونکہ وہ عالم باطن کا بطون در بطون ہے اور عالم باطن کے ادنی یعنی بالکل ظاہری اشیا و واقعات بھی بیان سے تعلق نہین رکھتے کیونکہ نکات والفاظ وعبارات والسنہ جو کچھ ہین وہ سب عالم ظاہر کے اشیا کے اظہار کے لیے وضع ہوے ہین عالم باطن کے لیے الفاظ موضوع نہین ہوے چنانچہ سات بطن کلام مجید کے بھی ہین باطن در باطن مگر چونکہ وہ عالم باطن سے متعلق ہین اسلیے وہ عالم باطن مین نہین آسکتے تو بس ان امور کو ملحوظ رکھکے۔

آب جاننا چاہیے کہ ہر شخص کا منتہائے طریقت وہ مقام ہے جہان وہ ٹھہر جاے اور اسکے آگے نہ بڑھے یا نہ بڑھ سکے اور اسکی چند صورتین ہین اول یہ کہ قوت روحانی کی ترقی کسیوجہ سے بند ہو جائے تو وہ جس مقام پر پہونچ چکا ہے اوسکے آگے نہ بڑھ سکیگا اور قوت روحانی کی ترقی ان امور پر موقوف ہے کہ جو ریاضت و ذکر و شغل و فکر و تصفیہٴ قلب و اصول و قواعد طریقت و آداب طریقت و اغذیہ و پرہیز وغیرہ سے تعلق رکھتے ہین کیونکہ یہ سب امور روحانی قوتین بڑھانے مین بڑی مدد کرتے ہین اگر انہین سے کوئی فروگذاشت ہو رہے گا تو روحانی ترقی نہوگی اور جب روح کی قوت ترقی پذیر نہوگی تو سالک آگے نہ بڑھ سکیگا لہذا جس مقام پر پہونچگیا وہی اوسکا منتہا ہوگیا اور اگر خلاف ان امور کے کرتا رہیگا تو رجعت ہوتی جائیگی جب خلاف کرنا چھوڑ دیگا تو رجعت موقوف ہو جائیگی ورنہ رجعت اس حد تک ہو جائیگی کہ اوسکی بھی انتہا نہین دوسری صورت یہ ہے کہ جسقدر ظرف جس سالک کا ہے وہ اسی مقام تک پہونچ سکتا ہے آگے نہین بڑھسکتا اسکی ایک خاص وجہ ہے وہ یہ کہ جب ظرف بھر جاتا ہے اور اوسمین گنجائش بڑھنے کی نہین رہتی تو مشاہدہٴ تجلیات سالک کو متحیر کر دیتا ہے اور اس عالم مین لا کر ڈالدیتا ہے جس مین وہ ہمیشہ کے لیے رہجاتا ہے اوسکو عالم حیرت کہتے ہین بس پھر ترقی موقوف ہو جاتی ہی اور وہی مقام کہ جو اوسکے مشاہدہ مین بحالت حیرت رہتا ہے اوسکا منتہا ہے تیسری صورت منتہای طریقت کے قائم ہو جانیکی یہ ہے کہ سالک کسی مشاہدہ پر قانع ہو جائے اور اوسکے

قلب کو وہ تسکین ہو جائے جو کہ ایک عاشق کو دیدار سے ہو جاتی ہے ہر چند کہ عاشقون کو دیدار کے
بعد گفتگو اور قربت کی خواہش بڑھتی جاتی ہے مگر ممکن ہے کہ کسیکا عشق محدود ہو اور صرف
دیدار سے اوسکو مستقل تسکین ہو جاوے تو ایسا ہی سالکون مین بھی ممکن ہے کہ کسی تجلّی کے
مشاہدہ سے مستقل سکون ہو جائے اور وہ آتش شوق جو روز بروز مشتعل ہوتی جاتی تھی دفعتہ
کافور ہو جائے تو وہی مقام (مشاہدہ) اوسکا منتہا ہو جائیگا مگر یہ صورت کم واقع ہوتی ہے
کیونکہ ہر ایک عشق مین خواہ وہ مجازی ہو یا حقیقی بشرطیکہ صادق ہو قدرۃ ترقی پذیر ہوتا جاتا ہے
بلکہ اوس عشق کے صادق ہونے مین کلام ہے جو ترقی پر نہو تاہم ایک صورت یہ بھی ہے
کہ کسی نعمت حسن سے وہ سیراب ہو جائے گو ایسا کم ہو۔

یہ تو منتہای طریقت کا بیان تھا اب اسی مقام پر مختصر ذکر منتہای حقیقت کا بھی آنا چاہیے وہ اسطرح
کہ حقیقت بھی ایک راہ ہے جو کہ عالم باطن مین گئی ہے اور ہر عالم باطن ایک دلچسپ مقام ہے
جہان کی سیر مین سالک کی عمر ختم ہو جائے وہی اوسکا منتہا ہے مگر طریقت کے ابتدائی مقامات
ایسے ہین جن مین اگر عمر ختم ہو جائے تو انسان بعد مرنیکے یہ لازم نہین کہ آگے بڑھ سکے بخلاف
اہل حقیقت کے کہ خواہ وہ کسی مقام پر فوت ہون ہر مقام پر آزاد ہین مقید ہرگز نہین اور اونکے
تصرفات بھی نامتناہی ہین (اندرون حقیقت) دوسرا منتہا حقیقت کا یہ ہے کہ ظرف اوسکو
قبول نکرے یعنی سالک اپنے ہوش وحواس کو کھو دے اور حیرت طاری ہو جائے جیسا کہ طریقت مین
بیان ہوا تو وہ بھی اوسکا منتہا ہو جائیگا اور ایک صورت منتہا کی یہ بھی ہے کہ اپنی حقیقت سے
کماحقہ آگاہ ہو جائے جسوقت اپنی حقیقت سے واقف ہو گیا تو یہ اصلی منتہای حقیقت ہے
مگر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اب اسکے آگے کوئی اور اصلی منتہا حقیقت نہین مطلب اسکا یہ ہے کہ
ابتک جو منتہا بیان ہوے وہ سب عارضی تھے مگر یہ منتہا اصلی ہے کہ انسان اپنی اور اپنے
نوع کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے کیونکہ یہ مقام نہایت مشکل ہے یہان رسائی اوسیوقت
ہو سکتی ہے جبکہ کامل و اکمل ہو اور اسکا مفصل بیان انشاءاللہ تعالی باب حقیقت کے

فصول مین آئیگا اس فصل مین صرف اتنا کہنا اور یاد دلانا اور باقی ہے کہ منتہائی معرفت عقل و قیاس اور بیان سے باہر ہے جسکا خلاصہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین البتہ ہم بھی کہتے ہین اور ہر شخص کہسکتا ہے کہ آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد ❊ یا یون کہا جائے کہ منتہای معرفت مین انسان انسان نہین رہتا بلکہ اپنی کسی حیثیت مین نہین رہتا گو ظاہر مین قالب انسان ہو

فصل دوازدہم
ذکر و شغل

ذکر ادن الفاظ کو کہتے ہین جنکے پڑھنے سے معبود مطلق اور مقصود برحق کی یاد آوری ہوتی ہے اور اظہار عبودیت و پرستش ہوتا ہے، اسکی تین حالتین ہین اول یہ کہ محض زبان سے دوسرے محض قلب سے تیسرے زبان و قلب دونون سے سب سے کمتر درجہ ذکر کا وہ ہی کہ صرف زبان سے ہو اور سب سے بہتر یہ ہے کہ زبان و قلب دونون سے ہو کیونکہ زبان جو ایک عضو انسانی ہے اگر صرف اوس سے ذکر ہو اور قلب سے بالکل نہو تو گو کمتر ہے مگر تین وجہون سے خالی از فائدہ نہین اول یہ ہی جو عضو جسوقت خدا کی طرف متوجہ ہے وہ اوسوقت بہتر اوس حالت سے ہے کہ ماسوا کیطرف متوجہ ہو ایک تو اسلیے ذکر لسانی خالی از فائدہ نہین دوسرے یہ امر کہ اگر بکثرت زبان سے ذکر کیا جاتا ہے تو چونکہ زبان و قلب مین تعلق ہے اسلیے کبھی نہ کبھی قلب بھی اسکی وجہ سے ذاکر ہو جاتا ہی اوسکے علاوہ جب ہمیشہ زبان ذاکر رہیگی تو ایک نہ ایک مرتبہ قلب کو شرم آئیگی اور وہ بھی متوجہ ہوگا تیسری بات یہ ہے کہ خود ذکر گو وہ لسانی ہو ایک عرصہ کے بعد اوسمین یہ تاثیر قدرتًا ہی کہ قلب کو اپنی طرف متوجہ کرلے اور چوتھی بات یہ ہے یا یون کہا جائے کہ اوسکی تشریح ہے کہ ذکر جس شی کا بکثرت ہو آخر مین اوسکی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور جب محبت ذرہ برابر بھی ہو تو وہ عشق کی حد مین آجاتی ہے ان وجوہ سے محض زبان سے بھی ذکر خالی از فائدہ نہین مگر یہ فائدہ طریقت مین کچھ زیادہ مفید نہین بلکہ جب تک قلب بھی شریک نہو خارج از طریقت ہے چنانچہ شریعت مین جیسا کہ زبان سے عبادت کرنا فرض ہے اوسی طرح طریقت مین قلب سے ابتدی شریعت وہ ہے جو محض زبان سے ذکر خدا کرتا رہے اور منتہی شریعت وہ ہے جسکے ذکر مین زبان کے ساتھ قلب بھی شریک ہو اور مبتدی

طریقت کی یہ صفت ہے کہ زبان و قلب مین قلب ٹھیک غالب ہو اور خفی طریقت صرف
قلب سے ہمیشہ ذاکر رہتا ہے کوئی سانس خالی از ذکر نہین ہوتی خواہ سوئے یا
جاگے یا چپ رہے یا باتین کرے۔

جاننا چاہیے کہ ذکر کے لفظون کی دو حالتین ہین اول یہ کہ وہ اذکار جو قرآن و حدیث مین صاف
صاف مذکور ہین دوسرے وہ الفاظ جنکو بزرگان دین نے مرتب کیا ہے ہرچند کہ یہ سب
الفاظ جو بزرگون نے مرتب کیے ہین بزرگی مین اوس مرتبہ پر نہین ہین جس مرتبے پر خدا اور رسول کا
کلام ہے مگر انکی بھی تاثیر نہایت زبردست ہے اور اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ خاص حالت مین
اونکے مونہہ سے وہ کلمات نکلے ہین اور وہ خاص حالت تاثیر کے لیے مخصوص ہے دوسری بات
یہ ہے کہ کسیکی مدح و ثنا مین وہ کلمات زیادہ حرارت پیدا نہین کرتے جو منقول ہون بلکہ وہ جو کہ
اپنے جی سے نکلین چنانچہ وہی کلام داخل ذکر و شغل ہوگیا اول اون اذکار کا ذکر کیا جاتا ہے جو منقول ہین
اللہ یہ اسم ذات ہے جو تمام تاثیرون پر حاوی ہے اسی سے ابتدا ہے اور اسی پر انتہا ہے
اسکے طریقے بے شمار ہین اور ہر خاندان مین ایک خاص طریقہ اسکے ورد کا ہے کوئی حبس دم
ساتھ کرتا ہے کوئی بدون حبس دم کوئی لفظ ہا پڑھتا ہے کوئی صرف اللہ اسکے
تصورات بھی مختلف ہین دماغ و سینہ و قلب جابجا تصورات قائم کیے جاتے ہین۔ دوسرا ذکر
لا الہ الا اللہ اسکے طریقے بھی بہت سے ہین چنانچہ ایک طریقہ پاس انفاس کہلاتا ہے
وہ یہ ہے کہ جب سانس اندر کرے تو لا الہ کہے اور جب باہر نکالے تو الا اللہ کہے
اسیطرح برابر سلسلہ وار شغل کرے ایک زمانہ کے بعد قلب خود بخود بلا قصد ذاکر ہو جاتا ہے اور اگر
مرشد کی توجہ ہوتی ہے تو جلد سے جلد یہ بات پیدا ہو جاتی ہے اور چند مرتبہ لا الہ الا اللہ
کہنے کے بعد محمد رسول اللہ بھی کہنا ضرور ہے علاوہ ان دو ذکرون کے تسبیحین مختلف ہین
منجملہ اونکے چند کا ذکر کیا جاتا ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر
اسکی حدیث مین بہت تعریف ہے اور اس ذکر کے ذاکر کو بڑے مراتب ہین علاوہ اسکے

ایک ذکر یہ ہے سبحان اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور ایک آیۂ کریمہ بھی ہے مگر وہ خاص خاص لوگون کو بتائی جاتی ہے ہر ایک کو نہین - اسی طرح کے اذکار بھی منقول ہین اور اس مین بعض مقام پر الفاظ کا تقدم و تاخر بھی ہے -

دوسرے قسم کا ذکر جو کہ منقول نہین ہے اوسمین سے اول تو اکثر دعائین ہین جیسے کہ اللھم انت الرب وانا العبد فمن یرحم العبد الا الرب یا رب الخ دوسری قسم یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کے بدلے اول تو لا معبود الا اللہ پھر ایک مقام پر لا موجود الا اللہ کہنا ہوتا ہے - ترکیب ذکر اپنی اپنی جگہ پر آئیگی -

ذکر و شغل ذکر کے بہت اقسام ہین جو ضروری ہین وہ بیان مین آتے ہین ایک طرح پر ذکر کی چار قسمین حسب ذیل ہین ذکر ناسوتی ذکر ملکوتی ذکر جبروتی ذکر لاہوتی ہر ایک قسم کی دو تعریفین ہین چنانچہ ذکر ناسوتی ایک تو اوسکو کہتے ہین جو کہ زبان سے ادا ہو اور دوسری ذکر ناسوتی یہ ہے لا الہ الا اللہ ذکر ملکوتی ایک تو اسے کہتے ہین کہ دل ذاکر ہو دوسری الا اللہ ذکر جبروتی اول وہ ہے کہ روح سے ذکر ہو دوسرے اللہ کو بھی ذکر جبروتی کہتے ہین ذکر لاہوتی اول ذکر سر کو کہتے ہین دوسرے ہُو ہُو کو بھی کہتے ہین -

ذکر کے چند نام ہین اور ہر ایک کا جدا طریقہ ہے منجملہ اونکے حسب ذیل ہین نفی و اثبات اور وہ لا الہ الا اللہ ہے ذکر اسم ذات اللہ ذکر اثبات مجرد الا اللہ ذکر پاس انفاس یعنی جب سانس اندر کو لے تو لا الہ کہے اور جب باہر نکالے تو الا اللہ کہے ذکر سہ پایہ اور وہ یہ ہے اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ علیم یہ چار اذکار اصل اصول ہین اور انہین سے ہر ایک ذکر کے بہت بہت سے طریقے ہین مثلاً چشتیہ مین نفی و اثبات پانچ طرح سے ذکر اسم ذات ہین طرح سے ہے علی ہذا قادریہ و نقشبندیہ و سہروردیہ وغیرہ مین مختلف و متعدد طریقے ہین - جاننا چاہیے کہ شغل ذکر کے علاوہ ہے گو کہ شغل ہی ذکر سے پیدا ہے مگر اوسمین ترکیبون کا زیادہ دخل ہے چنانچہ اصولاً جملہ اشتغال حسب ذیل ہین سلطان الاذکار ذیل سہرمد

شغل بساط شغل برزخ شغل داریہ قادریہ شغل سلطان محمودہ شغل سلطان نصیرہ
اُن سات اشغال سے اور بہت اشغال پیدا ہوئے ہین یعنی تھوڑا ان ترکیبونمین
فرق ہے اور جب ذکر وشغل مین بتدی کامیاب ہوتا ہے تو لطائف کیطرف متوجہ کیا جاتاہے
جاننا چاہیے کہ لطائف بھی ذکر وشغل مین داخل ہین اسواسطے چہ لطیفہ ہین جنکو لطائف ستہ
کہتے ہین اونکے ساتھ مقام اور ہر ایک کے نور کا بھی رنگ لکھا ہے جو کہ شاغل کو مشاہدہ ہوتا ہے

۱۔ لطیفۂ قلبی رنگ نور سرخ اور مقام جانب چپ یعنی قلب ۔

۲۔ لطیفۂ روحی نور سفید جانب راست یعنی جگر کا مقام ۔

۳۔ لطیفہ نفسی قریب ناف نور برنگ زرد ۔

۴۔ لطیفۂ سرّی نور سبز مقام وسط سینہ ۔

۵۔ لطیفہ خفی نور نیلگون مقام پیشانی ۔

۶۔ لطیفہ اخفی مقام ام الدماغ نور برنگ سیاہ

چونکہ اذکار واشغال ولطائف کو تفصیلی کتابین بکثرت ہین اور جس مرید کو جس قسم کے
ذکر وشغل کی ضرورت ہوئی اوسکو اوسکا پیر خود ہی تعلیم کردیگا ہمکو تمام قواعد اور جملہ شاخہائے اذکار
واشغال لکھنے کی ضرورت نہین کیونکہ یہ کتاب دراصل حقائق مین ہے نہ کہ طرائق مین ۔

فصل سیزدہم
فکر

جاننا چاہیے کہ فکر کے بغیر ذکر ایسا ہے جیسا کہ قالب بے روح فکر سے
مراد یہان یہ ہے کہ مقصود ومعبود حقیقی کا خیال اور اُوسکا تصور بھی
ہوتا چاہیے اگر ایسا نہوگا بلکہ محض زبان سے ذکر کرتا رہیگا تو یہ گویا بے سود ثابت ہوگا ۔ کوئی لذت
یا تاثیر بدون فکر نہین پیدا ہوسکتی چنانچہ قلب ودماغ کا یہی کام ہے کہ تصور وخیال رکھے
جسطرح زبان کا کام نام لینا ہے اور فکر کا استعمال تصوف مین اس موقع پر بھی ہوتا ہے کہ جب
کسی معاملہ مین کوئی مشکل وقابل غور صورت پیش آجاتی ہے اور سمجھ مین نہین آتی اوسوقت فکر کا
کام ہوتا ہے محض بیوقوفون اور ریلوں کی طرح سے ٹنے سے کام نہین چلتا ہے بلکہ نہایت

عقلمندی کے ساتھ عبادت کرنا چاہیے اور برابر فکر سے کام لینا چاہیئے خصوصاً ایسے موقع پر
کہ جب کوئی مکاشفہ ہو مثلاً عالم رویا یا اور کسی حالت یعنی بین النوم والیقظے کوئی اطلاع یا حکم ہو
یا کچھ مشاہدہ ہو تو اوسوقت فکر اس امر مین لازم ہے کہ آیا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط اور اوسوقت
اپنے علوم وعقول سے کام لیکر اس امر کا قطعی فیصلہ کرلے کہ اوسمین شیطان کی مداخلت تو نہین ہے
چنانچہ حق وباطل کی شناخت اس کتاب کی اکثر فصول سے بھی ہوتی ہے اور جو لوگ
صاحب علم ہین وہ جانتے ہین کہ حق وباطل مین کیا فرق ہے غرضکہ اگر علم وعقل یہ فیصلہ کردے
کہ یہ مکاشفہ یا یہ حکم حق ہے تو اوس پر عمل کرے اور اگر یہ تحقیق ہو جائے کہ شیطانی وا ہمہ ہے تو لاحول
بھیجے ایسے موقعون پر فکر کی نہایت شدید ضرورت ہے یہانتک کہ اگر بیفکری اور بے پروائی
کریگا تو صرف یہی نہین کہ ترقی مسدود ہو جائیگی بلکہ گمراہ ہو جائیگا چنانچہ ایک زاہد بے علم کا واقعہ
جو کہ فکر کا مادہ صحیح نرکھتا تھا مشہور ہے کہ حالت عبادت مین شیطان اوسکے پاس آیا اور کہا کہ
مین فرشتہ آپکے پاس خدا کی طرف سے آیا ہون وہ آپکی عبادت سے اسقدر خوش ہوا کہ آپکو
طلب فرمایا ہے اور مین سواری بھی ہمراہ لایا ہون یہ زاہد بیفکر بہت خوش ہوکر باہر نکلا اور جس
سواری پر سوار ہوے وہ گدھا تھا اور جہان پہونچائے گئے وہ مزبلہ بول وبراز تھا غرض بیفکر
اور زاہد بے علم کا یہ انجام ہوتا ہے

فصل چہاردہم
مراقبہ وتوجہ

مراقبہ کے لغوی معنی گردن نیچے کرکے بیٹھنا اصطلاح مین بھی قریب قریب
یہی معنی ہین کہ گردن نیچے کرکے اور آنکھ بند کرکے بیٹھنا اور دل مین
تصور کرنا اب وہ تصور چند صورتون سے ہے ایک یہ کہ اپنے قلب کی حالت پر غور کرنا کہ
اوسکی کیا کیفیت ہے آیا کوئی بات پیدا ہوئی ہے یا نہین دوسری صورت یہ ہے کہ جو حالت
قلب کی پیدا ہو گئی ہے اوس پر غور کرنا کہ وہ کس قسم کی ہے اور اوسکی کیا کیفیت ہے غرض
اوسکے مفصل حالات دریافت کرنیکے لیے تصور کرنا ہر ایک ذکر وشغل اور ہر عبادت کے بعد
مراقبہ کرنا چاہیے تاکہ کچھ حالت قلب کی معلوم ہو اگر کوئی پتہ نہ لگے تو یہ خیال کرنا چاہیے کہ ابھی

کہ ابھی عبادت کا اثر نہین پڑا ہے فکر کرے اوسکے نقائص کو دور کرے یعنی جو امور کہ تاثیر کو مانع ہین اونکے دفع کرنے کی طرف آیندہ خیال رکھے مثلاً غذا عمدہ اور زیادہ کھاتا ہے تو اوسے چھوڑ دے تاکہ تاثیر عبادت پیدا ہو اور اگر کم عبادت کرتا ہے تو زیادہ کرے کیونکہ قلیل وقت عبادت کرنا اور تمام شبانہ روز دنیوی کامون مین مصروف رہنا اہل طریقت کو کچھ مفید نہین ہوسکتا۔ مراقبہ مین تمام مکاشفات اور تصفیۂ قلب کی ابتدا ہے اور ہر ایک کا یہی طریقہ ہے مگر جسقدر ترقی ہوتی جاتی ہے اوسیقدر کام بدلتے جاتے ہین جو لوگ منتہی ہوتے ہین اونکو یہ ضرور نہین کہ وہ گردن بھی نیچے کرین کبھی اونکو اپنے قلب کی یا دوسرے کی حالت معلوم ہو بعض کو صرف آنکھ بند کرلینا اور بعض کو صرف خیال اوسطرف لیجانا کافی ہے چونکہ گردن نیچی کرنے اور آنکھ بند کرنے سے چپ و راست اور سامنے کی اشیا کی طرف دھیان نہین بٹتا ہے اسلیے اسی طریقہ سے ابتدا مین مشق کرائی جاتی ہے۔

توجہ اوس حالت کو کہتے ہین کہ کوئی شخص کسکی طرف روحانی طور پر متوجہ ہو اور کسی امر کا ارادہ کرے مثلاً پیر یہ قصد کرے کہ مرید کا قلب اپنی قوت متصورہ سے صاف کرے یا اوسکے قلب کو ذکر کی طرف متوجہ کرے تو اوسکو توجہ کہتے ہین یا مثلاً کسی مرید کا قلب بہت سخت ہے تو اوسکو نرم کرلینے کے لیے مرشد اوسکے قلب کا تصور کرکے اوسے چھیڑے اور کسی ترکیب سے اوسے نرم کرنا چاہے اوسکو بھی توجہ کہتے ہین توجہ کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پیر و مرید آمنے سامنے بیٹھے ہون اور دونون آپس مین ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہون اور تخلیہ ہو تو بہتر ہے ایسی حالت مین کہ پیر اپنے مرید مبتدی پر توجہ ڈال رہا ہو مرید کو بطور مراقبہ یہ غور کرنا چاہیے کہ میرے قلب کی کیا کیفیت ہو رہی ہے اوسکو فوراً گدگدی یا خفیف خارش یا خلش یا کوئی اور ایسی ہی کیفیت محسوس ہوگی

اقسام مراقبات اقسام مراقبات بہت ہین کیونکہ جس مقصد کے لئے مراقبہ کیا جاوے اوسیکی رعایت سے اوسکا نام رکھ لیا جاتا ہے چنانچہ چند مراقبات لکھے جاتے ہین۔

مراقبہ توحید افعالی یہ مراقبہ اس تصور مین ہوتا ہے جبکہ تمام موجودات و منظاہر کو تجلی سے

منور و معمور تصور کرے اور کسی شے کو اوسکی ہیئت کذائی و ظاہری کی حیثیت سے نہ دیکھے
مراقبۂ فناء صفات اوسیکو مراقبۂ توحید صفاتی بھی کہتے ہین یعنی جملہ صفات حق کی نفی کرکے
صرف تصور ذات رکھے مراقبۂ فناء ذاتی یہ اصطلاح ہے کہ اپنے قلب مین صرف نور احدیت کو
دیکھے اور ماسوا کا وہم و گمان بھی نہ رہے مراقبۂ نایافت لطیف سری پر نظر باطن ڈال کے
تصور ذات پر تنزیہ کرے۔۔

فصل پانزدہم کشف والہام وبشارت قریب قریب ایک ہی ہین - جسطرح
کشف والہام وبشارت پیغمبرون پر وحی آتی ہے اوسی طرح اولیاء اللہ پر جو معاملات پوشیدہ
روشن ہوتے ہین وہ اگر خود بخود قلب مین ہون اور اطلاع کرنے والا ظاہر نہو تو کشف ہے
اور اگر کوئی آواز آئے یا کوئی صورت ظاہر ہو جسکے ذریعہ سے اطلاع ہو تو وہ بشارت ہے اور
اگر بلا قصد ہو تو اوسے وارده کہتے ہین اور اگر خواب مین کوئی اطلاع ہو تو اوسے الہام کہتے ہین
جو کشف کہ اپنے ارادے سے ہو یعنی کسی امر کے معلوم کرنیکا ارادہ کرے اوسے مکاشفہ کہتے ہین
جاننا چاہیے کہ کشف و مکاشفہ زیادہ تر واقعات سے متعلق ہے اور الہام خیالات سے
اور بشارت احکام اور اطلاعات سے ۔

مین چند سال پیشتر جانتا تھا کہ کشف وغیرہ مین غلطی کا احتمال بھی ہوتا ہے کیونکہ تمام کتب
عقلی و نقلی و علم کلام مین ایسا ہی لکھا دیکھا ہے مگر ایک بزرگ سے گفتگو ہوئی اونھون نے
یہ کہا کہ کشف مین غلطی کا احتمال ہرگز نہین بعد بحث بسیار یہ معلوم ہوا کہ وہ کشف کی تعریف
یہ کرتے ہین کہ جو معلومات خدا کی جانب سے ہو اوسے کشف کہتے ہین گویا علم لدنی کا ایک
پرتو یہ ظاہر ہے کہ اوسمین غلطی کا احتمال کہان ہو سکتا ہے مگر اب جو اس عاجز کی تحقیق مین
آیا ہے وہ یہ ہے کہ مبتدیون کے کشف مین ضرور غلطی کا احتمال ہوتا ہے کیونکہ اونکو سمجھنے مین
بعض مکاشفات کی غلط فہمی ہوتی ہے اور منتہیون کو کشف مین غلطی کا احتمال نہین ہو سکتا کیونکہ
اول تو شیطان اونسے اسقدر فاصلہ پر ہو جاتا ہے کہ کوئی دھوکا نہین دے سکتا اور نہ کوئی اطلاع

غلط یا صحیح کرسکتا ہے دوسرے یہ کہ اونکی سمجھ ایسی ہوتی ہے کہ وہ ہاتف غیبی کا مطلب ایک
اشارہ مین سمجھ جاتے ہین۔ بشارتین وغیرہ جو ہوتی ہین وہ ہر ایک کے حسب لیاقت ہوتی ہین
یعنی ایسے الفاظ بشارتون مین ہوتی ہین جو اوسکے لیے شایان ہوتی ہین چنانچہ علما کو جب
بشارت ہوتی ہے کلام مجید کے آیات کے پیرایہ مین اور جاہلونکو بالکل معمولی الفاظ مین علی ہذا القیاس
کشف و بشارت اور الہام و واردات قلبی علاوہ اہل طریقت کے اون لوگو کو بھی حاصل ہوتے ہین
جو کہ اہل دنیا ہین مگر دنیا کے بندے نہین ہین اور نہ سراپا سیاہ کار ہین الا یہ شرط ہی کہ تائب ہوکر
عبادت کرنا شروع کرین اور کسی مزار پر حاضر ہون اور باوضو سوئین اور تعلقات دنیا حتی الامکان
کم کردین ان لوگون کو اگرچہ چند ہی روز کے لیے کوئی ضرورت درپیش ہو اور کسی سے بیعت نہو
جب بھی بشارت ہوتی ہے اگر اس مین سب سے زیادہ ایک فطری شرط ضروری ہے وہ یہ کہ یہ نعمتین
اون لوگونکو نہین حاصل ہوسکتین جو بد باطن بد نفس اور منافق ہین جب تک یہ فطری عیوب جدا نہون
اسوقت تک قلب مین کسی طرح کی روشنی نہین پیدا ہوسکتی خواہ وہ کیسی ہی ادنی ہو اور یہ عیوب
بغیر اسکے کہ کسی کامل کی توجہ ہو اور کسی طرح نہین دور ہوسکتی۔

تعریف کشف یہ ہے کہ امور غیبی اور معانی حقیقی پر (جو کہ حجاب یا باطن مین ہون) اطلاع پانا
کشف کی دو صورتین ہین اول معنوی دوسرے صوری کشف صوری یہ ہے کہ حواس خمسے
محسوس ہو مثلاً کوئی صاحب کشف آنکھ سے کسی ایسی شئے کو دیکھ لے جو کہ نظاہر اوس سے غائب ہے
جیسے روح کو مجسم دیکھ لیا یا کسی شئے کو خواہ وہ کسی عالم مین ہو دیکھ لے یا کوئی آواز سنے حالانکہ
وہ قریب نہو یا سونگھے یا چکھے یا چھوئے یہ سب محسوسات کشف صوری مین ہوتے ہین کبھی
ایسا بھی ہوتا ہے کہ انمین سے بعض جمع ہوجاتے ہین مثلاً چکھا بھی اور اوسکی خوشبو بھی آئی کشف
معنوی یہ ہے کہ حواس باطنی سے محسوس ہو مثلاً واردات قلبی یعنی خود بخود دل مین کسی بات کا
آنا یا قوت تخیلہ یا مدرکہ یا ذہن یا حس مشترک سے کوئی امر محسوس ہونا یہ سب کشف معنوی ہو
علاوہ انبیا کے اولیا پر بھی فرشتہ نازل ہوتا ہے صرف حضرت جبریل تشریف نہین لاتے ہین

اگرچہ بعض محققین نے نزول ملک سے انکار کیا ہے مگر جلیل القدر بزرگون کو مثل حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے مشاہدہ ہوا ہے اور چند مثالون سے واضح ہوتا ہے کہ ضرور ملائک نازل ہو کر اولیاء اللہ کو اطلاع کرتے ہین ایسا نہین کہ صرف قلب تک الہام و کشف محدود ہو یا صرف نداء غیبی پر موقوف ہو۔

طریقہ کشف ارواح سبوح قدوس رب الملائکہ والروح اسکا شغل ایکہزار مرتبہ اس طرح کرے کہ سبوح کہہ کے جانب راست ضرب لگائے قدوس پر جانب چپ رب الملائکۃ کہہ کے جانب آسمان والروح والروح جب کہے تو اپنے قلب یا سینے کی جانب ضرب لگاتے۔

طریق کشف استقبال یا احد جانب راست یا صمد جانب چپ ضرب لگائے ایکہزار مرتبہ روزانہ

فصل شانزدہم

قبض و بسط

قبض و بسط دو اصطلاحین ہین بسط اوسکو کہتے ہین کہ قلب روشن ہو یا لذت حاصل ہو یا مشاہدہ حاصل ہو یا حقیقت منکشف ہو یا کوئی تاثیر و کیفیت حاصل ہو غرض یہ ہے کہ حسب حیثیت و ظرف جسکو جو کیفیت و لذت حاصل ہو اوسکا وہی بسط۔ اور جب وہ کیفیت نرہے تو قبض ہے مثلاً مشاہدہ کے قابل ہوا اور حجاب ہو جائے یا لذت ا۔رتی ہو وہ جاتی رہے یا اور کوئی تاثیر و کیفیت جو کچھ ہو وہ نرہے غرض قبض و بسط دونون ایک دوسرے کی ضد ہین مگر انکا سلسلہ عجیب و غریب طریقے سے نامتناہی ہے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ ابتدا سے مبتدی کو بسط ہوا اور گھنٹہ دو گھنٹہ یا دو ایک روز کے بعد قبض ہو گیا کچھ عرصہ تک قبض رہا پھر بسط ہو گیا اسیطرح یہ سلسلہ برابر چلا آتا ہے اور کبھی مرنے سے پہلے ختم نہین ہوتا کوئی سالک دنیا مین بلکہ کوئی کامل ایسا نہین جسکو ہمیشہ بسط رہے اور نہ کسی سالک کو ہمیشہ قبض رہتا ہے اور جسکو ہمیشہ کے لیے قبض ہو جائے وہ خارج از طریقت ہے۔

اس اجمال کی شرح یہ ہے کہ اکثر صوفی یہ جانتے ہین کہ قبض و بسط بلا سبب ہوتا ہے یعنی ایک قدرتی تغیر ہے کہ وہ ہمیشہ ہر سالک کو لازم ہے مگر یہ امر اصول کے خلاف ہے کہ قبض و بسط قدرتی ہو بلکہ

قبض و بسط مسبب ہے اون اسباب کا جو دو طرح کے ہین یا کو وہ لازم ہین یعنی قدرتی ہین جنکا ذمہ دار
سالک نہین اور یا قدرتی ہین مثال اسکی یہ ہے کہ مثلاً ایک سالک کا مکاشفہ جو اوسے ہر وقت
حاصل تھا موقوف ہوگیا اب اوسکے دو قسم کے اسباب ہوسکتے ہین ایک تو خاص اوسکی ہی غلطی
مثل اسکے کہ اوسنے باوضو رہنا ترک کیا تو اسکا ذمہ دار وہ خود ہے یا مثال مین یہ واقعہ
پیش ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت کو نماز مین وہ کیفیت نہ حاصل ہوئی جو اونکے شایان تھی
اونھون نے نماز تو حسب شرع جیون تیون کرکے ادا کرلی مگر جلدی سے گھر مین جاکے اوس
سبب کو جو کہ ایک سونے کا ٹکڑا تھا دفع کیا یعنی مستحق کو دیدیا اوسوقت وہ قبض دفع ہو گیا تو
ایسے اسباب کا ذمہ دار خود صاحب طریقت ہے اب رہے وہ اسباب جنکا علم انسان سے
ناممکن ہو یعنی نہ تو وہ خود معلوم کرسکتا ہو اور نہ اوسکو اپنے مرشد سے کوئی مدد اس معاملہ مین
مل سکے تو وہ قبض عام صوفیون کے نزدیک بلاسبب ہے اور اوسکا ذمہ دار سالک نہین ہے یہ بات تو
خلاف اصول ہے کہ وہ بے سبب ہو مگر یہ سچ ہے کہ ذمہ داری اپنی نہین اسکی حقیقت یہ ہے
کہ جو قبض بلاسبب کہلاتا ہے وہ دو صورتون سے ہوتا ہے پہلی صورت تو یہ ہے کہ عالم باطن کے
اُسپر وہ اثر پڑا جسنے اُسکی روشنی پر پردہ ڈالدیا ہے جب تک وہان سے اوسکا دفعیہ نہو اوسوقت تک
یہ قبض رفع نہین ہوسکتا مگر عالم باطن کے یہ آثار ایسے نہین ہین کہ اونکا ذمہ دار انسان نہو بلکہ
اونکا فاعل تو روح ہوتی ہے مگر وہ اسقدر باریک فعل ہوتا ہے کہ اس عالم مین اوسکا حس
نہین ہوسکتا اور اگر مرشد حقیقت رس ہوتا ہے تو اوسے علم ہو جاتا ہے مگر اوسکو اجازت نہین
کہ ہر ایک امر ظاہر کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بسط کے آگے قبض ہے اور ہر قبض کے آگے بسط
یعنی ہر دو مشاہدون کے درمیان ایک حجاب ہے اور ہر دو حجاب کے اندر ایک مشاہدہ ہے جسکی نسبت
خدائی تعالی خود فرماتا ہے سیجعل اللہ بعد عسر یسرا اور ان مع العسر یسرا مگر آخر مین صرف
مشاہدہ ہے چنانچہ یہ آیہ پوری یون ہے ان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا
تو جب ہر مشاہدے کے بعد حجاب ہے اور حجاب اسلیے ہے کہ اوسکے آگے کا مشاہدہ اور یہ سلسلہ

برابر چلا گیا ہے تو اوسکو لوگ قبض و بسط کہتے ہین اور چونکہ قدرتی امور ہین لہذا کہا جاتا ہے کہ یہ قبض و بسط قدرتی ہے اس سے بری ہونا محال ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ اس مشاہدے اور حجاب کو جو کہ سلسلہ لازمی ہے قبض و بسط نہ کہنا چاہیے کیونکہ قبض کسی کشادگی کے بند ہو جانیکو کہتے ہین بخلاف اسکے مشاہدے کے بعد جو حجاب دوسرے مشاہدے کے لیے ہوتا ہے وہ کشادگی اوسکی بندش نہین ہوتی بلکہ یہ حجاب پیش خیمہ ہوتا ہے آنیوالے مشاہدے کا اس حساب سے وہ حجاب جو کسی مشاہدہ کے بعد ہے وہ اوس مشاہدے سے بہتر ہے جو قبل اس حجاب کے تھا کیونکہ وہ منزل ادنیٰ کا مشاہدہ تھا اور یہ حجاب منزل اول کے مشاہدہ کا مقدمہ ہے اسلیے اس مشاہدے و حجاب کو بسط و قبض نہین کہنا چاہیے —

ایک باریک امر اس قبض و بسط کی بحث مین اور بھی قابل اندراج ہے وہ یہ کہ ہر قبض کے زمانے مین سلسلہ بسط و قبض ہوتا ہے اور ہر بسط کے زمانے مین سلسلہ قبض و بسط ہوتا ہے اور اسیطرح ہر مشاہدے کے زمانے مین قبض و بسط اور ہر حجاب کے زمانے مین سلسلہ بسط و قبض ہوتا ہے اسکی مزید تشریح صرف اسقدر اور ہوسکتی ہے کہ مثلاً ایک دن کسیکو قبض یا بسط یا مشاہدہ یا حجاب رہا تو اوس دن کے ہر پہر مین قبض و بسط ہوتا ہے اور ہر پہر کے قبض و بسط کے ہر گھنٹہ مین بھی بسط و قبض ہوتا ہے اور ہر گھنٹہ کے ہر منٹ مین بھی قبض و بسط ہے یہانتک کے ہر سانس کے اندر ایک قبض اور ایک بسط ہے چنانچہ بعض قبضون اور بعض بسطون اور بعض مشاہدون اور بعض حجابون کے زمانے کے ہر سانس جو باہر نکلتی ہے وہ بحالت قبض ہوتی ہے اور جو سانس اندر آتی ہے وہ بحالت بسط ہوتی ہے اور بعض کے زمانے مین جو سانس باہر نکلتی ہے وہ بحالت بسط ہوتی ہے اور جو سانس اندر آتی ہے وہ بحالت قبض ہوتی ہے —

مین نے ایک فقیر کو دیکھا جسکو گیارہ برس سے قبض تھا اور اونکو اپنے بسط کی طرف سے انتہائی تکالیف کیوجہ سے مایوسی ہوگئی تھی اور اون کے کل کمالات سلب ہوگئے تھے وہ ایک معمولی آدمی کیطرح ہوگئے تھے مگر اونکے بھی تمام اوقات مین اختلاف تھا اور کبھی قبض کبھی بسط بحالت قبض

بڑھتا جاتا تھا ایک بزرگ کامل نے اونسے وعدہ کیا تھا کہ عنقریب تمہارا قبض رفع ہو جائیگا

فصل ہفتدہم
مشاہدہ

مشاہدہ کی مثال بالکل ایسی ہی جیسی کہ کسی عاشق کو بہزار محنت و فکر و غم کے بعد دیدار معشوق نصیب ہو اس دیدار کو اصطلاح صوفیہ یعنی عاشقان حقیقی کے زبان مین مشاہدہ کہتے ہین جو کہ اہل طریقت کو حاصل ہوتا ہی مگر یہ مشاہدہ دیدار معشوق اصالتاً نہین ہی بلکہ اونکی صورتین کم از کم ستر ہین اور زیادہ سے زیادہ ستر ہزار اور اوسکی تشریح اسطرح ہے کہ مثلاً ایک ایک منور مشعل پر ستر ہزار فانوس اسطرح ہین کہ ایک پر ایک فانوس رکھا ہی تو مشاہدہ اول مبتدی کو جب حاصل ہوتا ہی ایک فانوس اوٹھ جاتا ہے اور پہلا فانوس ظاہرا ایسا تاریک معلوم ہوتا ہی کہ قبل اوسکے اُٹھنے کے کوئی جھلک اوس مشعل کی نہین دکھائی دیتی پھر اور زیادہ محنت و ریاضت کے بعد دوسرا فانوس اُٹھتا ہی اسیطرح ہر ایک فانوس اوٹھ جاتا ہی اور آخر مین وہ مشعل اوسوقت نظر آتی ہے جب انسان نہین رہتا بلکہ ایک خاص قربت ہوتی ہے اور اوس قربت کی حد کوئی شخص نہین بتا سکتا۔

اس مشاہدے کی مزید کیفیت یہ ہے کہ جسوقت مبتدی کو پہلا مشاہدہ ہوتا ہے تو وہ اوسیکو اپنا معشوق سمجھتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ مجکو دیدار مطلوب حاصل ہو گیا اوس ذوق و شوق بے انتہا کیوجہ سے اوسپر ایک حالت طاری ہو جاتی ہے جیساکہ کسی عاشق صادق کو دیدار کے وقت ہوتی ہے لیکن تھوڑے عرصے کے بعد اوسکا دل اور آگے بڑھنا چاہتا ہے چنانچہ جب وہ اور آگے بڑھجاتا ہے تو دوسرا فانوس اوٹھ جاتا ہے پھر وہ پہلے مشاہدہ کو حجاب سمجھنے لگتا ہے اور دوسرے مشاہدہ کو واقعی دیدار سمجھتا ہے مگر جب تیسرا فانوس اوٹھتا ہے تو اوسوقت بھی یہی کیفیت ہوتی ہے یہ سلسلہ انتہا تک چلا جاتا ہے بشرطیکہ عشق اوسکا ہمیشہ رہنما رہے ایک دوسری کیفیت اسمین یہ بھی ہوتی ہے کہ ہر دو فانوسون کے درمیان ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ جب پہلا فانوس اوٹھ جاتا ہے تو قبل دوسرے فانوس کے نظر آنے کی تاریکی ہو جاتی ہے اسی تاریکی کو حجاب بین المشاہدین کہتے ہین اور اس مشاہدہ کی صورت عملی یون واقع ہوتی ہے کہ سالک کا قلب جسوقت صاف ہو جاتا ہی تو اوسکو اپنے قلب ہی مین یہ تجلیات نظر آنا شروع ہوتے ہین گویا یہ قلب ایک آئینہ ہوتا ہے

جس پر بستر تہین غبار کی ہوتی ہین جب پہلی تہ غبار کی رفع ہوتی ہے تو پہلا فانوس اوسمین جلوہ فگن
ہوتا ہے اور جب دوسری تہ ہٹتی ہے تو دوسرا فانوس علی ہذا القیاس یہ سلسلہ مشاہدات وحجابات
کا مسلسل جاری ہو جاتا ہے مگر کچھ مشاہدات تو طریقت مین رہتے ہین اور کچھ حقیقت مین اور آخر کے
معرفت مین مشاہدہ کو مکاشفہ بھی کہتے ہین مگر تھوڑا سا فرق بھی معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مکاشفہ مین
دنیوی امور بھی داخل ہین چنانچہ مکاشفہ کی دو قسمین ہین علوی و سفلی سفلی مکاشفہ کی دو حالتین
ہین ایک یہ کہ جزئیات کا کشف ہو جیسے زید کہان ہے کب آئیگا یا اوسکے جی مین کیا ہے یہ ادنی
درجے کے صوفیون کا کشف ہے جو لوگ اسپر قناعت کرتے ہین یا اسکو کوئی نعمت سمجھتے ہین یا
اس سے کوئی غرض حاصل کرتے ہین وہ اسیکے ہو کے رہجاتے ہین آگے نہین بڑھ سکتے اور مشاہدات
اونسے بہت دور رہین دوسرے جملہ صفات داعیان کا مکاشفہ یہ اوس سے بہتر ہے مگر مکاشفہ علوی
عین مشاہدہ ہے اوسکے بہت مراتب ہین بعض اونمین سے بیان ہوتے ہین۔

مشاہدۂ علوی کی ایک صورت سماعی بھی ہے اور وہ سب سے اعلی یہ ہے کہ کلام خدا کو بلا واسطہ سنا
جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج مین خدا سے اوسکا کلام سنا یا حضرت موسی نے
طور پر اور اسکے بعد اوس مشاہدے کا مرتبہ ہے جو ملک کے واسطے سے سننے مین آئے
جیسے نبی پر وحی اور ولی پر بھی فرشتہ نازل ہوتا ہے حضرت امام غزالی نے اس سے انکار
کیا ہے اور حضرت شیخ اکبر نے اقرار کیا ہے قول آخر صحیح ہے چنانچہ مثالون سے واضح ہوا ہے
یعنی بذریعہ ملائک خدا کی طرف سے کاغذات اوترے ہین اور مولانا بحر العلوم لکھنوی جب
کسی مسئلہ مین توقف کرتے تھے تو قلم خود لکھتا تھا ظاہر ہے کہ قلم مین بالذات یہ قوت نہین کہ متحرک
بالارادہ ہو لہذا سوائی ملک کے اور کوئی نہین لکھتا تھا ایسی ہی بہت مثالون سے یہ فیصلہ ہوسکتا
کہ نزول ملک اولیاء اللہ پر ضرور ہوتا ہے مگر ہر ایک پر نہین بلکہ اعلی مرتبہ کے کاملین پر البتہ حضرت
جبرئیل کا نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہوا اور نہوگا۔

اب رہا مشاہدہ علمی اوسکے مراتب ہین عناصر مین جو مشاہدہ تجلی الہی کا ہوتا ہو وہ مغایرہ علوی کی

پہلی منزل ہے اس سے بلند مرتبہ مشاہدۂ علوی کا وہ ہے کہ افلاک مین مشاہدہ تجلی ہو اس سے
بلند کرسی اور پھر عرش اور اس سے بلند عالم ارواح اس سے بلند کتاب محو و اثبات پھر
لوح محفوظ پھر عقل اول ہین سب سے بلند مرتبہ ہے اسکے بعد ایک آخری مرتبہ مگر آگے اسکے جائے ادب ہے

فصل ہجدہم ان سب الفاظ کے معانی قریب قریب ہین کیفیت ایک تعبیر طبیعت ہے
کیفیت و حال و وجدان جو کہ ذکر و شغل یا مشاہدہ و مراقبہ وغیرہ سے پیدا ہوتا ہے اور اوسکا ادنی درجہ
یہ ہے کہ خود اپنے کو بھی ظاہر و علم نہو اور اسکے بعد یہ درجہ ہے کہ اپنے کو ظاہر ہو مگر دیگر اہل ظاہر کو
نہ معلوم ہونے پائے اور آخر درجہ ایک تو یہ ہے کہ اپنے صفات یعنی حواس و ہوش و خودی
گم ہو جائے اور دوسرے یہ کہ روح شدت اثر سے منتقل ہو کر اوس عالم مین پہونچ جائے اور
اوس نور سے قربت دائمی حاصل کرلے جسکے مشاہدہ نے اوسکو مغلوب الحال کر دیا ایسی کیفیت مین
کہ روح انتقال کرے دو صاحبونکو بالصراحت دیکھا ہے ایک حضرت قطب الاقطاب خواجہ
قطب الدین بختیار کاکی رح دوسرے متاخرین مین حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی
حضرت قطب الاقطاب کو اس شعر پر یہ کیفیت ہوئی تھی ۔ کشتگان خنجر تسلیم را ۔ ہر زمان از غیب جان دیگر است
اور مولانا صاحب کو اس شعر پر ۔ گفت قدوسی فقیری در فنا و در بقا ۔ خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی
کیفیت کی چند کیفیتین ہین اول یہ کہ جسکو کیفیت کبھی نہو وہ خارج از طریقت ہے کیونکہ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ اوسپر عبادت کا مطلق اثر نہین اور یہ ایک سخت روحانی مرض ہے جسکا
علاج سوای خدا کے کوئی نہین کر سکتا ۔ اور جسکو کیفیت ہو وہ اگر ایسی کیفیت پر غالب
نہ آسکے تو یا اوسکے ضبط و ظرف کا قصور ہے یا کیفیت نہایت سخت و شدید اسقدر ہے
کہ اوسکے قابل نہین لیکن اگر ایسی کیفیت ہو مغلوب الحال ہو کر پھر صاحب کیفیت رجوع نکرے
اور بحال نہو تو یہ قصور ضبط و ظرف نہین بلکہ کمال جذب تجلی ہے اور اس جذبے اپنے مجذوب کو
اپنی پوری قوت سے کھینچ لیا بہت سے مبتدی ایسے ہوتے ہین کہ ادنی کیفیت پر متاثر ہو جاتے ہین
اور کھڑے ہو جاتے ہین یہ اونکی کمال کم ظرفی ہے اور بعض مصنوعی کیفیت دکھاتے ہین تاکہ

لوگ اونکو صاحب باطن اور درویش سمجھیں ایسے لوگ دنیاداروں سے اور سخت گناہگاروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ دنیادار عاصیوں سے اہل اللہ کو کوئی تعلق نہیں اور ان مصنوعی فقیروں کی وجہ سے اہل اللہ بدنام ہوتے ہیں لہذا یہ زیادہ مردود ہیں —

جاننا چاہیے کہ کیفیت کے لیے ضرور نہیں کہ گانا ہو یا کوئی اور شغل ہو صاحب کیفیت کو ہر ایک امر میں کیفیت ہوتی ہے بقول شاعر ؎ ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو ٭ جو لوگ لطیف القلب ہیں اور طبعاً عاشق نہیں اونکو بھی کیفیت ہوتی ہے خواہ وہ داخل سلسلہ ہوں یا نہوں

جاننا چاہیے کہ کیفیت اصل میں عشق و محبت کے باعث سے ہوتی ہے جسکو عشق نہیں وہ صاحب کیفیت نہیں ہو سکتا اور جسے عشق نہیں وہ بے رہبر ہے منزل مقصود کو پہونچ نہیں سکتا بلکہ زاہد خشک ہے اوسکو طریقت سے کوئی تعلق نہیں اور عشق ہی محرک تمام کیفیات و تغیرات کا ہو سکتا ہے ابتدا میں ہر مبتدی کی کیفیتوں کا زیادہ اظہار ہوتا ہے مگر جسقدر مراتب بلند ہوتے جاتے ہیں اوسیقدر تمام کیفیات مغلوب ہوتے جاتے ہیں یہانتک کہ ایک خودی تو رہتی ہے اور باقی سب اشیا عشق معشوق اور عاشق ایک ہوتے جاتے ہیں

فصل نوزدہم ۱۹
تصفیۂ قلب

تصفیۂ قلب سلوک طریقت میں حاصل ضروری ہے خواہ اوسکا ارادہ کیا جاوے یا لکھا جائے کیونکہ بدون تصفیۂ قلب مشاہدات در پیش نہیں ہوتے اور جب تک مشاہدے نہوں سالک آگے نہیں بڑھتا۔ اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ دل مثل ایک آئینہ کے ہے اور آئینہ جب تک صاف نہوگا کوئی عکس اوسمیں صورت پذیر نہوگا چنانچہ جب دل صاف شفاف ہو جاتا ہے اوسیقدر تجلیات کا مشاہدہ ہوتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ جسقدر صاف ہوتا ہے اوسیقدر تجلیات کا جلوہ روبرو آتا جاتا ہے یہانتک کہ جب بالکل صاف ہو جاتا ہے کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی ہر ایک شے خواہ وہ کسی عالم سے متعلق ہو اس آئینۂ دل میں عکس افگن ہوے بغیر نہیں رہ سکتی اس تصفیۂ قلب کے لیے ہر ایک خاندان میں جدا جدا اذکار و اشغال ہیں بلکہ ہر ایک شخص کے لیئے علحدہ علحدہ ترکیبیں ہیں جسکا دل جس نسخے

صاف ہوجائے۔ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ مرشد کی ایک نگاہ مین مرید کا دل ایسا صاف ہوگیا ہے کہ اگر کوئی شخص ہزار برس محنت کرے جب بھی اتنا صاف نہو۔ مگر ایسا کم ہوتا ہے کسیکو یہ مید نرکھنا چاہیے بلکہ ریاضت و عبادت سے عموماً تصفیۂ قلب ہوتا ہے بلکہ اگر کسیکا قلب مرشد کی ایک توجہ سے فی الفور صاف ہوگیا ہے تو وہ اپنے حواس مین نہین رہا ہے اور مجذوب ہوگیا ہے اکثر کا جذب تو ایک عرصہ کے بعد کم ہوگیا مگر اکثر ہمیشہ مجذوب رہے اور بحالت مجذوبیت کوئی لطف نہین جسکا مفصل ذکر فصل جذب وسلوک مین آئیگا۔

جسکا قلب صاف ہوتا ہے وہ لوح محفوظ دیکھتا ہے اور اوسی انوار و تجلیات کا مشاہدہ ہر وقت رہتا ہے اور لوگون کا حال اوسے خدا کی مدد سے معلوم رہتا ہے اور بہت دور دراز کے ممالک و مقامات اور کا رہائے اپنی جگہ پر سے بیٹھے بیٹھے دیکھتا ہے چنانچہ صحابہ کے حالات مفصل دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رض اکثر اپنی جگہ پر بیٹھکر اون مجاہدین کے حالات سے واقف ہو جاتے تھے جو ہزار ون کوس پر جہاد کرنے کو جاتے تھے مگر چونکہ شرع مصلحت پر مبنی ہے اسلیے اس راز کو اکثر نے پوشیدہ رکھا اور دعوای رو شنضمیری کسی نے نہین کیا اب چونکہ باطل باطل امور کے دعوے ہورہے ہے اور دروغ کو فروغ دیا جارہا ہے تو امر حق کیون نہ ظاہر کیا جائے اور کس لیے گمنامی اور لاعلمی کے پیروی مین چھپا رکھا جائے۔ اہل تصوف کی ادنی ترکیبون کو جو کہ تصفیۂ قلب اور دیگر کرامات سے متعلق ہین اہل دنیا لیگئے اور اونسے دنیوی کام لیے اور مسلمانون سے مقابلہ کرنیکو تیار ہوے اور اونکے نام مختلف علوم کے پیرایون مین رکھے گئے مثل مسمریزم وسانڑم وغیرہ کے درحقیقت یہ تصوف کی معمولی شاخین ہین جنکو اہل دنیا نے لیکر دین اعتراض کو اونسے جدا کردیا۔

انشاء اللہ تعالی ہم اون تمام کمالات دنیوی کو بھی اس کتاب مین درج کر دینگے کیونکہ دین مثل کل کے ہے اور دنیا ایک جز ہے کل کے حاصل ہونیسے جز بھی حاصل ہو جاتا ہے سیا نہم اول تصفیۂ قلب کی وہ ترکیبین لکھی جاتی ہین جو اہل دنیا بھی کرسکتے ہین اور جو کمالات دنیوی سے

متعلق ہین بعد اوسکے وہ ترکیبین بھی لکھی جائینگی جو خاص تصوف مین داخل ہین۔
صفائی قلب کے لیے چند امور فطری اور چند کسبی لازم ہین۔ فطری امور حسب ذیل ہین
مزاج یا تو قریب قریب معتدل ہونا چاہیے یا صفراوی یعنی یہ دو تون مزاج بہتر ہین اور
بدتر مزاج اس کام کے لیے بلغمی ہے کیونکہ بلغمی مزاج کو یا تو محنت زیادہ کرنا پڑیگی اور یا
علاج کرکے خلط بلغم کو کم کرنا چاہیے اور معتدل مزاج ہر کام کو خوب کرسکتا ہے دوسرا امر
یہ ہے کہ صحت اچھی ہونا چاہیے اگر کوئی بیماری ہو تو اول اوسکے علاج سے فراغت کرلینا
چاہیے اور اگر کوئی جلدی عارضہ ہو تو مضائقہ نہین مگر سب سے زیادہ بُری یعنی مخالف
عوارض امراض دماغی وقلبی ہین مثل جُنون وصرع وفالج ولقوہ واسترخا وضعف دماغ
وسکتہ وکابوس ودرد سر وسباط وسہر ویبس دماغی واختلاج وخفقان وتبخیر وغیرہ
اور اگر خلطی امراض ہون تو بھی علاج کرنا چاہیے کہ وہ اوسط درجے مین مخالف ہین اور بہتر ہے
کہ عمر بلوغ کے بعد چالیس سے کم ہو اور اگر اس سے زیادہ ہو اور صحت عمدہ ہو تو بھی ممکن ہے
کہ کامیابی ہوجائے تیسرا امر یہ ہے کہ کوئی سخت فکر وغم واندیشہ یا خوف یا خیال غالب نہو
ایسی حالت مین بھی کامیابی کی امید نہین اولاً اس سے نجات حاصل کرنا چاہیے لیکن اگر
کسی سے عشق ہو تو ایک صورت کامیابی کی ہے جسکا ذکر آگے آئیگا۔ چوتھا امر یہ ہے کہ
طبیعت کا فطری میلان گناہون کی طرف یا دیگر جرائم کی طرف نہو اگر فطری میلان ایسا ہوگا
کہ اوسکو ترک کرنا مشکل ہے تو کامیابی بھی مشکل ہے کسبی امور یہ ہین کہ اول گناہ کبیرہ سے
توبہ کرنا چاہیے۔ خصوصاً جھوٹ اور شراب اور زنا سے دوم اوس حرکت کو چھوڑ دینا چاہیے
جو اوسکی عقل پر غالب آجایا کرتی ہو مثلاً نشہ یا غصہ یا طمع یا اور کوئی ایسی حرکت اگر یہ حرکت
فطری ہوگی تو بدون مرشد کامل نہین نکل سکتی اور اگر فطری نہو بلکہ عادت ہوگئی ہو تو
کوشش کرے کہ اول اوسے چھوڑے پھر اسطرف متوجہ ہو جب ان امور سے فراغت
ہوجائے تو کسی ایک طرف اپنے قلب کو متوجہ کرے خصوصاً کسی انسان کی طرف لیکن

اگر خدا کیطرف ہو تو بہت جلد کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی اس تصفیۂ قلب کے دیگر کمالات دینی و دنیوی بھی حاصل ہو جاتے ہین اگر یہ نہو سکے تو کسی مرشد کامل کیطرف خواہ وہ زندہ ہو یا اوسکا وصال ہو چکا ہو اگر وصال ہو چکا ہو تو اون کے مزار کی جاکے زیارت کرے مگر یہ وہ بزرگ ہون جنکا اعتقاد اوسی تمام بزرگون مین سب سے زیادہ ہو یا سب سے زیادہ و تو کم بھی نہو یعنی کوئی نقص باطنی اونکے کمال مین اوسے محسوس نہو جیساکہ کسی کا عقیدہ حضرت غوث پاک کی طرف یا حضرت غریب نواز کی طرف یا کسی اور کامل کیطرف ہو جنکے مزار پر بہ آسانی جا سکتا ہو خصوصاً اگر اپنے شہر ہی مین مزار ہو تو بہت ہی بہتر ہے مثلاً اگر لکھنؤ مین ہو تو مخدوم شاہ مینا صاحبؒ کے مزار پر جائے۔ اگر دہلی مین ہو تو حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ یا حضرت مولانا سلطان نظام الدین محبوب الٰہیؒ یا اور کوئی شہر ہو اور وہان کوئی ایسے ہی بزرگ کا مزار ہو جنکا عقیدہ دل مین بخوبی جم چکا ہو اون کے مزار پر جسقدر زیادہ عرصہ تک ممکن ہو حاضر رہے اور تنہائی ہو تو خیر ورنہ کوئی اور بھی موجود ہو تو مضائقہ نہین تصور قلب اور حضور قلب کے ساتھ آنکھین بند کرکے کھڑا ہو جائے یا بیٹھنا ممکن ہو تو بیٹھ جائے اور یہ تصور کرے کہ صاحب مزار کو دیکھ رہا ہے اور وہ اوسے دیکھ رہے ہین لیکن یہ خیال رکھے کہ وہ گیا ارشاد فرماتے ہین چالیس روز کے اندر ہی اندر کچھ نہ کچھ ارشاد ضرور ہوگا اور اگر ہر وقت اونکا خیال رکھے اور شب کو سوتے وقت باوضو سوئے اور اوسی خیال سے سوئے تو چند ہی روز مین کچھ ہدایت ہو گی جو کچھ ہدایت ہو اوسپر عمل کرے تمام لوگون کے بہ نسبت زیادہ جلد اوسے کامیابی حاصل ہو گی۔ اور اگر نماز روزہ اور درود شریف بکثرت پڑھتا رہے گا تو بہت ہی جلد کامیابی ہو گی مگر اسطرح ہوگی کہ اول خواب مین وہ باتین نظر آئنگی جو آیندہ ہونے والی ہین پھر رفتہ رفتہ قلب مین وہ باتین آنے لگین گی جو صحیح اور بالکل ٹھیک ہین۔ جسقدر نماز روزہ اور کثرت درود شریف اور اون بزرگ کی محبت و تصور مین زیادتی کریگا اوسیقدر جلد کامیابی ہوتی جائیگی۔ اور

روز بروز ترقی ہوتی جائیگی یہانتک کہ قلب بالکل صاف ہوجائیگا لیکن شرط یہ ہے کہ
چند امور کا ہمیشہ پرہیز رکھنا پڑیگا اول یہ کہ اگر کسیکا راز معلوم ہوجاوے تو نہ زبان پر لاوے
اور نہ دل مین اوسپر غرہ کرے اور نہ کسیکو کوئی نقصان اس صفائی قلب کیوجہ سے پہونچاوے
اور نہ کوئی ناجائز فائدہ اس سے اوٹھاوے اگر ایسا کریگا تو یہ کامیابی فی الفور کافور ہوجائیگی
کیونکہ کم ظرفی اور خودغرضی ان تمام باطنی کمالات کے دشمن ہین واضح ہو کہ یہ کوئی سحر یا
جادو نہین ہے بلکہ علاوہ ان کمالات کے دینی فوائد بھی اسمین بہت عظیم ہین تو انکو خالص
کرنا چاہیے اور اتقا و پرہیزگاری کے ساتھ کرے انشاءاللہ تعالی ہر ایک دنیادار کے
مقابلہ مین غالب آئیگا اور کوئی اشراقی خواہ کیسا ہی کامل ہوگا اسکے سامنے نہ ٹھہر سکیگا جسکی
محنت اسکے مقابلہ مین اتنی دنون کی ہوگی کہ اگر اوسکی مشقت چالیس سال کی ہے اور اسکی
چالیس روز کی تو بھی یہی غالب رہیگا - وجہ اسکی یہ ہے کہ اس شخص کو مدد بہت بڑے بزرگ سے
ہمیشہ ملتی رہیگی بسبب محبت اور عقیدت اور اوس تصور کے جو اوسے ہمیشہ اوس بزرگ سے
رہتا ہے تو گویا یہ وہ ہین اور پھر ایسے زبردست کہ ہزارون سے بڑھکر اور اسکا مقابل ایک بھی نہوگا
لیکن ہر ایک سے مقابلہ کرنا بھی نازیبا ہے بلکہ اگر کوئی شخص خودبخود زبردستی مقابلہ پر آمادہ ہو
اور وہ کافر ہو - تو اوسکو چاہیے کہ فورًا خیال ہی خیال مین اپنے اون بزرگ کے سپرد اسکو کردے
اور جو مدد چاہے وہ لے خواہ اونسے یہ مدد لے کہ اوسکے دل کا حال معلوم ہو یا یہ عرض کرے
کہ اس کافر کا دل اور کمال سلب ہوجائے جو چاہے وہ عرض کرے خدا سے امید ہے کہ فورًا
اسکا مقصد پورا ہوگا اور وہ سخت شکست کھائیگا -

تصفیۂ قلب کے حصول مین چند امور نہایت نازک ہین اونکا بیان کرنا اور خیال رکھنا
ضروریات سے ہے ایک یہ کہ صفائی قلب کی ابتدا بہت نازک ہے اوس کا احساس
بہت مشکل ہے مثلا بیٹھے بیٹھے خودبخود دل مین ایک بات آجائے تو وہ الہام غیبی ہے یا
چند باتین دل مین آئین مگر جو بات سب سے پہلے دل مین آتی ہے اور ما وسے وہ عموماً غلط

جاتا ہے تو بس یہی صحیح ہے - اور ایک بات یہ ہے کہ ان تمام باتون کو راز سمجھے جو کہ دیا
اون بزرگ اور اس شخص کے ہے اگر کسی سے کوئی راز بیان کریگا تو کامیاب نہوگا اور اس
رازداری کا سلسلہ ابتدا سے ہے یعنی یہ کہ اوسکو کسی سے یہ نکہے کہ مین فلان کام کے لیے فلان
بزرگ کی خدمت مین جاتا ہون یا اونکی محبت و تصور مین رہتا ہون اور جب یہ پوشیدہ رہے
تو یہ بھی شرط ہے کہ فلان امر مجکو معلوم ہوا یعنی کوئی خواب یا بشارت بیان نکرے جاننا چاہیے
کہ بشارت تین طرح پر ہے اول دل مین خود بخود آنا اور اوسپر ایسا وثوق ہو جانا کہ کسی طرح
وہ خیال غلط نہ معلوم ہو دوسرے طریقہ کی بشارت یہ ہے کہ مزار کے سامنے یا اپنے بستر پر
یا جانماز پر بیٹھے بیٹھے آنکھین بند کرلے یا خود بخود ہوجائے اور کوئی آواز کان مین
آجائے یا اوس کا دل خود ہی اوسکے کان مین کچھ کہدے یعنی بلا اوسکے ارادے کے ایک بات
اوسکے جی مین آجائے اور دل شگفتہ ہوجائے تو یہ بھی بشارت ہے تیسرا طریقہ بشارت کا
یہ ہے کہ خواب و بیداری کے درمیان جسے عالم رویا کہتے ہین اور ایک طرح کی غنودگی
ہوتی ہے اوس حالت مین کسی امر کا معلوم ہونا یہ بھی بشارت ہے - یہ تین طریقے خاص
بشارت کے ہوتے ہین مگر ایک خفیف طریقہ جو کہ سب سے ادنی ہے وہ خواب کا ہے کہ خواب مین
کوئی بات معلوم ہو - مگر خواب مین غلطی کا احتمال سب طریقون سے زیادہ ہوتا ہے البتہ
ایک صورت غلط نہونے کی ہے وہ یہ کہ اون بزرگ کی زیارت خواب مین ہو پس جو کچھ
وہ فرمائین وہ غلط نہین ہوسکتا کیونکہ اولیاء اللہ کی صورت مین شیطان نہین آسکتا
باقی صورتون مین خواب مین غلطی کا بھی قوی احتمال ہوتا ہے اگرچہ علاوہ خواب کے اول کے
تینون طریقون مین بھی غلطی کا احتمال ہوتا ہے مگر بہت کم اب رہا یہ امر کہ کیونکر یہ معلوم ہو
یہ واقعہ غلط ہے یا صحیح یعنی شیطان کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے تو اوسکی خاص شناخت
یہ ہے کہ خدا کی طرف سے جو واقعہ معلوم ہوگا یا کوئی حکم ہوگا اوسکا اثر بہت عمدہ قلب پر پڑیگا
اور یقین کامل ہوجائیگا اوس مین کوئی شک و شبہ نرہیگا اور جو کہ شیطان کیطرف سے ہوگا

اوسپر یقین کبھی نہوگا ہمیشہ شک رہیگا لہذا اسکا اندازہ ضرور رکھنا چاہیے - یہ احتمالات ابتدا مین ہوتے ہین رفتہ رفتہ شیطان مغلوب ہوتا جاتا ہے اور سچائی کا غلبہ ہوتا جاتا ہے مگر بہت احتیاط سے کام لے اور نہایت عاجز و حقیر اور طالب صادق رہے کم ظرفی اور خودغرضی اور غرور تکبر سے ورنہ بالکل کامیابی نہوگی اور اگر ہوگی تو جاتی رہیگی چند روز کے بعد ایک خاص طریقہ اوسکے لیے ہمیشہ کیواسطے معین ہوجائیگا پھر اوس مین فرق نہوگا مثلاً خواب کسی خاص وقت پر خصوصاً فجر کے وقت یا عالم رویا یا بیداری یا قلبی طریقہ اوسکے لیے

مقرر ہو جائیگا اور پھر ہمیشہ اوس سے کام ہوتا رہے گا

تصفیہ قلب اہل طریقت اہل طریقت کو تصفیہ قلب اور ترکیبون سے حاصل ہوتا ہے اور جلد اور عمدہ بلا زوال حاصل ہوتا ہے اونکی تنزلی کا احتمال بہت کم ہوتا ہے بہ نسبت اہل دنیا کے کیونکہ اونکے جملہ نقائص اونکا مرشد رفع کرتا جاتا ہے اور ہمیشہ ہدایت کرتا رہتا ہے تاکہ موانع رفع ہوتے رہین -

اہل طریقت کے لیے مختلف تدابیر ہین اور متعدد اذکار و اشغال ہین بلکہ مرشد اپنے مرید کے حسب حال طریقہ تعلیم کرتا ہے منجملہ اونکے ایک طریقہ یہ کہ جب سانس اندر کو لے تو لا اِلٰہ کہے اور جب باہر کو سانس نکالے تو الا اللہ ہر وقت یہی عمل رکھے اور قلب کا تصور رکھے

چند روز مین دل صاف ہو جائیگا اور تصفیہ قلب شروع ہو جائیگا -

دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ قبلہ رخ باوضو چارزانو اسطرح بیٹھے کہ انگشت پا اور اوسکے برابر کی اونگلی سے کھائی مین گھٹنے کا بطن آجائے دونون پانون مین - اور سیدھا ہاتھ بائین ہاتھ پر رکھکے زور سے دبا دے اور آنکھین بزور بند کرکے سانس گھسیٹ کے دماغ مین بند کرلے اور قلب کی حرکت کی طرف متوجہ ہو زبان سے ہر حرکت پر اللہ کہے اور یہ خیال کرے کہ قلب مین ایک سوراخ ہے اور لفظ اللہ اوسکے اندر ہر حرکت قلب پر کرتا ہی اور جاتا ہے اسطرح قلب کے اندر جو زنگ ہے وہ گھسکر صاف ہوتا جاتا ہے چند منٹ یعنی

جسقدر ممکن ہوپے درپے سانسون کو بند کرتا رہے جب دیکھے کہ اب سانس مین بالکل قوت
نہین رہی تو پھر کسی وقت پہ موقوف رکھے اور دن اور رات مین دو تین مرتبہ بھی عمل کرے اور
سانس کو جسقدر قوت ہوتی جائے اوسیقدر بڑھاتا جائے یہانتک کہ گھنٹون کی سانس لانبی
ہوجائیگی اور حرکت قلب کی بہت زوردار اور بلند آواز ہوتی جائیگی اور ذکر اللہ حرکت و آواز
قلب کے ساتھ برابر جاری ہوجائیگا جب بلا ارادہ سوتے مین بھی یہ آواز دوسرے لوگ
سنین اوسوقت سے تصفیۂ قلب شروع ہوجائیگا اور یہ صفائی بڑے اعلی درجہ کی صفائی
ہوگی اور اس سے اسقدر فوائد ہین کہ بیان مین نہین آسکتے - چنانچہ جسقدر کمالات اس
کتاب مین درج ہین اونمین سے اکثر اسی طریقہ کے ذکر سے درجۂ کمال کو پہونچتے ہین اسکے لیے
چند شرائط لازمی ہین اونکا بیان کرنا بھی لازمی ہے اول یہ کہ ذاکر اگر حار مزاج ہو تو مرطوب
اور روغنی اشیا استعمال کرے ورنہ خون آنے لگیگا اور حدت کمال درجہ پر بڑھ جائیگی
دوسرا امر یہ کہ حالت بھوک یا بشدت پیٹ بھرا ہوا اوسوقت نہ چاہیے تیسرا امر یہ کہ گرمی کا موسم
اور وقت گرمی کا نہو چوتھا امر یہ ہے کہ مباشرت اس طریقہ مین نہ چاہیے کیونکہ اگر مباشرت کریگا
ترقی نہو سکے گی اور اون کمالات کو نہ پہونچ سکیگا جو اس سے عجیب و غریب حاصل ہوتے ہین
اور انکی تفصیل انشاء اللہ تعالی آیندہ ہوگی -
دوسری ترکیب تصفیہ کی یہ ہے کہ جسقدر ممکن ہو خدا کے خوف یا اوسکی قرب کے لیے روئے
جسقدر روئیگا اوسیقدر قلب صاف ہوگا اور شرط یہ ہے کہ گناہون سے باز رہے کیونکہ
گناہون کی کثرت قلب کو سیاہ کرتی ہے اور ظالمون اور دنیا کے طالبون کی صحبت سے
پرہیز کرے کیونکہ انسے بھی دل سیاہ ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے رؤیۃ وجہ الظالم
یسود القلب اور درویش کامل کی صحبت سے قلب صاف و پاک ہوتا ہے اور اگر
کسی ایسے بزرگ کی محبت اسکو ہو جاتے تو سوای معمولی امور کے کوئی محنت صفائی قلب کیلیے
نہین کرنا پڑتی جسقدر یہ محبت بڑھتی جائیگی اوسیقدر دل صاف و شفاف ہوتا جائیگا اور

اور اگر خدا کی محبت ہو تو اس سے بہتر کوئی شئے تصفیۂ قلب کے واسطے ممکن نہین

فصل ۲ **تزکیۂ نفس** طریقت مین تزکیۂ نفس جزو اعظم ہے بلکہ اسی پر دار و مدار طریقت ہے
اگر اسکا ایک ادنی شمہ رہجائے تو طریقت مین نقصان عظیم ہے اور مشکل بھی صرف
یہی ہے گویا طریقت مین قالب تو عبادت ہے اور روح تزکیۂ نفس ہے اور اس
تزکیہ کا ذکر باری تعالی نے خود بھی اپنے فرقان حمید مین ارشاد فرمایا ہے
اور اگر قرآن و حدیث کے تمام ممنوعات جمع کیے جائین تو تین ربع اوس سے ہونگے
جو متعلق تزکیۂ نفس ہونگے بلکہ شاید کوئی ایسا مسئلہ ہو جو تزکیۂ نفس کے باب مین نہو ورنہ
اصل و حقیقت ہر امر و نہی کی بھی تزکیۂ نفس ہے جسکو تزکیۂ نفس حاصل ہوا اوس سے کوئی
گناہ صغیرہ کبیرہ عمدًا نہین ہو سکتا اور جسکا نفس غالب ہوا اوس سے کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ
بچ نہین سکتا خدا کے قانون مین تزکیۂ نفس کا یہ اصول ہے کہ جس نفسانی فعل سے مخلوق کو
زیادہ ضرر پہونچتا ہے جیسے جھوٹ غیبت بد معاملگی دغا جعل چوری وغیرہ وغیرہ یا جس سے
خاص اپنے کو اور اپنی نسل کو نقصان پہونچتا ہے جیسے زنا و خودکشی وغیرہ یا جس سے
اور نفسانی برائیان بھی پیدا ہوتی ہین جیسے شراب یا جس سے بیغیرتی اور غصہ بڑھتا ہے
جیسے اکل گوشت خنزیر و شیر یا جس سے روح نفسانی کو نقصان اور نفس کو تقویت ہوتی
ہے جیسے ترک فرض عین وہ سب افعال حرام ہین اور جس نفسانی فعل سے اس سے کم
نقصان مذکورۂ بالا اشیا کو ہوتا ہے وہ مکروہ ہین اور جیسے بہت ہی خفیف ضرر ہوتا ہے یا
احتمال ضرر ہے اونکا ترک اولی ہے اور جس روحانی فعل سے نفس خوب زیر ہوتا ہے وہ
فرض عین قرار دیے گئے ہین جیسے نماز روزہ حج زکوۃ اور جسکی کثرت سے نفس اچھی طرح
زیر ہو جاتا ہے وہ افعال مسنون ہین اور جس سے روح کو تازگی اور نفس کو خوف مغلوب
ہو جانیکا پیدا ہوتا ہے وہ افعال مستحب قرار دیے گئے ہین انھین اصول پر تمام اصول
قانون شریعت کے مبنی ہین —

جاننا چاہیے کہ انسان مین دو چیزین بہت بڑی ایک دوسرے کے مقابل ہین ایک نفس
دوسرے روح یہ دونون ایک دوسرے کے ضد ہین نفس کے تمام افعال وخواص بد ہین
اور روح کے نیک جو راستہ خدا کی طرف گیا ہے وہ روحانی ہے اور جو اوسکے خلاف گیا ہے
وہ نفسانی ہے یعنی نفسانی افعال خدا سے دور کرتے ہین اور روحانی قربت پیدا کرتے ہین
اوسکی خاص وجہ یہ ہے کہ روح انسانی خدا کی روح ہے اور نفس انسانی شیطنت کا جزء ہے
تو ہر شے اپنے اصل کی طرف راجع ہوتی ہے اسی لیے روح ہمیشہ قربت خدا کی تحریک کرتی ہے
اور نفس قربت شیطان کی اس مین جو غالب ہوتا ہے اوسکے موافق نتیجہ نکلتا ہے چنانچہ اخوان الشیاطین
ہمیشہ شیطان سے مدد لیتے ہین اور نجس اشیا سے کام لیتے ہین تاکہ شیطان خوش ہو مثل
ساحرون کے اور عاشقان خدا ہمیشہ طہارت کا خیال رکھتے ہین اور خدا ہی سے مدد لیتے ہین
اور جب ساحر روح کو بالکل مغلوب کر دیتا ہے اور نفس کو غالب تو اپنے فن مین کامل ہو جاتا ہے
اور صاحب طریقت جب نفس کو بالکل مغلوب کر دیتا ہے تو خدا رسیدہ ہو جاتا ہے گویا نفس
و روح ایک ترازو کے دو پلے ہین جب ایک جھکیگا تو دوسرا ضرور اونچا ہوگا تو اہل طریقت
تمام وہ افعال کرتے رہتے ہین جنسے نفس مغلوب اور روح غالب ہو لہذا تمام افعال کے
دو بڑے حصے کر دیے گئے ہین ایک حصے سے روح کو قوت و تازگی اور لطافت و صفائی
حاصل ہوتی ہے دوسرے سے تزکیہ نفس ہوتا ہے یعنی نفس پاک وصاف اور اسقدر صاف کیا جاتا ہے
کہ گویا نہین رہتا تزکیہ اون لوگون کی بنائی ہوئی اصطلاح ہے جو یہ کہتے ہین کہ روح و نفس
ایک ہی شی ہے صرف افعال کا فرق ہے جب افعال نیک ہون تو روح سے نسبت کرتے ہین
اور جب افعال بد ہون تو نفس سے تعبیر کرتے ہین اسی لیے اونھون نے مغلوبیت نفس کا نام
تزکیہ نفس رکھا ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ خدا نے خود نفس کی تین صورتین دکھائی ہین نفس امارہ
نفس لوامہ نفس مطمئنہ اور نفس امارہ کی مذمت کی ہے اور نفس مطمئنہ کی صفت کی ہے
یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة متاخرین نے افہام و تفہیم کے لیے

نفس کے دو حصے کر دیے ہین نفس امارہ کو محض نفس کہتے ہین اور نفس مطمئنہ کو روح کہتے ہین لہذا ہم بھی اپنے مضامین مین آسانی کے لیے یہی بہتر سمجھتے ہین کہ نفس و روح علیحدہ علیحدہ کر دین - اور یہ احتمال بھی ہے کہ نفس امارہ اور نفس مطمئنہ علیحدہ علیحدہ ہم اوپر یہ بیان کر آئے ہین کہ ایک حصہ افعال کا وہ ہے جنکے ترک سے نفس کا تزکیہ ہوتا تو اب ہم اونکو بیان کرتے ہین - غصہ - خود پسندی - طمع - شقاوت یہ چند باتین ہین جنسے نفس مرکب ہے اگر یہ چارون نہ رہین تزکیۂ نفس کو کمال ہو جاتے شریعت مین انکا غلبہ حرام ہے مگر طریقت مین انکا موجود رہنا حرام ہے جبتک نیست و نابود ہو جاے اوس وقت تک کامل طریقت نہین اور جسقدر انمین کمی ہو گی اوسیقدر طریقت مین قدم آگے بڑھتا جائے گا تشریح ان چارون کی ضروری ہے -

غصہ ایک صفت جلالی ہے اور چونکہ طریقت راہ جمالی ہے اسلیے جلال اوسکے خلاف وضع تو اسکا رہنا باعث فنای کمال ہے - اسکا غلبہ تو جب ہوتا ہے کل قوتین اور تمام کمالات مغلوب ہو جاتی ہین اسلیے یہ شریعت مین حرام ہے مگر طریقت مین اسکا محض وجود اسلیے حرام ہے کہ ایک نجس شی ہے جسکو طاہر کے پاس نرکھنا چاہیے کیونکہ نجاست سے طہارت جاتی رہتی ہے چند مثالون سے یہ واضح ہو گا کہ غصہ بالکل فنا ہو جانے کی کیا علامت دستیاب ہے - حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے روئی مبارک پر ایک کافر نے مغلوب و مجبور اور بے بس ہو جانے کی وجہ سے تھوک دیا ظاہر ہے کہ ایسے شیر نر کے منہ پر کوئی شخص تھوک دے خصوصاً بحالت جنگ و جدل کہ اظہار غصہ کا خاص وقت ہے کتنا قہر و غضب اوسپے ہو گا مگر غصہ آجاتا تو درکنار وہ غصہ جو دین کے لیے تھا اور جو ادہو رہا تھا وہ بھی جاتا رہا اور اتنا بھی نرہا کہ آپ اوسکے سینہ پر جسطرح سوار ہوئے تھے سوار رہتے آپ فوراً اوتر آئے اور اوسے قتل نکیا اگر قتل کرتے تو اونکا نفس تو ہرگز شریک ہوتا مگر اور لوگونکو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حضور کا نفسانی غصہ بھی شاید اس قتل مین شریک ہو گیا ہو چونکہ دل

تمام اہل طریقت کے پیشوا تھے لہذا پیشوا ؤنکو ایسی باتون کی احتیاط اور زیادہ چاہیے تاکہ مثال بین یہ تذکرہ آسکے تو غصہ کی افسانی آگ آپکی ذات مین اسقدر بجہ سرد ہو چکی تھی کہ روحانی حدت بھی تھوڑی دیر کو اوسکے اثر سے سرد ہو گئی اس سے عمدہ مثال غصہ کے نرمنے کی اور کوئی نہین یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واقعات سے صدہا مثالین ملسکتی ہین کہ لوگ آپکو کیا کیا تکلیفین پہونچاتے تھے یہانتک کہ راستہ مین آپکا لباس پاکیزہ کوڑے کرکٹ سے آلودہ ہو جاتا تھا کہ مگر آپ کے چہرے پر شکن نہ آتی تھی اور یہ دو ایک مرتبہ نہین ہوا بلکہ تین برس تک برابر بر روز ایک نہ ایک واقعہ ایسا ضرور ہوتا تھا بلکہ بعض روز ون مین کئی مرتبہ اور جو باتین گذرین مین اونکو اسلیے بیان نہین کرتا ہون کہ یہ کتاب اونکی سوانح عمری تو ہی نہین پھر ایسی باتین کیون لکھون جنسے خود میرے قلب اور تمام ناظرین کو صدمہ پہونچے۔ اسیطرح حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام واقعات کربلا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی تکلیف اونکی لیے باقی نہین رہی اور کسی بات پر اونکو غصہ نہ آیا اسکی دلیل (علاوہ اسکے کہ واقعات مین نہین) یہ بھی ہے کہ اگر اونکو غصہ آجاتا تو زمین کا طبقہ اولٹ جاتا کیونکہ کاملان طریقت کا غصہ خدا کا غصہ اور اوسیکا قہر و غضب ہوتا ہے اوسکی پناہ نہین ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ رسول خدا او جھی آ اور ائمہ کی مثال ہملوگون کے لیے کیونکر قائم ہو سکتی ہے وہ ایسے ہی زبردست تھے جو اسقدر متحمل تھے دوسرون کو یہ کہان نصیب مگر ہم کہتے ہین کہ ان سب پر مصیبتین بھی تو اتنی پڑی ہین کہ کسی پر نہین پڑتین تمپر جو واقعات درپیش ہون تم اونہین کے لیے کافی تحمل و حلم اختیار کرو چنانچہ اُمت کی چند مثالین لکھ دیتا ہون حضرت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی رح جب اجمیر مین تشریف لائے تو ایک جگہہ زمین پر آکے بیٹھ گئے وہان اتفاق سے راجہ کے اونٹون کے بیٹھنے کی جگہہ تھی ساربان جو آئے تو اونھون نے منع کیا اور نہایت سختی سے اونکو وہان سے اوٹھا دیا آپ وہان سے اوٹھ آئے اور اپنی توہین و تکلیف پر ذرا بھی غصہ نہین آیا حالانکہ یہ وہ شخص تھے جنھون نے اونٹون کو تو کیا اونکے مالک راجہ ہند کو تخت حکومت پر سے بیٹھنے دیا اور اسیطرح کے

بلکہ اس سے سو حصے زیادہ ہر کامل پر تمام عمر مین سیکڑون واقعات ایسے گزر جاتے ہین مگر
وہ غصہ نہین کرتے آجکل کے فقیر ایسے ہین کہ لباس تو فقیرون کا پہن لیا مگر صفات فقر سے
واقف تک نہین بلکہ دنیادارون سے بھی زیادہ صاحب نفس ہوتے ہین اگر کوئی سلام نکرے
یا پشت کرکے کھڑا ہو جائے یا اچھی جگہ نہ بٹھائے تو اوسکے خون کے پیاسے ہو جاتین جان لینا
چاہیے اور خوب پہچان لینا چاہیے کہ ایسے لوگ درویشی اور طریقت سے اسقدر دور ہین جسقدر
مشرق سے مغرب دُنیادار اونسے بہتر ہین۔ اور جن فقیرون کے واقعات سے یہ ظاہر ہوا ہے
کہ وہ کبھی اپنی توہین پر غصہ مین آئے ہین تو درحقیقت وہ خدا کا غصہ تھا جو اونکے پردے مین
ظاہر ہوا جیسا کہ حضرت موسیٰ کا غضب قوم فرعون پر اور حضرت نوحؑ کا غصہ اونکی امت پر
علی ہذا یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ غصہ نفسانی کی کمی ہونی چاہیے نہ کہ غصہ روحانی کی۔
غصہ روحانی وہ غصہ ہے جو یا تو ہمدردی کی شکل مین ہوتا ہے مثلاً ظالم پر غصہ آئے تا کہ
اوسکو کسی مظلوم کے لیے سزا دے یا کافر پر مجاہد کو غصہ آئے کہ وہ خدا کو بُرا کہتا ہے یا اور کسی
ایسے ہی امر کیواسطے اور نفسانی غُصہ وہ غصہ ہے جو خاص اپنی توہین یا تحقیر یا تکلیف پر یا اپنی کسی
نفسانی خواہش کے لیے آئے۔

دوسرا فعل خود پسندی یہ بھی فقیر مین نہ رہنا چاہیے غصہ کے بعد اسکا دوسرا نمبر ہے جو کہ
خاص نفسانی فعل ہے اور مخالفت طریقت مین غصہ سے کچھ ایسا کم نہین ہے خود پسندی کا
بڑا پیمانہ تکبر و غرور ہے یہ تو شریعت مین بھی حرام ہے بلکہ شیطان کے ملعون و مردود ہونے کا
یہی خاص سبب ہوا مگر طریقت مین ادنی سے ادنی خود پسندی بھی حرام ہے اور غصہ اگر نفس کا جسم ہے
تو خود پسندی اوسکی جان ہے کیونکہ تزکیہ نفس مین یہ سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے اور
بہت ہی باریک ہے۔ چند صورتین اور مثالین بیان کرتا ہون امید ہے کہ خود پسندی کی باریکیات
واضح ہو جائین گی۔ اسکی اول دو حالتین ہین۔ جلی خود پسندی۔ اور خفی۔ جلی تو سب
جانتے ہین کہ اپنے کو کچھ سمجھنا اور تعریف کا خواہشمند ہونا یا اپنی محنت کو قابل صلہ وجزا خیال کرنا

یا اپنے آپکو فقیر درویش یا نیک یا عاشق حقیقی یا عابد و زاہد یا عالم و قابل جاننا یہ تو
جلی خودپسندیون کی صورتین ہین خفی بیان کرنیسے سمجھ مین نہ آئیگا مثال سے واضح ہوگا
حضرت مخدوم مولانا شاہ صفی جو کہ حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہ کے خلیفہ حضرت سعد کے
خلیفہ تھے انکے پڑوس مین ایک امیر آدمی رہتا تھا اوسکے خدمتگار کا نام بھی صفی تھا مگر تصغیر کی
وجہ سے صفیا پکارا جاتا تھا تو اوسکا مالک صفیا کہہ کے اوسے پکارتا تھا آپ کھڑے ہوجاتے
تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ مجکو کسی نے پکارا خودپسندی کا مادہ اسقدر آپ سے دور ہوگیا تھا
کہ آپ کو یہ خیال ذرہ برابر نہوتا تھا کہ مجکو کوئی اس تحقیر سے نہ پکارے گا کیونکہ اونکو یقین کامل تھا
کہ وہ نہایت حقیر ہین حالانکہ اونکا مرتبہ باطن مین جو کچھ تھا وہ ظاہر ہے کہ اونکے غلامون نے
مُردون کو جلایا ہے یعنی حضرت شاہ خادم صفی رحمۃ نے۔ خفی خودپسندی یہ بھی ہے کہ جلی خودپسندی
اپنے مین نپاکر خوش ہو اسکی وضاحت یہ ہے کہ مثلاً ریاضت کی یا کوئی اور نیک کام کیا اور
اوس پر فخر و ناز نکیا اور اس بات پر خوش ہوا کہ مین نے اس نیک کام پر فخر نہین کیا تو یہ خوشی
بھی خفی خودپسندی ہے یا یہ خفی خودپسندی بھی اپنے مین نہ پائی اور اسپر خوش ہوا تو یہ بھی
خودپسندی کا ایک باریک شعشہ ہے اسی طرح یہ سلسلہ مسرت جبتک قطع نہو اوسوقت تک
سلسلہ خودپسندی نہین جاتا۔ ریا بھی داخل خودپسندی ہے یعنی جلی خودپسندی ہے اور ریا
نہونے پر خوش ہونا یہ خفی خودپسندی ہے علی ہذا القیاس یہ سلسلہ مسرت بھی منقطع ہو جائے
یا اپنے آپ کو فقیر یا عابد یا عالم یا نیک نہ سمجھے بلکہ ہیچ و ناچیز اور گناہگار اور سب سے بدتر جانے
اور اس بات پر خوش ہوا کہ مین اپنے آپکو برا سمجھتا ہون اور سب سے بدتر جانتا ہون یہ خوشی بھی داخل
خودپسندی ہے اور اسکا سلسلہ بھی اسیطرح منقطع ہونا چاہیے۔ ایک درویش حیدرآباد دکن مین
ہین اونھون نے ایک تفسیر لکھنا شروع کی وہ تفسیر نہایت عمدہ تھی جسنے دیکھی اوسنے تعریف کی
وہ جزء جزء شائع کرتے تھے اونھون نے بند کردی مین نے پوچھا کہ ایسی نعمت کو آپ نے
کیون روک لیا اول تو اونھون نے حیلہ حوالے کیے پھر جب مین نے سب عذرات اونکے

بیکار ثابت کیے تو اونھون نے اصل بات بطور راز کے یہ بتائی کہ لوگونکی تعریف سے
خیال پیدا ہوا کہ ایسا نہو ان تعریفون پر نفس خوش ہونے لگے یا اوسکی خفی ا نفس خود پسندیکا
کوئی سلسلہ قائم ہوجائے لہذا اوس فعل ہی کو چھوڑ دیا اور اس فعل کے ترک کا بھی اونکو غالبًا
افسوس ہوا ہوگا کیونکہ اگرچہ یہ مسرت بھی کہ اگر ایسے فعل کو ترک کر دیا گویا بڑا عمدہ کام کیا تو یہ بھی وہی سلسلہ نفسانی ہے
اصطلاح اور بہت باریک شاخین ہین جو نہ تو بیان مین آسکتی ہین نہ سمجھ مین آسکتی ہین اور
نہ اونسے چھٹکارا ہوسکتا ہے البتہ اوسیوقت ان نفسانی باریکیون سے مفر ہوسکتا ہے جبکہ
سالک بیخود اور بیہوش ہو اگر طریقت مین بیخودی نہوتی تو سالک ایک قدم آگے نہین
بڑھ سکتا تھا کیونکہ نفس کی چالاکیان بہت باریک ہین اونکا خیال مین رکھنا اور اوسے بچنا ایسا
مشکل ہے کہ جیسے کرامت و معجزہ یعنی سوای اولیاء اللہ کے کوئی نہین بچ سکتا وہ بھی اوسی حالت مین
جب وہ بیخود ہون - ایک خفی خود پسندی یہ بھی ہے کہ نفس جو کہے وہ نکرنا چاہیے اور جو
نکہے وہ کیا اگر یہ اصول افعال مباح مین چلتا ہے ایسا نہین کہ نماز پڑھنے کو جی چاہے تو نماز
نہ پڑھے کیونکہ نماز کا شوق تو روح کی طرف سے ہوتا ہے البتہ امور مباح مین یہ اصول ہے روز مرہ
اگر صرف اسی پر اختیار ہوجائے تو ہزارہا کمالات حاصل ہوسکتے ہین چنانچہ یہ کام جو اہل ہنود
فقرا نے کیے ہین صاحب تصرف و کرامت وہ بھی ہوگئے ہین جوگی جیپال کی ایک مثال
کافی ہے انکو یہ قوت تھی کہ ہوا مین اوڑ سکتے تھے زمین مین غرق ہوجاتے اور پہاڑ کو جڑ سے
اوکھاڑتے اور ایسے ہی ہزارون خرق عادات پر اختیار تھا کسی نے پوچھا کہ آپ کو یہ کمالات
کیونکر حاصل ہوے کہا صرف اس بات سے کہ نفس نے جو کہا وہ کبھی نہین کیا اور چونکہ اوسکو
شریعت سے کوئی تعلق نہ تھا اسلیئے اچھی بات کو کہا تو وہ بھی نہ کی اور اوسوقت کی یہ سب [illegible]
یہانتک کہ جب حضرت خواجہ غریب نواز رح سے مقابلہ ہو کر مغلوب ہوے اور دل مین خیال
آیا کہ ایسے اکمل شخص کا شاگرد و مطیع ہوجانا چاہیے تو اوسوقت وہ چلے گئے اور جب یہ خیال آیا
کہ اچھا ہوا جو ہم وہانسے چلے آئے اپنے ہزارون برس کے مذہب کو بھلا چھوڑ دیتے اوسوقت

تک کے مسلمان ہوگئے اور حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی۔

طمع ۔ یہ تیسری چیز ہے جس سے نفس مرکب ہے طمع دراصل محبت دنیا ہے اور چند امور اسکے متعلق ہیں جنکا ذکر کرنا ضروریات سے ہے۔ جسکو طمع نہ ہوگی اوسکو توکل ضرور ہوگا کیونکہ جبتک ... اوسکے مسبب الاسباب ہونیکا یقین ہے وہ ضرور اوسپر بھروسا کریگا تو جبتک کوئی شے خلاف دل اوسپر غالب نہ آئیگی اوسوقت تک انسان متوکل رہیگا چنانچہ جب محبت دُنیا و مافیہا پیدا ہو جاتی ہے اوسوقت توکل نہین رہتا لہذا طمع تخالف توکل ہے
دوسرے قناعت جب طمع ہوگی تو قناعت نہین ہوسکتی کیونکہ طمع ایک دنیوی محبت ہے اور محبت مین افراط و تفریط کا فطری مادہ ہے جس سے وہ زیادتی حصول چاہتا ہے لہذا قناعت نہین ہوسکتی۔ تیسری بات یہ ہے کہ طمع اور عشق مین ضد ہے جسکو عشق ہے وہ معشوق سے کوئی شے عزیز نہین رکھ سکتا اور جسکو طمع ہوگی اوسے محبت دنیا ہوگی وہ کبھی عاشق نہین ہوسکتا لہذا طریقت کی راہ مین طمع نہایت زبردست رہزن ہے اور صرف طریقت ہی کے مخالف نہین بلکہ پابند شریعت بھی وہ شخص نہین کہا جاسکتا جو کہ طامع و حریص ہو کلام مجید مین جابجا طمع یعنی محبت مال و متاع دُنیا کی مذمت ہے اور قارون کو صرف طمع کی وجہ سے ملعونیت حاصل ہوئی۔ اور طامع کے لیے لازم ہے کہ بخیل ہو اور بخیل دشمن خدا ہے تو کجا عشق خدا اوسی بات کو مولانا نے فرمایا ہے ؎ ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دون ٭ این خیال ست و محال ست و جنون
یعنی محبت دنیا بھی ہو اور محبت دین بھی یہ محال ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی ضد مین جو کوئی فقیر طامع و حریص ہو سمجھو کہ وہ فقیر نہین بلکہ دنیادار سے بدتر ہے کیونکہ دنیادار تو طالب دنیا ہے اوسے دھوکا نہین ہوسکتا اور فقیر سے دھوکا ہوسکتا ہے۔

شقاوت ۔ شقاوت بھی ایک خاص روحانی نقص ہے جو کہ جزو اعظم اور روح کا خاص ... شقاوت کی زیادتی تو شریعت مین بھی حرام ہے یعنی کسی پر ظلم کرنا قتل کرنا یا کسی طرح دل دکھانا مگر طریقت مین ادنی سے ادنی درجہ تک کی شقاوت حرام مطلق ہے لغوی معنی

تواسکے دل کی سختی ہین اور اصطلاح مین اون تمام امور کو کہتے ہین جنسے خلاف حلم و رحم
و ہمدردی و محبت کوئی فعل واقع ہو چنانچہ یہ امر شریعت و طریقت دونون مین مسلم ہے کہ
کسی کو صدمہ پہونچانے اور دل دکھانے سے بندہ کے کوئی گناہ عظیم نہین اور یہی وہ معاصی ہین
جنکو خدا معاف نکریگا کیونکہ یہ حق العباد ہین اللہ اپنے گناہ تو معاف کرسکتا ہے کہ وہ ارحم الراحمین
ہے مگر دوسرون کے گناہ وہ اپنے آپ اگر معاف کردے تو اوسے حق مالکانہ ضرور حاصل ہے
کیونکہ وہ سب کا مالک اور سب اوسکے بندے ہین مگر یہ انصاف کے خلاف ہوگا لہذا بندونکا
گناہ کرکے کوئی شخص سبکدوش نہین ہوسکتا خواہ تمام عمر ہر سانس مین ایک کلام مجید پڑھے
شقاوت کی موٹی مثالین تو سب جانتے ہین مگر باریک مثالون کا بیان کرنا متعلق طریقت ہے
اور اونھین پر عمل کرنیسے داخل طریقت ہوسکتا ہے چنانچہ یہ امر بھی طریقت مین داخل شقاوت
کر لیا گیا ہے کہ کسی کی خطا نہ بخشی جاوے اور اوسے سزا دیجاوے یا اوسے ندامت ہو یا اور
کسی طرح کا رنج پہونچے خواہ وہ کیسا ہی عظیم گناہ کرے چنانچہ حضرت امام اعظم رح ایک شخص کے
امام تھے جو کوئی مسجد مین نماز پڑھنے آتا اونکو یہ معلوم ہوجاتا کہ یہ شخص فلان گناہ کیا کرتا ہے
لہذا اپنے فرض منصبی کے اعتبار سے وہ اوسکو نصیحت کرتے مگر یہ بھی پہچان لیتے تھے کہ ہر ایک کو
میری ذات سے صدمہ پہونچتا ہے اور دل دکھتا ہے لہذا اونھون نے خدا سے دعا کی کہ یارب
میری یہ صفائی قلب جاتی رہے کہین کسی کے افعال سے آگاہ ہون نہ مجھے علم ہوگا نہ مین کہونگا
چنانچہ ایسا ہی ہوا ایک مرتبہ حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہ کو ایک گھوڑا کسی نے نذر دیا تھا
اور وہ میدان مین پھرا کرتا تھا ایک آدمی اوسے چرا لیگیا لوگون نے تلاش کیا اور مع گھوڑے کے
اوسے پکڑ لائے آپنے اوسکی نسبت کہا کہ یہ میرا گھوڑا نہین ہے اسے چھوڑ دو یہ خود اسیکا ہوگا
تو خلاف واقعہ بیان کرنا منظور کیا اور یہ گوارا نہین کیا کہ کوئی شرمندہ ہو اور اوسکا دل دکھے
خواہ وہ چوری کیون نہو۔ اور ساتھ ہی اسکے آپ نے اپنے دل مین اوسکو معاف بھی کردیا ہوگا
تاکہ اوسپر قیامت کا مظلمہ نرہے یہ اہل طریقت اس خیال کے لوگ ہوتے ہین جو کہ یہ چاہتے ہین

کہ کاش تمام امت کے گناہون کی سزا ہمکو ملجائے اور کسی کو تکلیف نہ پہونچے چنانچہ اہل شریعت
اور اہل طریقت مین جہان اور فرق ہین ایک یہ بھی ہے کہ اہل شریعت وہ ہین جو عذاب
دوزخ سے ڈرتے ہین اور اہل طریقت خدا کی دوری سے ڈرتے ہین اور اوسکے بعد اونکو
یہ خوف رہتا ہے کہ امت رسول پر عذاب نہو کاش وہ سارا عذاب ہمپر ہو جاسے تو شقاوت کی
یا ایک مثالون مین سے یہ دو مثالین دیگئین انکا ذکر خدای تعالی نے اپنے کلام پاک مین بھی
جابجا کیا ہے والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس اس آیہ مین غصہ اور شقاوت دونکی
تردید کی گئی ہے چنانچہ آنحضرت کی زندگی کا زیادہ حصہ ان چارون پرہیزونسے بھرا ہوا ہے
غصہ نرسے نہ طمع نہ کرتے تھے غرور و خود پسندی نام کو نہ تھی محلہ کی عورتون کا سودا
لادیا کرتے تھے اور جو کوئی برا کہتا تھا تو برا نہ مانتے تھے حالانکہ وہ پیغمبر تھے ہر بدی اور گناہ سے
معصوم تھے مگر چونکہ تمام اچھون کے پیشوا تھے اسلیے اونکی تعریف مین خدا نے فرمایا ہے
وانک لعلی خلق عظیم جاننا چاہیے کہ خلق عظیم ایک ایسی صفت ہے آنحضرت موصوف کیے گئے ہین
کہ تمام عالم کی خوبیان اسمین آگئین اور کوئی خوبی ایسی نہین جو اسمین نہو اور کوئی بدی
ایسی نہین جو اس پر عمل کرنے والی ہین پائی جائے خلق عظیم کا لغوی معنی تو بہت بڑا خلق ہے
مگر بہت بڑے خلق اور خلق مین ایک عجیب و غریب فرق ہے وہ یہ کہ تھوڑے خلق والے
آدمی سے تھوڑی نیکیان ہوتی ہین اور کچھ خوبیان رہجاتی ہین لیکن خلق عظیم جسکو حاصل ہو
اوس سے کوئی نیکی نہین رہتی اور کوئی گناہ نہین ہوسکتا چنانچہ اگر خلق عظیم کی تفسیر و تشریح
کیجائے بلکہ جزکی کتاب علی حدہ ہو مگر یہان چند سطرون سے زیادہ گنجائش نہین لہذا صرف
اسی پر کتفا کرتا ہون کہ صاحب خلق عظیم سے کوئی شخص رنجیدہ نہین ہوسکتا اور نہ کسیکو نقصان
پہونچ سکتا ہے خواہ وہ اچھا ہو یا برا چنانچہ کفار نے آپکی اکثر تعریفین کی ہین اور یہانتک
کہ آپکا جہاد بھی اس اصول پر تھا کہ جنسے مقتولون اور کافرون کو روحانی فائدہ پہونچتے تھے
یہانتک کہ اونکی بعثت کا خاص منشا یہ تھا کہ جاہلیت کی گمراہی سے جو اونکو گھیرا ہے تو

اوسکی وجہ سے دنیا مین بھی فتنہ و فساد اور کشت و خون کرتے رہتے تھے اور عاقبت مین دوزخ کا سامنا ہوتا ان تکالیف دینی و دنیوی سے بچانے کے لیے آپ مبعوث ہوے اور اسی بات کو خدا نے خود فرمایا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ خلاصہ یہ کہ اگر صرف خلق عظیم کا لفظ کوئی شخص سمجھ لے اور عمل کرے تو شریعت و طریقت کا عامل ہے مگر چونکہ یہ مشکل امر ہے کہ ایک لفظ سے ہر شخص کل امور نکال لے اسلیے علم تصوف کی ضرورت پڑی تا کہ خلق عظیم کے ہر جزو کو علحدہ علحدہ دکھا دیا جائے۔

فصل ۱۴ سلوک و جذب طریقت مین دو حالتین ہین سلوک و جذب۔ سلوک اوس حالت کو کہتے ہین کہ طریقت کے راستے پر باحواس و ہوشس رہے ہو اور جذب یہ ہے کہ اپنے ہوش مین نرہے اس حساب سے اہل طریقت مین چار صورتین نکل سکتی ہین ۱ سالک ۲ مجذوب ۳ سالک مجذوب ۴ مجذوب سالک ۔ ۵ سالک اوسی کہتے ہین جو کبھی مغلوب الکیفیت نہوتا ہو مگر چونکہ یہ ناممکن ہی کہ طریقت مین کوئی کیفیت ایسی کبھی نہو جو غالب آجائے اسلیے صاحب طریقت کبھی سالک محض (بلا کیفیت) نہین ہوسکتا بلکہ وہ شخص خارج طریقت ہے اور گویا طریقت کی پہلی سیڑھی پر اوسکا قدم نہین ۲ مجذوب اوسے کہتے ہین جو ہمیشہ بیہوشس رہے اور ہوش مین آنیکی امید نرہے وہ اول تو ترقی نہین کرتا جس مقام پر ہوتا ہے وہین رہتا ہے نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ پیچھے کا احوال اوسے یاد رہے اور چونکہ یہ لوگ ناقص ہوتے ہین اور یہ سبب بیہوشی کے پابند شریعت بھی نہین ہوتے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوبون کے پاس جانیکی ممانعت فرمائی ہے ۳ سالک مجذوب وہ ہے جو اکثر اوقات اپنے ہوش مین رہے اور کبھی کسیوقت مغلوب الحال ہو جایا کرتا ہو ایسے اہل طریقت کو سب پر ترجیح ہے انہین سے بعض ایسے صاحب ظرف گذرے ہین جنکو کسی نے کبھی مغلوب الحال نہین دیکھا جو کچھ اونکی حالت ہوتی وہ تنہائی مین ہوئی جیسا کہ صحابۂ کرام اور اونکے بعد بہت سے اولیاء اللہ گذرے ہین

کہ مجذوب سالک وہ فقرا ہین جو اکثر جذب مین رہتے ہین مگر کبھی ہوشمین بھی آجاتے ہین
جذب کی دو صورتین ہین اول یہ کہ خدای تعالی کسیکو نعمت وہب اکرم سے عنایت کردے
خواہ کسی کامل کی ایک نوری نظر ایسی پڑجائے یا اور کوئی صورت ایسی دفعتا اور اتفاقا
پیش آجائے تو ایسی حالت مین کوئی شخص اپنے ہوش وحواس مین نہین رہتا کیونکہ دفعتا کسیکے
آنکھ کے سامنے بالکل قریب آفتاب آجائے تو ظاہر ہے کہ فوراً آنکھین پھوٹ جائینگی اوسی طرح
عقل وفہم اور ہوش وحواس اکرم سی اوس تجلی نوری کی وجہ سے فنا ہوجاتے ہین اور کسی کا ظرف اسکا متحمل
نہین ہوسکتا بعض فقرا کو دیکھا ہے کہ برسون کے بعد رفتہ رفتہ کچھ ہوشمین آگئے ہین اور بعض تو عمر بھر ہوشمین نہ آئے
دوسری صورت جذب کی یہ ہے کہ گو سالک زینہ بزینہ بقاعدۂ سلوک چلا مگر کسی مقام پر آکے
اوسکا ظرف متحمل نہو سکا اور بیہوش وخرد ہوگیا اور یہ بیہوشی وبیخودی تو ہر ابتدائی
مشاہدہ کی حالت مین واقع ہوتی ہے مگر اکثر سالکون کی حالت درست ہوجاتی ہے اور پھر
دوسری منزل کے لیے تیار وہوشیار ہوجاتے ہین لیکن جسکے ظرف کا خاتمہ ہوجاتا ہے
وہ تو عمر بھر ہوش مین نہین آتا اور ہمیشہ کے لیے مجذوب ہوجاتے ہین یا برسون کے بعد
رفتہ رفتہ ہوش مین آتے ہین مرشد ایسے موقعون پر بہت کام آتا ہے اور بعض سالک
ایسے ہین جنکا ظرف بھر جانے کے بعد اونکو بیہوشی تو نہین ہوتی مگر سیر ہوجاتے ہین
اور اس سیری سے ترقی مسدود ہوجاتی ہے جیسا کہ فصل ۱۱ انجام طریقت مین مذکور ہے

فصل ۲۲ وساوس وخطرات وسوسہ اور خطرہ مین چند امور مابہ الامتیاز ہین اونکے بیان سے
ان دونون کا فرق واضح ہوجائیگا۔

وسوسہ بظاہر بلاسبب اور اچانک ہوتا ہے اور خطرہ کسی وجہ سے پیدا ہوتا ہے
وسوسہ کو واہمہ سے بہت دور کا تعلق ہے لیکن علاوہ واہمہ کے اور کسی سے اتنا بھی واسطہ
نہین خطرہ کو قوت متخیلہ سے تعلق ہے۔ خطرہ جواب کے بعد دفع ہوجاتا ہے وسوسہ
جواب سے دفع نہین ہوتا وسوسہ ایک بے اختیاری شئے ہے اور اوسکو عقیدہ نہین مانتا

بلکہ اوسکے خلاف ہوتا ہے خطرہ اگرچہ عقیدہ کے خلاف محسوس ہوتا ہے مگر وہ عقیدہ کو بگاڑنے مین ہر وقت تیار ہی بشرطیکہ جواب کافی نہ ملے۔ وسوسہ اگر ممکن الوقوع ہو اور قائم ہو جائے تو وہی خطرہ ہی۔ شریعت مین وسوسہ گناہ نہین مگر خطرہ گناہ ہے اور طریقت مین دونون گناہ ہین کیونکہ وسوسہ اہل طریقت کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اور بحالت وسوسہ نیکیان یعنی عبادت وریاضت وشغل وغیرہ ترک و بیکار ہو جاتا ہے اور خطرہ تاثیرات عبادت یعنی برکات اور حضوری سے باز رکھتا ہے۔ وسوسہ کا دور کرنا سوای خدا ورسول اور مرشد کے دوسرے کا کام نہین اپنے دور کرنے سے دفع نہین ہو سکتا ہے۔ مگر خطرہ اوس حالت مین رفع ہو جاتا ہے جبکہ اپنے ذہن یا کسی واقف کار سے جواب شافی ملجائے اور اگر پھر بھی رفع نہو سکے تو ذکر لا آلہ الا اللہ سے رفع ہو جاتا ہے اسطرح کی خطرہ کو جوکہ دراصل شیطانی ہوتا ہے ایک جانور خبیث ونجس تصور کرکے ذکر کے وقت اوسکے نکالدینے کا تصور کرے اور یہ ذکر جس دم کے ساتھ کرے ناف سے سانس گھسیٹ کے قلب مین لائے اور اوسوقت لا آلہ کہے اور جب اوسے نکالے تو الا اللہ کہے ان تصورات کے ساتھ ذکر کرنے سے خطرہ رفع ہو جاتا ہے۔ اور مرشد کی اعانت سے تو فی الفور دفع ہو سکتا ہے۔

فصل ۲۳ علم غیب

جو کچھ ہے اور ہونے والا ہے اوس سب کی دو قسمین ہین غیب و شہادت عالم شہادت یہ ہی جس مین تمام موجودات شامل ہین اور جو کن کے حکم پر محکوم و مامور ہو گیا اور غیب وہ ہے جو اپنے خارج مین موجود نہین صرف مشیت اور علم مین ہی اوسکو سوائے خدا کے کوئی نہین جانتا اور وہ غیب کو اسیطرح اپنے علم سے گھیرے ہوے ہی جس طرح شہادۃ کو وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا ھو عالم الغیب و الشہادۃ سے یہ امر واضح ہے۔ مگر علاوہ تصوف کے عام اصطلاح مین غیب اوسکو بھی کہتے ہین جو اپنے سے غائب ہو مثلاً اوس شخص یا شئی کی حالت جو حاضر نہین ہی یا وہ حالات جو ابھی لوح محفوظ یا کتاب محو و اثبات مین درج ہین یہ سب غیب کہلاتے ہین اسکا علم اونلوگونکو

ہوتا ہے جو روشن ضمیر اور صاحب تصفیہ ہین لیکن یہ علم اُنکو اختیاری نہین ہے یعنے ایسا نہین کہ ہر وقت
خدا کی طرح حاضر و ناظر رہین کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے مشاہدات کی طرف توجہ ہے تو اُسوقت
علاوہ اسکے باقی کی طرف سے بیخبری رہتی ہے لیکن خدا ہر وقت ہر شئے کو یکسان حالت سے
دیکھتا رہتا ہے جسکی طرف اُسکی خاص توجہ ہو اُسکو بھی وہ عام اشیا کی طرح دیکھتا رہتا ہے کوئی ذرہ
اُس سے ادنیٰ درجہ مین بھی پنہان نہین رہ سکتی لیکن کامل جسوقت جس شئے کی طرف متوجہ
نہین ہے اُسوقت وہ اُسکی حقیقت اور باطن سے آگاہ نہین ہو سکتا ہے اور کبھی واردات قلبی کے
روسے خود بخود منجانب خدا علم ہو جاتا ہے بہرصورت یہ ناقص علم اولیاء کاملین کو اُسی حساب سے
ہوتا ہے جسقدر اُنکے مراتب زیادہ ہین اور اس علم غیب کو جو کہ ناقص ہو یعنی بمقابلۂ علم خدا ۔
علم لدنی کہتے ہین اور علم لدنی مبتدی کو نہین ہو سکتا بلکہ اکمل کو اور اُس حساب سے جسقدر مراتب ہین
مثلاً حضرت موسیٰ کو خدا کے کلام سے علم تھا مگر چونکہ بالتواتر نہ تھا اور درمیان مین الفاظ کا
واسطہ تھا اس لیے بمقابلۂ حضرت خضرؑ جنکو علم لدنی بالتواتر اور بدون واسطہ حاصل تھا اور سلسلہ
جاری تھا حضرت موسیٰ کا علم کم تھا ۔ جزئیات کا علم علم لدنی نہین ۔ اور اسکی ابتدا ابتدا ہی کو جزئیات
ہوتی ہے اور حسب سلوک ترقی ہوتی ہے اور علم لدنی ایک ایسا فیضان ہی جو کسی محنت کے عوض
مین نہین بلکہ عطیہ کریمانہ و رحیمانہ ہے کیونکہ علم لدنی ایسا معمولی کمال نہین جو کسی انسانی یا ملکوتی
محنت کے بعد حاصل ہو سکے ۔ اب رہی جزئیات علم غیب یہ تصفیہ قلب سے رفتہ رفتہ
حاصل ہوتے جاتے ہین ۔

فصل ۲۴
طی الارض

زمین کی راہ برسون کی لحون مین طے کرنا خرق عادات مین سے ہے
اور اسکی دو صورتین ہین ایک بدون رفتار اور وہ محض تصور و توجہ اور
قصد پر موقوف ہے دوسرے بقاعدہ رفتار اسکا اسم یا حی یا قیوم ہے جس دم کے ساتھ
یہ پاس انفاس کی طرح یہ ذکر جاری اور مسلسل ہو جائے تو طی الارض آسان ہے اس قاعدے سے
اکثر اولیاء اللہ طی الارض ہین چنانچہ حضرت مخدوم جہانیان جہان گشت اسی اسم کے کامل تھے

اور اسی کے ذریعہ سے تمام روے زمین پر ایک دن مین ہو آتے تھے علاوہ اسکے
بہت اولیاء اللہ ایسے گزرے ہین جو اس اسم کے کامل ہوے مگر یہ کمال منتہی کو حاصل
ہوسکتا ہے مبتدی اور اوسط درجہ کے صاحب طریقت کو ایسے امور کی طرف توجہ نکرنا چاہیے
کیونکہ جس شخص کا قصد عبادت اور ریاضت سے کشف و کرامت حاصل کرنا ہو وہ خارج
از طریقت ہے سواے اسکے کہ اُسکو عامل کہا جائے اہل طریقت مین اُسکا شمار نہین۔
اور یہ کمالات اہل طریقت کے لیے مخصوص ہین۔ چنانچہ موحدین ہنود بھی طی الارض کے
مقامات طے کرسکتے ہین کیونکہ اُنکے تصرفات ناسوت مین ہو سکتے ہین۔
جاننا چاہیے کہ طی الارض سے مراد یہ ہے کہ زمین کو خلاف عادت اسقدر جلد طے کرتا
کہ جسقدر جلد کسی پرند سے بھی ممکن نہو اور جسقدر جلد جہان چاہے وہان پہونچ جاے
اسکی دو صورتین ہین اول یہ کہ اسم اعظم کے ذریعہ سے دوسرے جسم اسقدر لطیف ہو جاے
کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچنے مین ہوا کے مثل تکلف نہو بلکہ اُس سے بھی زیادہ تیز
اول اسم اعظم کا ذکر بہتر ہے۔
پہلا اسم اعظم تو وہ ہے جسکی تاثیر رگ رگ مین کثرت ذکر کی وجہ سے سرایت کر جاے
ہر ایک کام اُس سے ہو جاتا ہے اور وہ اسم خدا کا کوئی اسم ہو مگر خصوصاً تین چیزین اسمین
مخصوص ہین اوّل اسم ذات یا اللہ دوسرے لا الٰہ الا اللہ تیسرے یا حی یا قیوم۔ اسم ذات
حبس دم کے ساتھ بکثرت ذکر کرنے سے یہ اختیارات حاصل ہو جاتے ہین اگرچہ
یہ محنتین اسقدر مشکل ہین کہ انکی ترکیبین لکھنے سے کچھ فائدہ نہین مگر کتاب کے ناقص رکھنے کے
خیال سے مختصراً لکھتا ہون۔ بحالت اصول شریعت و طریقت اسقدر حبس دم کی مشق کرے
کہ جب تک چاہے اُسوقت تک سانس نہ لے یہ بات مرشد کی مدد اور کمال شوق و مشق سے
پیدا ہوسکتی ہے چنانچہ حضرت بدیع الدین شاہ مدار نے ۴۰ روز کا چلہ ایک مرتبہ حبس دم کے
ساتھ کیا تھا اسی حبس دم کی حالت مین ذکر اسم ذات پر بلا قصد و ارادہ اختیار رہے تو

جسوقت حبس دم کرکے ارادہ کریگا اُسی مقام پر پہونچیگا جہان کا قصد ہے۔ دوسری صورت کلمہ توحید سے ہے کہ پاس انفاس سے ہوتا ہے جب تک پاس انفاس کا شغل رہے گا اُسوقت تک ہوا پر رہیگا اور اپنے ارادہ سے ہر طرف آگے بڑھ سکتا ہے اور کلمہ شہادت کے پڑھنے سے زمین پر آئیگا۔

تیسری صورت یاحی یا قیوم کی ترکیب سے ہے اس ذکر کی کثرت اور تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کے بعد قدم راست پر یاحی اور قدم چپ پر یا قیوم پڑھنے سے ہوا پر انسان چل سکتا ہے۔ حضرت مخدوم جہانیان جہان گشت اسپر عامل تھے اور لاکھون کوس ہر روز چلتے تھے دوسری صورت بلا اذکار کے ہے وہ یہ کہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب مین جب کمال ہو جاتا ہے تو ہر ایک ارادہ پورا ہو سکتا ہے اہل ہنود بھی اس ترکیب سے کام لیتے ہین چنانچہ سب سے سہل طریقہ یہ ہے کہ نفس جو کہے وہ کبھی نکرے جب تک کہ وہ مردہ ہو جائے مثلاً کھانیکا جی چاہے تو اُسوقت ٹالدے اور جب دل نہ چاہے تو کھالے اسی طرح ہر ایک فعل خلاف نفس کرے جب نفس پر یہ قابو حاصل ہو جائے کہ اُسکی خواہش بے تکلف بند ہو جائے تو جو قصد ہوگا وہ ہو کے رہیگا وجہ یہ ہے کہ نفس ایک کثیف شئے ہے اور روح لطیف ہے جب نفس مغلوب ہو جاتا ہے تو کثافت دور ہو جاتی ہے یہانتک کہ جسم تک اسقدر لطیف ہو جاتا ہے کہ اگر چاہے تو کسی کو نظر نہ آئے اور اُسوقت ہوا مین اُڑنا یا زمین مین غرق ہونا کوئی مشکل امر نہین بلکہ جسطرح ہوا کو ان تحریکون مین آسانی ہوتی ہے اُس سے زیادہ آسان ہو جاتی ہے یہی لطافت قدرتاً آنحضرت ؐ کے جسم مبارک مین اسقدر تھی کہ سایہ نہ تھا اور ٹپکا کمر سے نکل آتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ معراج مین آپ اُس مقام تک سگئے جہان باوجود کمال لطافت کے حضرت جبرئیل نہین سگئے گویا آنحضرتؐ کا جسم بھی محض روح تھا اور بظاہر انا بشر مثلکم کے حکم مین تھے ورنہ حقیقت مین آپکی ذات بابرکات وہم و خیال اور بیان سے باہر ہے اگر صاف صاف کہا جائے خلاف مصلحت ہے اور اسی خلاف مصلحت

حالات شریعت کہتے ہین۔ تو غلبۂ روحانیت تمام امور عالم بالا مین ضروری ہے اور ہر عالم پر
تصرفات اُسی وقت ہو سکتے ہین جب روح کو غلبہ یعنی تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب حاصل ہو
کیونکہ ہر ایک کثافت اسی حالت مین دور ہو سکتی ہے۔
جاننا چاہیے کہ سحر اور چیز ہے اور اہل ہنود کی فقیری دوسری چیز ہے۔ جسقدر فقرا اہل ہنود
ہین وہ ساحر نہین ہین اُسکی مثال بالکل ایسی ہے جیسی کہ ہمارے یہان عامل اور کامل
مین فرق ہے اُسی طرح ساحر اور فقیر اہل ہنود مین فرق ہے۔ ساحر ارواح خبیثہ اور شیاطین سے
استمداد کرکے کام لیتے ہین اور اُنھین کے نامون کو رٹتے ہین اسی سے وہ شیاطین مسخر
ہو کر زندگی بھر کام کرتے ہین مگر عالم سفلی تک اُنکی قوت محدود رہتی ہے اور جب یہ ساحر
مرجاتے ہین تو اُنھین شیاطین اور ارواح خبیثہ مین مل جاتے ہین چنانچہ بڑے ساحر
جو گزرے ہین اُنکے نام مین یہی تاثیر ہین کہ وہ کام کرتے ہین اور حاضر ہوتے ہین
اور بعد مرنے کے اپنی غلامی مین لے لیتے ہین مگر فقرا اُنکے نامون کو نہین رٹتے کیونکہ وہ
ساحر نہین ہوتے بلکہ وہ بتون کی پرستش بھی نہین کرتے صرف موحد ہوتے ہین خدا کی پرستش
کرتے ہین اس لیے وہ فقیر کہلاتے ہین مگر اُن مقامات پر نہین پہونچ سکتے جو منازل قربت
خدا کے خاص ہین کیونکہ بدون آنحضرتؐ کی رہنمائی کے کوئی شخص اُن منازل پر قدم نہین
رکھ سکتا جو خوشنودی خدا کی ہین البتہ عالم ناسوت مین تصرفات ان فقیرون کو حاصل ہو جاتے
ہین اور آنحضرتؐ سے پہلے جو فقرا ایسے گزرے ہین کہ وہ موحد ہوسے ہین اُنکو قربت بھی
حاصل ہوئی ہوگی۔ اور بہت سے فقرا ایسے گزرے ہین جنکو طریقت کے قواعد پر عمل
کرتے کرتے تصفیہ قلب اسقدر ہو گیا کہ حقیقت محمدی سے واقف ہو گئے اور اُسوقت خود قلب نے
اُنکو مجبور کیا کہ وہ آنحضرتؐ کے گرویدہ ہون چنانچہ وہ فائز المرام ہو گئے جیسے گرو نانک اور بہت
فقرا ایسے گزرے ہین جو فائز ہوسے ہین مگر احوال باطنی اُنکا اہل دنیا پر روشن نہین ہوا اور
جو لوگ کہ اسقدر تصفیہ قلب نہ حاصل کر سکتے کہ حقیقت محمدی کا بحر ذخار دیکھین وہ اسی عالم ناسوت تک

اپنا تصرف رکھتے ہین اصل اصول ہر ایک کمال مین یہی تزکیہ نفس و تصفیہ قلب ہے البتہ
ذکر خدا اور کلام خدا برکت اور تاثیر قدرتی سے دونا اثر کرتا ہے اور نصف حصہ ہر ایک کامیابی مین
مدد دیتا ہے۔

فصل ۳۵
سلب امراض

مسمریزم کے ذریعہ سے بھی سلب امراض ہوتے ہین اور علاوہ اسکے
دو طریقے اور بھی ہین ایک تو خاص اہل طریقت کا ہے دوسرا مبتدیون کا
ہے مبتدی جس طریقہ سے سلب امراض کرتے ہین اُسکو عمل شمسی کہتے ہین۔ مسمرایزون اور
اہل طریقت کے سلب امراض مین دو بہت بڑے فرق ہین ایک یہ کہ مسمریزم سے تمام امراض
سلب نہین ہوتے بلکہ صرف وہ امراض جو ورم یا درد یا کسی خلط کی زیادتی سے یا ریاح
کے غلبہ سے ہون لیکن جو امراض کسی خلط کی کمی سے ہون یا اعضاے ظاہری و باطنی مین سے
کوئی عضو بیکار یا کمزور ہو گیا اُسکا علاج نہین کر سکتے مثلاً کسی کا شش سوکھ گیا ہو یا دماغ
خالی ہو گیا اُسکو اچھا نہین کر سکتے بخلاف اہل طریقت کے کہ وہ مبتدی ہون یا منتہی ہر ایک مرض کا
علاج کر سکتے ہین دوسرا فرق یہ ہے کہ اہل مسمریزم ایک عرصہ کے بعد خود بھی بیمار ہو جاتے ہین
اختلاج و خفقان بلکہ مراق تک مین مبتلا ہو جاتے ہین اور اُنکا علاج نہین ہوسکتا اور جو کمزوری
اُنکے دماغ مین پیدا ہو جاتی ہے اُسکی خانہ پری غیر ممکن ہے مگر اہل طریقت ان سب نقصانات سے
بچے رہتے ہین۔ منتہی اہل طریقت صرف توجہ مین اتنی قوت رکھتے ہین کہ خواہ کیسا ہی مرض ہو
زائل ہو جاتا ہے کوئی خاص طریقہ اُنکا سوا اسکے نہین ہے مگر مبتدیون کو عمل شمسی کی
مشق کرائی جاتی ہے اُسکا طریقہ یہ ہے کہ علی الصباح آفتاب جسوقت طلوع ہو اُسوقت سے
اُسکی طرف نظر جما کے دیکھنا شروع کرے اول روز ۵ منٹ دیکھے اور پلک نہ جھپکاے اور
شام کو کسی بلند مقام پر سے غروب سے پانچ منٹ پہلے سے دیکھنا شروع کرے یہانتک کہ
آفتاب غروب ہو جاے اسی طرح ایک ہفتہ تک دونون وقت پانچ پانچ منٹ یہی شغل رکھے
آٹھوین روز سے ایک ایک منٹ ہر دو وقت اضافہ کرتا جائے اور جب دیکھے کہ تحمل نہین ہو تو

اضافہ موقوف کرکے پہلے عادی ہولے پھر بڑھائے اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی خیال رکھے کہ چاند کو ہر شب اسی طرح دیکھتا رہے بلکہ جتنی دیر آفتاب دونون وقت مین دیکھتا ہے اُسکا دوچند ماہتاب کو دیکھا کرے خواہ ہلال یا بدر کا زمانہ ہو۔

جب اسقدر قوت ہوجائے کہ آفتاب کو دوپہر کے وقت دیکھ سکتا ہے تو ہر ایک کام آنکھ سے لے سکتا ہے علاوہ سلب امراض کے تسخیر وغیرہ بھی ممکن ہے۔

فصل ۳۶ | **تسخیر خاص و عام**

اصلی تسخیر خدا کی ذات کو حاصل ہے کہ سب اُسکو جانتے ہیں خواہ کسی مذہب یا کسی ملک کے آدمی ہون یہانتک کہ جانور تک اُسکی عبادت کرتے ہین اور جنات بھی اُسکی پرستش کرتے ہین چنانچہ تفاسیر مین حضرت سلیمانؑ کے تعلق لکھا ہے کہ جب (پہلی مرتبہ) حضرت سلیمانؑ کا لشکر ہوا پر اُنکے جلو مین اُڑا اور اُسکی صورت یون تھی کہ ایک فرش ایکسا میل طویل اور اسیقدر عریض اور اُسپر کرسیان اہل دربار کی اور بیچ مین تخت سلیمانی یہ فرش ہوا پر معلق ہوا اور فوج جنون اور چرند و پرند کی ہمراہ چلی تو زمین پر ایک جگہ چیونٹی کا سردار مع اپنی چیونٹیون کے اُنکے چرانے مین مشغول تھا اس لشکر کو دور سے دیکھکے بادشاہ مورنے اپنی رعایا سے کہا کہ اے چیونٹیو اپنے بلون مین چلی جاؤ کیونکہ لشکر حضرت سلیمانؑ کا آرہا ہے ایسا نہو کہ تم سب پامال ہوجاؤ تمام چیونٹیان بلون مین گھس گئین۔ یہ گفتگو حضرت سلیمانؑ نے بھی سنی فوراً اُسکو طلب کیا چونکہ حضرت سلیمانؑ کی تسخیر مین خدا نے ہر ایک جانور کو بھی دیدیا تھا اس لیے وہ حاضر ہوا اُس سے آپنے دریافت کیا کہ تمنے اپنی فوج سے یہ کیا کہا کہ ایسا نہو ہمارے لشکر سے وہ پامال ہوجائین تم جانتے نہین کہ ہماری ذات سے ساکنان ارض کو خصوصاً کمزورون کو آزار نہین پہونچ سکتا بادشاہ نے عرض کی کہ یہ مین جانتا ہون مگر اس سے میرا مطلب یہ تھا کہ ایسا نہو وہ آپکے دلچسپ لشکر کا تماشا دیکھنے لگین اور دنیا کی طرف متوجہ ہوجائین اور خدا کی عبادت مین تساہل ڈالین لہذا میرا فرض تھا کہ مین اُنکو اس تماشے سے باز رکھتا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ چیونٹی بھی ہر وقت یاد خدا مین رہتی ہے اور بلکہ وہ اشیا بھی جو بظاہر بے روح ہین یعنی شجر و حجر

چنانچہ والنجم والشجر یسجدان سے ظاہر ہے تو اصلی تسخیر اسی کو حاصل ہے جسنے سب کچھ
بنایا اور درحقیقت سے بھی اُسی کو زیبا مگر پھر اُسکے بعد اُن لوگون کو حاصل ہے جو اُس سے واصل
ہین چنانچہ اولیا اللہ کی تسخیرین ابتدا سے مشہور ہین اور متقدمین کا تو کیا ذکر ہے متاخرین ہی کو دیکھ لیجیے
جو ہمارے ہی زمانے مین موجود تھے مولانا شاہ فضل رحمان صاحب قدس سرہ و حاجی
وارث علیشاہ قدس سرہ کہ انسے لاکھون آدمیون نے بیعت کی۔ علاوہ مسلمانون کے دیگر مذاہب کے
لوگ بھی انکے معتقد تھے تو جس شخص کو ایسی تسخیر منظور ہو جوکہ مستقل ہوا ور بے ضرر ہو وہ راہ
طریقت و معرفت اختیار کرے خود بخود تمام مخلوقات جاندار اور بے جان مسخر ہو جائیگی۔ چنانچہ
کامل خدا رسیدہ کی شناخت ایک یہ بھی ہے کہ اُسکی طرف خود بخود دل کھنچے چونکہ کامل سراپا روح
ہوتا ہے اور دل بھی ایک خاص روحانی عضو ہے اس لیے دل اُنکی طرف کھنچتا ہے اگر جسکے
سینہ مین دل کے نقش ہے یا روحانیت کے عوض محض نفسانیت ہے وہ بمشکل اُنکی طرف
کھنچتے ہین کیونکہ یہ دونون غیر جنس ہوتے ہین البتہ وہ شیاطین کی طرف کھنچتے ہین چنانچہ سیاہ کا
اور سیاہ دلون کی یہی پہچان ہے کہ سچون کی طرف نہ متوجہ ہون بلکہ جھوٹون اور شیطانون کی طرف
مائل ہون جس شیطان نے دو باتین جھوٹی سچی کردین اور غلط دعوے اپنے کمال کے کردیے
یا دو ایک شعبدے دھوکا دینے کے لیے دکھا دیے اُسی کی طرف مائل ہو گئے جو کم سخن اور
منکسر مزاج ہین اُنکو یہ سیاہ دل لوگ معمولی آدمی خیال کرتے ہین اور لسانون کو کامل جانتے ہین
غرض دوسری ترکیب تسخیر عام کی یہ ہے کہ راہ طریقت اختیار کرے اگر یہ بھی نہو سکے کہ ؎
این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند ؛ تو پھر ان لوگون سے محبت کرے جو خدا سے محبت کرتے ہین
عاشقان خدا کے بعد اُسی کا درجہ تسخیر عام مین ہوگا اور علاوہ تسخیر دنیوی کے یقین کامل ہے کہ
جنت بھی مسخر ہو جائیگی۔ اگر یہ بھی ناممکن ہو کیونکہ محبت کرنا ایک بے اختیاری فعل ہے تو خلق محمدی
اختیار کرے ہر شخص مطیع و فرمانبردار ہوگا اور اخلاق محمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجموعی
واقعات سے ظاہر ہین اگر یہ بھی نصیب مین نہو تو گذشتہ گناہون سے تائب ہو کر آیندہ فرائض

اور سنن ادا کرتا رہے اور آیہ یحبونھم کحب اللہ تا اشد حبا للہ سوا لاکھ مرتبہ
پڑھ ڈالے مگر جب تک جتنے دنون مین پڑھے اُسوقت تک چند امور سے پرہیز رکھے
جھوٹ نہ بولے غیبت نکرے کسی کو گالی ندے بلکہ بہت ہی کم بولے اگر ممکن ہو تو بالکل
بات نکرے جو کچھ کسی سے ضروری بات کہنا ہو لکھکے دے اور سوا ے غلہ اور نمک مرچ کے
کچھ نہ کھائے یعنے گھی گوشت اور دودھ اور پیاز لہسن وغیرہ سے پرہیز رکھے ان سب
اشیا کے ترک کا باعث حقیقی انشاء اللہ آیندہ بیان ہوگا اور باوضو ہمیشہ رہے اور کھانا جہانتک
ممکن ہو کم کھائے اور کوئی فعل اس عرصہ مین خلاف فرض وسنت نہ کرے اور نہ فعل حرام
ومکروہ کرے حتی کہ اپنی بی بی سے بھی جماع نکرے اور ہر وقت اپنے قلب کو افکار دنیوی
اور خودغرضی وحرص وطمع سے خالی رکھے اور اس تسخیر سے کوئی ناجائز فائدہ اُٹھانیکی پیشبندی
نکرے جب سوا لاکھ مرتبہ اسی حالت مین ختم ہو جائے تو ہر روز ایک سو گیارہ مرتبہ
صبح کی نماز کے بعد پڑھ لیا کرے انشاء اللہ تعالے تسخیر عام حاصل ہوگی اور اُسوقت تک
حاصل رہیگی جب تک ناجائز فوائد نہ اُٹھائیگا۔

تسخیر خاص یہ جو ذکر ہوا عام تسخیر کا تھا اب تسخیر خاص کی چند ترکیبین لکھی جاتی ہین۔
واضح ہو کہ تسخیر خاص یعنے کسی خاص شخص کا مسخر کرنا اہل طریقت کو تسخیر عام سے بھی زیادہ
آسان ہے وہ ایک سکنڈ مین ہر ایک شخص کو خواہ بادشاہ ہی کیون نہو مطیع کر سکتے ہین اور
جب کبھی کوئی خاص ضرورت دینی ہوتی ہے تو ایسا کرتے ہین ورنہ ہمیشہ پرہیز رکھتے ہین کیونکہ
لوگون کی آمد ورفت سے اُنکا نقصان وحرج ہوتا ہے مگر جن کاملین کو یہ مرتبہ حاصل ہے
کہ وہ اہل دنیا سے بھی ہون اور پھر اُنکا باطنی نقصان نہو اور اُنکو بیعت لیکر فوائد پہونچا سکین
تو وہ برابر سب سے ملتے ہین اور پرہیز نہین کرتے مگر جو لوگ اہل طریقت سے نہین ہین وہ
اگر کسی کو مسخر کرنا چاہین تو اُسکی دو صورتین ہین ایک تو بطور اعمال کے اور دوسری بقاعدہ تصوف
یہ کتاب نہین اس لیے عملیات لکھنے سے مجبوری ہے البتہ قواعد تصوف سے لکھے جاینگے۔

جسوقت ذکر حبس دم ہو اُسوقت خصوصاً صبح کو صرف تصور اُس شخص کا کافی ہے جسکو تسخیر کرنا
مقصود ہو اور جو لوگ حبس دم نہین کرتے ہین پاس انفاس کرتے ہین اُنکے لیے یہ ترکیب ہے
کہ لا الٰہ جسوقت کہے اُسوقت تصور یہ کرے کہ وہ شخص جسکو مسخر کرنا ہے قریب آگیا اور
جسوقت الا اللہ کہے اُسوقت یہ تصور کرے کہ وہ قدمون پر آکے گر پڑا اور جو لوگ پاس انفاس
نہین کرتے وہ بعد نماز صبح جو کوئی ذکر کرتے ہون اُسکے درمیان مین یہ تصور کرنا چاہیے
کہ شخص مذکور دست بستہ ہی سامنے کھڑا ہے چند روز مین وہ مسخر ہو جاتا ہے اور جسقدر زیادہ
دیر اور زیادہ دنون تک یہ تصور رکھے گا اُسی قدر زیادہ اثر ہوگا - اکثر اہل طریقت جو کامل ہوتے ہین
اُنکو تصور کرنیکی ضرورت نہین ہوتی صرف چند مرتبہ خیال کافی ہوتا ہے اور ایک مرتبہ خیال
کرنے مین یہ مجال نہین کہ وہ کہین ہو اور فوراً نہ روانہ ہو - ایک ذرا سے تصور مین یہ دیکھا
گیا ہے کہ آدمی قدمون پر آکے لوٹنے لگتا ہے اور مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا ہے - مگر اہل اللہ
لوگون کو اسکی حاجت بہت کم ہوتی ہے کہ وہ کسی کو مسخر کرین اگر ایسی ہی شدید ضرورت اُسی کے
بلانے کی ہوتی ہے ایک معمولی خیال کافی ہوتا ہے -

فصل ۲۷ — بغض و ہلاکت

اہل طریقت مین کسی سے بغض رکھنا یا دو آدمیون کے درمیان بغض
کرانا جائز نہین بلکہ مطلق حرام ہے یہانتک کہ کافرون سے بھی یہ دشمنی
نہین رکھتے اُنکا عمل ایسا ہی ہے جیسا کہ اس مصرع مین ہے با مسلمان اللہ اللہ با برہمن
رام رام ہے اور نہ وہ کسی کو ہلاک کرتے ہین اگر ایسا کرے تو وہ خارج از طریقت ہے مگر بعض
واقعات ایسے ہوتے ہین جنسے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہلاکت کسی شخص کی کسی فقیر کی وجہ سے ہوئی
حالانکہ حقیقت مین ایسا کم ہوتا ہے بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مثلاً کسی شخص کو کسی فقیر سے عداوت
ہوگئی اور وہ درپے تخریب ہوا تو اُس فقیر کی وجہ سے خدا نے اُسے غارت کر دیا لوگون کو
یہ خیال ہوا کہ فقیر نے بددعا کی - جاننا چاہیے کہ فقیر کا تو فرض یہی ہے کہ ہزارون دشمنون کی
ایذائین اُٹھائے اور محبت الٰہی مین ثابت قدم رہے جیسا کہ امام حسین علیہ السلام اور دیگر

شہداسے صحابہؓ نے تسلیم ورضا کو اختیار کیا تو یہ سب انتظامات خدا سے تعالیٰ خود کرتا رہتا ہے
کہ کوئی ظالم اُسکے دوستون کا دل نہ دکھائے علاوہ اس انتظام کے کبھی ایسا بھی ہوا ہے
کہ حالت جذب مین فقیر کے منہ سے جو کچھ برائی کسی کے لیے نکل گئی ہے تو اُسکے لیے خدا نے
ویسا ہی کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ تمام علما نے صوفیون کی عظمت کی ہے خواہ وہ سالک ہی
کیون نہوان اور مجذوبون سے ملنے کو آنحضرتؐ نے اپنی امت سے منع فرمایا ہے اسی واسطے
کہ ایسا نہو اس حالت مین اُنکے منہ سے کچھ نکل جائے اور وہ اُسکے حق مین برا ہو علاوہ
ان صورتون کے کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی کا کسی سے ایسا تعلق اور محبت ہے کہ وہ دینی
معاملات مین مخل ہے اور اُس سے طرح طرح کے نقصانات ہوتے ہین اور صاحب نقصان کسی
سالک کے پاس یہ حاجت لیکے گیا ممکن ہے کہ اُسکو اس امر کا خیال آجائے اور وہ
خدا سے دعا کرے کہ ان دو گناہگارون کے درمیان ہمیشہ کے لیے جدائی اور بغض ہو جائے
اور کوئی صورت اہل دنیا کی طرح بغض و ہلاکت کی واقع نہین ہوتی یہ لوگ جب کسی کے درمیان
بغض کرانا اس ضرورت سے چاہتے ہین تو یہ آیت پڑھتے ہین والقینا بینہم العداوة
والبغضاء الی یوم القیامة چونکہ اُنکی زبان مین تاثیر ہوتی ہے اس لیے فوراً اثر ہو جاتا ہے
اہل عمل بھی اس آیت سے کام لیتے ہین مگر بڑی محنت شاقہ کرتے ہین اسوقت تاثیر سے واسطہ
ہوتا ہے یا اہل جفر اسکے حروف سے کام لیتے ہین اور بہت مرتبہ لکھتے ہین اُسوقت اثر ہوتا ہے
مگر اہل طریقت کو ان عملیات اور تحریرون سے کوئی تعلق نہین اس لیے اس کتاب مین جفر و عملیات کے
قواعد لکھنے کی کوئی ضرورت نہین۔

فصل ۲۸ — قبولیت دعا

یہ مرتبہ سوائے اولیاء اللہ کے دوسرے لوگون کو بھی حاصل ہوتا ہے
یہانتک کہ گناہگارون اور کافرون کی بھی دعا خدا سے تعالیٰ سنتا ہے کیونکہ
وہ ارحم الراحمین ہے اسکا رحم عام ہے صرف اُسکے دوستون اور مومنون تک محدود نہین البتہ
یہ امر ضرور ہے کہ اُسکی رحمت اُن لوگون کے لیے مخصوص ہے اور عام طور پر عمیمہ دلن اور

دشمنون کے لیے بھی ہے اس خصوصیت اور عموم مین فرق یہ ہے کہ خداے تعالیٰ اپنے دوستون پر زیادہ رحمت کرتا ہے اور دشمنون اور غیرون پر کم یہانتک کہ اُسکے دوستون کو جو تکلیفین ہوتی ہین وہ بھی خاص رحمت کی بنا پر ہوتی ہین اُنکا نتیجہ نہایت خوب ہوتا ہے اور اہل دنیا کو جو راحتین ہوتی ہین اُنکا انجام خراب ہے اور جو عاشق ہین وہ اپنے لیے کبھی دعا نہین کرلے البتہ دوسرون کے واسطے دست بدعا ہوتے ہین تو وہ خدا قبول کرتا ہے چنانچہ حضرت غوث پاک اور حضرت عثمانؒ ہارونی اور حضرت غریبؒ نواز کے حالات مشہور ہین۔

فصل ۲۹ — کشف قبور

کشف قبور کے یہ معنی ہین کہ قبر کشادہ ہوجائے اور مدفون کی جو کچھ حالت ہو وہ معلوم ہوجائے اور اُس سے بات چیت ہو اکثر اہل طریقت کو یہ ضرورت پڑتی ہے تو وہ کشف قبور کرلیتے ہین اسکی دو ترکیبین ہین اول یہ کہ جو منتہی ہین وہ مزار کے قریب جاکے مراقبہ کرتے ہین جسوقت مراقبہ کرتے ہین قبر کے اندر جو کچھ حالت ہے اُنپر روشن ہوجاتی ہے اور صاحب قبر سے جو کچھ کہنا سننا ہے وہ کہہ سُن لیتے ہین لیکن جو لوگ اہل طریقت مین سے نہین ہین بالکل مبتدی ہین اُنکو بڑی دقت پڑتی ہے اسکے لیے عملیات ہین اور ان اعمال مین بڑی محنت شاقہ ہے اور علاوہ اُسکے کہ عامل کو زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے کامیابی بھی کم ہوتی ہے اور اگر کامیابی ہوتی ہے تو مردے کو تکلیف ہوتی ہے اس لیے سواے اہل طریقت کے دوسرون کو کشف قبور نکرنا چاہیے۔ طریقہ کشف قبور۔ ۲۱ مرتبہ اول یارب کہے اور پھر آسمان کی طرف یارُوح اور قبر کی جانب یارُوح اور اپنے دل پر یاروح الروح کی ضرب لگائے۔ یہی شغل برابر جاری رکھے۔

فصل ۳۰ — زیارت و نسبت بزرگان

اہل اللہ کو جو قوت ہوتی ہے اُسکی تاثیرات سے عام لوگ بھی واقف ہین لہذا انکی زیارت خواہ اُنکی حیات مین اُنکے سامنے جائے خواہ بعد وصال مزار پر جاسکے ہر طرح مفید ہی نہین بلکہ ضروری ہے ہزارہا فوائد ایسے حاصل ہوتے ہین جنکا علم بھی معمولی لوگون کو نہین ہوتا اور وہ ایسے فوائد ہوتے ہین کہ کسی دوسری عبادت سے

ممکن نہین انھین وجوہ سے حدیث مین ارشاد ہوا ہے کہ من زار قبری وجب له شفاعتی یعنے جسنے میری قبر کی زیارت کی اُسکی شفاعت مجھے لازم ہے یہ ظاہر ہے کہ زیارت آنحضرت سے آنحضرت کو کوئی فائدہ نہین اور نہ یہ شفاعت کسی نیکی کے عوض مین وعدہ کی گئی ہے بلکہ تاثیر زیارت یہی ہے جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو ذات کہ متصف بہ اخلاق الٰہی ہو خواہ وہ پیغمبر کی شکل مین ہو یا ولی کی صورت مین ہر حال اُسکے اخلاق کا اثر روح پر ضرور پڑیگا اور زیارت جسقدر زیادہ ہوگی مناسبت بھی اُسیقدر زائر کی روح اور صاحب مزار یا ولی ذی حیات مین بڑھ جائیگی اور اس مناسبت کا نتیجہ وہی ہوگا جسکے لیے عبادت و ریاض کرتے کرتے لوگ مرجاتے ہین اسی زیارت کی نسبت مولانا نے فرمایا ہے ؎ بہتر از صد سال طاعت بے ریا + اور اگر زیارت کی وجہ یہی نسبت پیدا ہوجائے بلکہ اکثر کثرت زیارت سے ایسا ہوجاتا ہے تو پھر اس سے بڑھکر کوئی نعمت غیر مترقبہ نہین کیونکہ نسبت خواہ وہ طالبانہ ہو یا بعد کو مطلوبانہ ہوجائے بہر صورت اُس بزرگ سے جسکے ساتھ نسبت قائم ہوگئی ہے ایک ایسا اتحاد ہوجاتا ہے کہ اگر وہی قوت وکیفیت پیدا ہوجائے تو بالکل تعجب کا مقام نہین بلکہ ضروریات سے ہے جو لوگ اس زیارت ونسبت کے راز سے واقف ہین وہ اپنے آپکو پروانہ اور مزار کو شمع بنادیتے ہین اور بوسہ دینا مزار کو اسکی بھی یہی وجہ ہے کہ اُس مقام پر جہان روحانیت کا مینہ برس رہا ہے بوسہ لینے سے یہ منشا ہوتا ہے کہ کچھ حصہ اسکا ہمارے قالب مین بھی آجائے اور در حقیقت ایسا ضرور ہوتا ہے گو وہ اسقدر کافی حصہ نہ حاصل ہو جو بادی النظر مین محسوس ہوسکے مگر کچھ نہ کچھ حصول ضرور ہوتا ہے چنانچہ سنگ اسود کا بوسہ کوئی فعل عبث یا بے نفع رسم نہین اسی لیے مزارات کو بوسہ بھی اسی وجہ سے دیا جاتا ہے واللہ اعلم۔

فصل ۱۳

توکل و توحید و قناعت و صبر

اگرچہ یہ امور خارج از اصول نہین مگر انکو خصوصیت کی وجہ سے علیحدہ بیان کردیا۔ توکل کی تعریف شریعت مین ان اصول پر زیادہ ہے کہ تمام ضروریات کی کفالت خداے تعالیٰ متوکل کی بہت اچھی طرح کرتا ہے اور مثل اوامر کے

توکل کے لیے بھی احکام ہین مگر مطلق توکل بغیر کسی دنیوی سہارے کے شریعت مین نہین
مثلاً مولانا فرماتے ہین کہ ع بر توکل زانوے اشتر ببند یا ایک مثل ہے کہ توکل بر چیزی
نہ بر ہیچ + اور جہان کہین قرآن وحدیث مین توکل پر حکم ہے اسکا منشا یہ ہے کہ تدبیر اپنے نزدیک
معقول کر و اور پھر اس پر بھروسہ کر لو اور جو شخص صرف اپنی تدبیر پر بھروسا رکھتا ہے خدا پر بالکل
توکل نہین کرتا وہ کافر ہے مومن نہین کیونکہ اتنا توکل یہ تدبیر کے ساتھ ہو شرع مین فرض عین ہے
چنانچہ آیہ ہے وعلی اللہ فلیتوکلوا ان کنتم مومنین - ترجمہ اگر تم مومن ہو تو
اللہ پر توکل کرو گویا توکل شرط ایمان ہے لیکن چونکہ شریعت مصلحت پر مبنی ہے اس لیے صرف
اسیقدر توکل فرض کیا گیا ہے کہ تدبیر صائب کرنے کے بعد توکل کیا جائے مگر طریقت مین توکل
مطلق بلا تدبیر کے فرض ہے اگر مطلق توکل نہین اور کوئی تدبیر کرتا ہے تو طریقت مین اسکا کوئی
مرتبہ نہین چنانچہ اہلبیت اور صحابہ عظام علیہم السلام سے اہل طریقت نے توکل ہی مثل او رافعال کے
لیا ہے حضرت صدیق اکبر کا وہ واقعہ جن ہین وہ سب مال اپنے یہان سے بیت المال کے
واسطے لے آئے تھے توکل محض بلا تدبیر ہونیکا کافی دلیل ہے اور علی ہذا دیگر صحابہ اہلبیت انکے بعد
اولیا اللہ کی علاوہ مثالین موجود ہین منجملہ انکے حاجی الحرمین حضرت قوام الدین قدس سرہ جو کہ
مرشد تھے مخدوم شاہ مینا صاحب کے وہ بھی توکل محض کے عامل تھے یعنے ایک قطرہ پانی کا یا
ایک دانہ غلہ کا اپنے پاس نرکھتے تھے ایک مرتبہ آپکی زوجہ حاملہ تھین انکے وضع حمل کا زمانہ قریب
تھا انھون نے دو دھیلے کا گڑ لے کے اپنے پاس رکھ لیا تاکہ وقت وضع حمل کام آئے حضرت
حاجی صاحب کو اس روز وہ کیفیت نہ پیدا ہوئی جو ہر روز ہوتی تھی آپ بہت پریشان اور
گھبرائے ہوئے گھر مین آئے پوچھا کہ کیا تمنے مال دنیا مین سے کوئی چیز اپنے پاس جمع کر رکھی
ہے آپکی بی بی نے جواب دیا کہ مال دنیا میرے پاس کہان سے آیا جب بہت تحقیق کی گئی تو معلوم
ہوا کہ دو دھیلے کا گڑ رکھا ہے آپنے فرمایا کہ کیا ضرورت کے وقت خدا کہین چلا جاتا جو تمنے قبل
از وقت ہوشیاری دور انتظام کر لیا اور جب وہ گڑ لیکر کسی کو دیدیا اسوقت قلب کو اطمینان ہوا

اس مقام پر توکل کے ساتھ ہی ساتھ توحید کا بیان بھی کر دینا نامناسب نہوگا کیونکہ متوکل وہی شخص ہوگا جو توحید کا قائل ہوگا اور توحید بظاہر ایک معمولی لفظ ہے لیکن اسکی حقیقت نہایت باریک اور عجیب و لطیف ہے۔

توحید کے معنی بھی باعتبار شریعت و طریقت دو ہین اول شریعت کو مختصرا بیان کرتا ہون خدا کو ایک ماننا اور کسی کو شریک اسکا نکرنا لیکن طریقت یا یون کہا جائے کہ کمال شریعت یہ ہے کہ ایک بزرگ نے کہا میرے پیٹ مین درد ہے رات کو چنے کی دال کھائی تھی فوراً انپر عتاب ہوا یعنے حجاب ہو گیا اور آواز آئی کہ ہم تو کچھ نہوے چنے کی دال ایسی ہو گئی کہ تمھارے درد کی قائل (یعنے سبب ہو گئی) اسی طرح ہر ایک امر کو خدا پر محول کرنا ہوا کو سبب نہ ٹھہرانا عین توحید ہے اور یہ ابتدا ہے طریقت اور کمال شریعت ہے لیکن کمال طریقت نہین توحید اس سے زیادہ وسیع ہے انکا بیان وحدۃ الوجود مین اور دیگر مقامات مین ہوگا۔

قناعت اول چند حدیثون کا خلاصہ لکھتا ہون جناب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بہت ہی اچھا وہ شخص ہے جو قانع ہے۔ اور فرمایا خدا کے بندون مین سب سے پیارا وہ بندہ ہے جو قانع درویش ہو۔ اور فرمایا کہ خدا ے تعالی حشر مین فرشتون کو حکم دیگا کہ کہان ہین میرے خاص اور برگزیدہ لوگ فرشتے عرض کرینگے کہ یارب وہ کون لوگ ہین حکم ہوگا کہ وہ اسلام کے فقیر لوگ جو قانع رہے چنانچہ وہ لوگ بہشت مین چلے جائینگے۔ اور باقی لوگون کا حساب ہوتا رہیگا طریقت مین قناعت کا ذکر نہین کیونکہ قناعت تو کسی شئے پر ہوا کرتی ہے درویشی مین اگر کچھ نہ ملے جب بھی ضرورت اور خواہش نرکھنا چاہیئے مثلاً قانع اسے کہینگے جو روکھی روٹی پر بسر کرے اور فقیرون مین روکھی روٹی کی بھی ضرورت نہین چنانچہ حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج نے بارہ بارہ برس کچھ نہین کھایا اب انکو قانع کیونکر کہہ سکتے ہین رہا یہ امر کہ دیگر نعمات مین قناعت تو اہل شریعت کو تمام نعمتون پر قناعت کرنا چاہیے لیکن فقیر کو نعمات مشاہدات پر کبھی قناعت نہین ہوسکتی اگر ہو تو عاشق نہین۔

صبر ہر ایک مصیبت پر صبر کرنا باعتبار شریعت تو عام طور پر لوگون کو معلوم ہے کہ خدا نے فرمایا ہے
استعینوا بالصبر والصلوٰۃ صلوۃ پر بھی صبر کو مقدم رکھا اور ان اللہ مع الصابرین
بھی آیا ہے اور سب سے زیادہ یہ بات ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ صابر درویش خدا تعالی کے
ہمنشین ہونگے اب اس سے زیادہ نہ تو صبر کی تعریف ہوسکتی ہے کیونکہ طریقت مین بھی صبر سے
اسکا درجہ زیادہ نہین اور نہ صبر سے زائد اور کسی شئے کا رتبہ ہے۔ شریعت مین تو ہر مصیبت پر
صبر کیا جاتا ہے اور صابر یہ سمجھتا ہے کہ مین خدا کی خوشنودی کے لیے صبر کر رہا ہون مگر طریقت
مین صبر کا استعمال قناعت ہی کی طرح نہین ہوتا کیونکہ وہان کوئی مصیبت مصیبت ہی نہین اور صبر
مصیبت ہی پر کیا جاتا ہے گویا یون کہنا چاہیے کہ اس بات کا حس اُنکو نہین رہتا کہ مصیبت
کیا چیز ہے اور راحت کسے کہتے ہین ہان جو امر اُنکے لیے مصیبت ہے یعنے فراق اور حجاب تو وہ
ہرگز صبر نہین کرتے اور جو صبر کرے وہ عاشق نہین۔
ان چند مجموعی شرائط کو تسلیم و رضا کہتے ہین اسمین صبر۔ قناعت۔ توکل۔ شکر۔ یہ چار چیزین
داخل ہین اور انکی مختصر تفصیل علٰحدہ علٰحدہ کردی گئی۔

باب سوم حقیقت

فصل اول — اصول حقیقت۔ اہل حقیقت کو کوئی جدا اصول عمل مین لانیکی ضرورت نہین وہی اصول ہین جو کمال طریقت مین چاہئین البتہ صاحب حقیقت کو خلاف شریعت اور طریقت نہونا چاہیے۔

فصل ۲ — اسرار حقیقت حقیقت کا ایک خاص راز یہ ہے کہ جب تصفیہ قلب سالک کو حاصل ہو جاتا ہے اور تزکیہ نفس بھی تو اُسکو خود بخود حقائق سے آگاہی ہونا شروع ہوتی ہے
کیونکہ قلب صاف ہو جاتا ہے اور اس آئینہ مین باری باری ہر ایک شئے جلوہ گر ہوتی ہے
اولاً وہ شئے جلوہ گر ہوتی ہے جنپر ایک حجاب ہے پھر وہ چیز جسپر دو حجاب ہین اسی طرح یہ سلسلہ

جاری ہوتا ہے انھین کو مشاہدات کہتے ہین یہ مشاہدے بادی النظر مین مختلف ہوتے ہین
مگر درحقیقت ایک ہی نور ہوتا ہے جو مختلف حجابات مین اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔ مثلاً حجاب اول
رفع ہوا تو ایک سبز رنگ کا نور مشاہدے مین آیا یہ نور سبز درحقیقت وہی نور ہے جو منزل
مقصود ہے مگر جس رنگ اور ہیئت اور جس انداز مین وہ مشاہدہ ہوا ہے دراصل وہ اُسکا
قالب ہے اور گویا وہ نور حجاب اول مین ہے۔ سالک یہ سمجھتا ہے کہ یہی میرا مقصود ہے
حقیقت کے روسے تو وہ بیشک منزل مقصود ہے لیکن سلسلہ طریقت وحقیقت کے روسے
وہ ہرگز منزل مقصود نہین ہے بلکہ وہ نور ابھی تک حجاب مین ہے جس طرح کسی کی روح اُسکے
قالب مین ہو ظاہر ہے کہ ناظر کی نظر کیسی ہی گہری ہو وہ روح کا ناظر نہین ہے بلکہ جسم کو
دیکھتا ہے اور اُسکے حجاب مین زیادہ بر ین نیست کہ روح کو بھی ملاحظہ کر رہا ہے اسی طرح
وہ رنگ سبز اور تجلی نورانی جو سالک اول مرتبہ دیکھتا ہے اگرچہ نور حقیقی ہے تاہم حجاب مین ہے
اور ایک ہی حجاب نہین بلکہ کم از کم ۷۰ حجاب ہین جسقدر قدم سالک کا آگے بڑھتا جاتا ہے
اُسی قدر حجابات اُسپر سے کم ہوتے جاتے ہین اور ہر مرتبہ ہر قدم پر سالک کو یہ معلوم ہوتا ہے
کہ یہی مشاہدہ میرا اصلی مشاہدہ اور مقصود حقیقی ہے مگر درحقیقت ایسا نہین ہوتا ہے۔ اور اس
سلسلہ کا راز یہ ہے کہ جسقدر کثافت اپنے مین کم ہوتی جاتی ہے اُسی قدر حجابات اُس نور کے
رفع ہوتے جاتے ہین یا یون کہا جائے کہ اپنی روح جسقدر صاف یعنی دور از کثافت
ہوتی جاتی ہے اُسی قدر حجابات وہان رفع ہوتے جاتے ہین اور قریب ہوتی جاتی ہے
اور اسکا راز یہ ہے کہ درحقیقت ایک ہی چیز ہے جو انسان مین بھی ہے اور عرش پر بھی ہے
وہ علاوہ ان دونون مقامون کے ہر ایک جگہ ہے کوئی شئے اور کوئی جگہ اُس سے خالی
نہین ہے تو اپنے آپ مین جو شئے ہے اُسکو روح کہتے ہین یہ وہ روح نہین ہے جو اطبائیت
یا فلسفیون مین یا جہال مین مشہور ہے بلکہ یہ وہ روح ہے جسکو حقیقت سمجھنے کی اُس زمانہ
جاہلیت مین عرب کو نہ تھی اور اُنکے دریافت کرنے کے جواب مین یہ فرمایا گیا

یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی۔ تو روح وہی شے ہے جسکی نسبت حضرت آدم کے بارہ مین فرمایا ہے ونفخت فیہ من روحی یعنی خدا نے اپنی روح قالب آدم مین پھونکی تو خدا کی روح سے سوا اسکے اور کوئی معنی نہین ہو سکتے کہ خدا کا نور اور یہ ظاہر ہے کہ خدا اور اسکا نور علیحدہ علیحدہ نہین لہذا یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ ہر انسان مین خدا ہے تو یہ خدا یا اسکا نور یا اسکی روح جو کہا جائے سب ایک ہی بات ہے یہ جب نفسانی خواہشون سے محجوب ہو جاتی ہے تو اسی قدر اس سے دوری ہو جاتی ہے تو روح کی دوری درحقیقت خدا کی دوری ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جس شے سے بہت زیادہ دوری ہوتی ہے وہ شے نظر نہین آتی اور جب قریب ہو جاتی ہے تو نظر آنے لگتی ہے لہذا روح کا کثیف ہونا باعث دوری ہے اور لطیف ہونا باعث قربت و نزدیکی ہے اور کثافت روح قوت نفسانی غلبہ پر اور لطافت و پاکیزگی روح منحصر ہے افعال نیک اور مغلوبیت نفس پر اور اسکے لیے شریعت و طریقت کے اصول و قواعد مقرر کیے گئے ہین چنانچہ لب لباب اور سب قواعد و اصول کا تزکیہ نفس و تصفیہ قلب ہے۔

فصل ۳
حقیقت باری تعالی

درحقیقت حقیقۃ باری تعالی ایسا تصور نہین کہ ذہن و فہم و عقل و ادراک اور خیال مین آسکے ارسطو نے کہا ہے کہ جس طرح آفتاب کا نور دوپہر کے وقت دیکھنے والے کو اپنی جانب دیکھنے سے مانع ہوتا ہے اسی طرح کنہ و حقیقت باری تعالی قوت مدرکہ کو مانع ہوتی ہے یعنے ادراک حقیقت باری تعالی محال ہے اسکی اصلیت یہ ہے کہ کسی ذات کی حقیقت کا عرفان اسی شخص کو ہو سکتا ہے جو اسکا ایسا خالق ہو کہ اپنے علم و ارادے اور اسکے تمام حقائق اور جملہ کیفیات و نتائج اول و آخر کے تصور کے ساتھ خلق کیا ہو اسی وجہ سے خدا کو سب کی حقیقت کا عرفان ہے اور سب کو خدا کی حقیقت کا عرفان نہین ہو سکتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے بڑا عارف وہ ہے جو یہ کہے کہ ما عرفناک کما حق معرفتک اور خود جناب باری کا

ارشاد اپنی شان مین یہ ہے سبحان اللہ عمّا یصفون یعنی جو کچھ اوصاف اُسکے کیے جاتے ہین اور ہوسکتے ہین اُس سے وہ منزہ ہے یعنی بالاتر ہے گویا تمام اوصاف باری تعالیٰ کے تصور سے بھی اُسکی حقیقت و معرفت کا پردہ نہین اُٹھ سکتا اور یہ بھی ارشاد ہے لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار یعنی بصیرت انسانی یا مخلوقی اُسے ادراک نہین کرسکتی وہ البتہ بصیرت کو ادراک کرتا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ سب انسان اور جملہ مخلوقات اُسکی معرفت اور حقیقت تک پہونچنے مین یکسان ہون تو ایسا نہین ہے کیونکہ ہر ایک کی عقل اور علم اور قوت جدا جدا ہے لہذا اسی حساب سے حقیقت کے ادراک مین بھی تفاوت ہے جسکو علم و عقل و قوت جسقدر زائد ہے اُسی قدر اُسکو معرفت و حقیقت مین درجہ حاصل ہے چنانچہ آنحضرت کو سب سے زیادہ قوت و علم و عقل حاصل ہے لہذا اُنھین کو سب سے زیادہ معرفت ہے اور علم سے مراد ہماری علم باطنی اور قوت سے مطلب قوت روحانی اور عقل سے مراد عقل سلیم۔

اور اگر کسی کو جامہ مخلوقیت مین حقیقت کے اُس زینہ تک رسائی ہو گئی جو اعلیٰ زینون مین سے ہے تو وہ بیان نہین کرسکتا کیونکہ لیس کمثلہ شئ کس شئے سے اُسکو تعبیر کرے جو سننے والے کی سمجھ مین ٹھیک ٹھیک آجائے اور کن اوصاف کا تصور اُسکو کرائے جو وہ اُسکی حقیقت کو سمجھ جائے کیونکہ وہ تمام مجموعی اوصاف سے بہت بالا ہے تو جو اہل اللہ حقیقت مین ہین وہ بیان و اظہار نہین کرسکتے اور اگر کچھ ارشاد کرین تو سوا اُسکے کوئی سمجھ نہین سکتا جو خود مشاہدہ کرچکا ہے اس لیے حقیقت باری تعالیٰ بیان مین نہین آسکتی البتہ اُسکی حقیقت کو جن فلسفیون نے بیان کیا ہے اُنکے استعمال کیے ہوئے الفاظ کو حقیقت و معرفت کے باب مین ناکافی دکھا دینا مناسب ہوگا تاکہ ان تمام اوصاف و الفاظ کے نفی سے سبحان اللہ عما یصفون اور لیس کمثلہ شئ کی تصدیق و تاکید ہو جائے ذات باری تعالیٰ کلی نہین ہے کیونکہ کلی اپنے افراد کی محتاج ہے اور وہ ذات کسیکی

محتاج نہین اور نہ وہ جزئی ہے کیونکہ جزئی کلی کا ایک فرد ہے اور وہ کسی کا فرد نہین کہ وہ جوہر ہے
کیونکہ جوہر کا وجود خارج مین نہین اور اُسکا وجود خارج وذہن دونون مین ہے اور نہ وہ عرض ہے
کیونکہ عرض تابع ہوتا ہے جوہر و ماہیت وغیرہ کا اور وہ تابع کسی کا نہین اور نہ وہ ماہیت ہے
کیونکہ ماہیت کا وجود موضوع مین نہین حالانکہ اُسکا وجود موضوع مین بھی ہے نہ وہ جسم ہے
کیونکہ جسم محاط ہے حالانکہ وہ محاط نہین بلکہ خود محیط ہے اور نہ وہ مفرد و مرکب ہے کیونکہ مرکب
محتاج ہے افراد کا اور مفرد کو ضرورت ہے ترکیب کی بلکہ وہ بسیط ہے اور نہ وہ ایسا واحد
ہے کہ جو علم اعداد مین ایک جزو سمجھا جائے کیونکہ وہ معدود نہین بلکہ وہ احد ہے جو کہ موجد
ہے ہر عدد کا نہ کہ جز۔ اور نہ وہ اس اعتبار سے روح ہے کہ روح کو انفعال ہوتا ہے
بلکہ وہ خود فعال اور دوسرے کو منفعل کرنیوالا ہے اور نہ وہ ازروے حقیقت نور ہے
کیونکہ نور کا وجود بالذات نہین اور وہ موجود بالذات ہے اور نہ وہ ایسی علت ہے جسکا وجود
بفرض معلول ہوا ہو بلکہ وہ قائم بالذات اور علۃ العلل ہے اُسکا مقید نہونا تو ظاہر ہے لیکن
وہ ایسا مطلق بھی نہین کہ تعینات اور عوالم کو اُس سے کوئی تعلق ہی نہو۔ اُسکا شریک
نہونا تو بدیہی ہے لیکن وہ کسی سے اور کوئی اُس سے جدا بھی نہین ہے حقیقۃً ہر شئے کا
وجود اُسکا وجود ہے لیکن جس طرح اُسکو بالذات تغیر نہین اُسی طرح اُسکو مرتبہ تعینات و اسماء
مین بالصفات تغیرات ہین اور یہ اُسکا ذاتی تغیر نہین کیونکہ تغیرات کا خود محرک اور حدوث کا
وہ خود موجد ہے اُسکا دیکھنے والا ہر شئے مین اُسے دیکھتا ہے اور اُسکو نہ پہچاننے والا
اُسے عرش پر بھی نہین دیکھ سکتا اگر آسمانون کے آگے کوئی شئے جائے تو سب کے آگے
وہی پایا جائیگا اور اگر زمین کے ساتون طبقون مین سوراخ کرکے ڈول ڈالا جائے
تو اُسی پر پڑیگا اور اُسکی ذات تو لفظ وسعت کے حدود سے بھی آگے ہے مگر صرف
اُسکی ایک صفت یعنے کلمات اسقدر وسیع ہین کہ اگر تمام سمندرون کی روشنائی بنا کے
لکھی جائین تو بھی وہ کلمات ختم نہون اور سمندرون کا پانی روشنائی مین ختم ہو جائے

اسکے بحرِ حقیقت کا کہین ساحل نہین جو اُسکی تلاش مین نکلا وہ وہین کا ہو رہا جسکو ذرا ظہور
اُسکی خبر ملی اُسکی خبر ہمکو تو کیا خود اُسی کو اپنی خبر نہ ملی - جسنے اُسکو کچھ پہچانا نہ اُسکو کسی سے جانا
کہ یہ کون ہے وہ جسقدر دور ہے اُسی قدر قریب ہے وہ اول سے جسقدر مقدم ہے اُسی قدر
آخر سے موخر ہے صرف اُسکی ذات سے دو نقیضین ایک ذات اور ایک وقت مین جمع اور
مرتفع ہوتی ہین جسکو ہم ممکن کہتے ہین ممکن ہے کہ اُسکی ذات مین وہ واجب ہو - اور جسکو ہم
واجب کہتے ہین وہ اپنی صفات مین ممکن ہے کہ ممکن ہو - صرف وہی اپنی تعریف لفظون مین
بھی کرسکتا ہے مگر ہم سمجھ نہین سکتے اُسی کے جمال کی خود بینی نے عارفون کے دلون کو آئینہ خانہ
بنایا اور اُسی کے جلالی پرتو نے سیاہ دلون کو ظلمت کا برقع اُڑھایا ہے وہ ایسا واحد ہے کہ
ویسا واحد کہین موجود نہین اور پھر ہر جگہ ہے اُسکی کثرت باوجود وحدت ایسی ہے جیسی کہ ہر عدد
قلیل وکثیر مین عدد واحد کہ نہ اُسکے سواے کوئی اور عدد درحقیقت ہے اور نہ اُسکی کثرت کی کوئی
انتہا ہے جب ہم کسی بڑے سے بڑے عدد کی کثرت و وحدت پر غور کرتے ہین تو باعتبار کثرت
وہ اسقدر کثیر ہوسکتا ہے کہ شمار سے باہر ہو لیکن جب وحدت اپنی وحدانیت کی طرف متوجہ
کرتی ہے تو سواے واحد کے اُسمین اور کوئی شئے نہین کیونکہ جب واحد اپنی وحدانیت مین
رہا تو واحد کہا گیا اور جب کثرت مین آیا تو مہاسنگ ہوگیا حقیقۃً واحد کے سوا اور کوئی شئے
نہین جسنے اُسکو مہاسنگ بنادیا چنانچہ اگر مہاسنگ سے اُتنی ہی مرتبہ کرکے کہ جتنی مرتبہ واحد نے
اپنی تکرار کو جمع کر رکھا ہے واحد نکال ڈالا جائے تو مہاسنگ کا وجود اسطرح فنا ہوجائیگا کہ
جیسے وہ کبھی نہ تھا اور جب کبھی تھا یا ہو تو وہ صرف واحد کی تکرار پر موقوف ہوگا - تو وحدت
علیحدہ کثرت علیحدہ اور پھر وحدت وکثرت دونون کا اجتماع یہ اُسکی ذات وصفات کی نیرنگیان ہین

فصل ۱۰

حقیقت انسان

انسان اور اُسکی حقیقت کے بیان مین کامیاب ہونا بالکل محال ہے اور
جسقدر اظہار ممکن ہے اُسی کے لیے بھی ہزارہا جلدین ہون مگر یہان ان
چند سطرون مین جسقدر خلاصہ اس خلاصہ کائنات کا بیان ہوسکتا ہے خدا کے بھروسے پر

لکھتے ہون جب خدا کو اپنا عرفان اور معائنہ منظور ہوا تو ضرور تھا کہ ایسی چیز بناتے جو اُسکے تمام اسما و صفات کے مظاہر ہونے مین جامع ہوا ور جسکے ذریعہ سے وہ اس طرح اپنی طرف نظر کرے جس طرح کوئی دیکھنے والا مرد مک کے ذریعہ سے دیکھتا ہے اور یہ مشاہدہ اُسنے اس طرح کیا جس طرح کوئی شخص اپنے آپکو آئینہ مین دیکھے اور اس شے مین یہ صفت بھی ہونا چاہیے تھی کہ وہ تمام عالم کا جان و روح ہو۔ عالم ارواح اُسکا خزانہ ہو ملائک اُسکے قوی ہون لوح محفوظ اُسکی کتاب ابجد ہو افلاک اُسکے سیرگاہ ہون جنت و دوزخ اُسکے آخری گھر ہون دنیا اُسکی سراے ہو شریعت اُسکا قانون طریقت اُسکی راہ حقیقت اُسکی منزل ہو معرفت اُسکا مقصود ہو اور وہ خلیفہ ہونے کی وجہ سے محمود ہو تو ایسی شے سواے اسکے اور کوئی نہین جسکا نام انسان رکھا گیا۔

انسان مین وہ قوتین بھی ہین جنکا علم معمولی انسانون کو بغیر منزل حقیقت کے نہین ہو سکتا بلکہ وہ ایسی قوتین ہین جو باری تعالیٰ کی اُن اسما کی مظاہر ہین جن اسما کا علم فرشتون کو نہ تھا بلکہ صرف آدم کو سکھایا گیا تھا وعلم آدم الاسماء کلھا مین لفظ کلھا سے یہ ظاہر ہے کہ آدم کو وہ اسما بھی سکھا دیے گئے تھے جنکے احاطہ سے کوئی اسم باہر نتھا حالانکہ باری تعالیٰ کے وہ اسما جنکے مظاہر اس عالم مین ممکن تھے مثل سمع و بصر و علم وغیرہ کے باقی اسما الفاظ سے ادا نہو سکتے تھے بلکہ اُنکا تصور بھی ممکن نہین مگر آدم کو وہ خاص قدرت کے اعجاز سے سکھائے گئے اور اُنکے تصور کو استحقاق کی خاص قدرت دی گئی اور جو حقیقت آدم کی تھی وہی حقیقت تمام بنی آدم کی یکسان طور سے ہے لیکن اشکال و حالات و تشخصات وغیرہ کے اعتبار سے فرق بھی اسقدر ہے کہ آدم اول سے انسان آخر تک کوئی دو آدمی بھی ہر امر مین مساوی نامکن ہو سکے اگر ایسا نہوتا تو وحدت کو کثرت کیونکر حاصل ہوتی اور جن اسباب سے کہ آپس مین فرق و تمیز پیدا ہوا اُنھین سے امتیاز مراتب بھی ہوا اور مراتب مین اگر فرق نکیا جائے تو نتیجہ موافق مطلب نہین نکل سکتا مثلاً ۹ اور ۸ مین اگرچہ حقیقۃً صرف واحد کا وجود ہے یعنی ۹ مین واحد نو جگہ ہے

اور ۸ مین آخر جاکر لیکن مراتب کے فرق سے دونون کے نام علیحدہ علیحدہ رکھدیے اسی سے
تشخص ہوا اور اسی سے مافی الضمیر مین کامیابی ہوسکتی ہے اگر وہ شخص جو فرق مراتب کے راز کو
صحیح سمجھتا ہے اور صرف اعتباری کہ سکتا [illegible] ہے اور اثر نہین لیتا ۹ اور ۸ کو متحد الحقیقة ہونیکی
وجہ سے ایک ہی سمجھیگا تو اپنے مقصد مین کامیاب نہوگا کیونکہ اتحاد حقیقی کے دھوکے مین
۹ کو ۸ اور ۸ کو ۹ کہیگا اور ان دونون سے اثر جو علیحدگی سے ہے وہ بدیہی ہے اسی طرح تمام
[illegible] حقیقت [illegible] فرق مراتب [illegible] نہین ہوسکتا جو رتبہ ہمارے پیغمبر کا
ہے وہ ہمارا نہین کیونکہ اگر سب کے مراتب ایک ہوتے تو سب کے نتائج بھی ایک ہوتے -
حالانکہ ایسا نہین اور یہ پچھ ذات باری کا اپنے عرفان کا کامل مشاہدہ نہین ہوسکتا تھا کیونکہ صرف
حوائج ہی عرفان کے اسباب و مظاہر نہین ہین بلکہ مراتب بھی یہی رتبہ رکھتے ہین اور علاوہ حقیقة
و [illegible] کے تمام کیفیات و قوی و تاثیرات ادنی اور ادنی ما بہ الامتیاز ممیزات یہ سب فرداً فرداً
مظاہر اسما ہین اگر ایک بھی انمین سے نظر انداز ہوجائے تو عرفان کا گویا ایک جزو کم ہوکر اُسے
ناقص کردیگا -

ظاہر ہے کہ انسان تمام کائنات کا مجموعہ اور خلاصہ ہے چنانچہ عالم صغیر اسکو لکھا ہے انسان مین
سب سے بڑی دو قسم کی چیزین ہین ایک قسم عالم ظاہر سے متعلق ہے اور وہ مجسم اشیا ہین دوسری
قسم کی چیزین عالم باطن سے متعلق ہین اور وہ اُس قسم کی ہین جو ارواح و نفوس اور غیر مرئی ہین
اور علاوہ ان دو کے دو قسمین اور انسان مین اشیا کی ہین ایک کیفیات و قوی و تاثیرات سے متعلق ہین
دوسری وہ اشیا ہین جنکو انسان موجودہ حالت مین محسوس نہین کرسکتا بلکہ اُسی وقت معلوم کرسکتا ہے
جبکہ حقیقت بین ہوجائے یعنی وہ چیزین جب ہی نظر آئینگی جبکہ تصفیہ قلب و تزکیہ نفس کرچکا ہو اور
اُسی وقت انسان کی پوری حقیقت و ماہیت معلوم ہوسکتی ہے تو عالم جسم انسان مین جو اشیا ہین
اُنمین دو قسم ہین ظاہر و باطن یعنی اندرونی و بیرونی مگر ہر ایک چیز اس طرح پر واقع ہے ہر ایک کا
ایک ظاہر ہے ایک باطن مثلاً پوست ایک پوست ظاہر ہے جو سب اعضا کے اوپر ہے

اور ایک باطن ہین بہت سے اور پھر پوست در پوست سے یہانتک کہ اسکو تجلی کہتے ہین
تو اول پوست سے انسان کے پٹھے گوشت رگین شریانین رودے باطنات اعصاب اور
ہڈیان ہین اور ہڈیون کے اندر مغز ہے یہ تو ایک قسم کی جسمانی اشیا ہوئین دوسری قسم کی مجسم اشیا
اس طرح ہین کہ تمام جسم مین پوشیدہ ہین اور وہ اخلاط اربعہ ہین جو کہ عناصر اربعہ سے منسوب
ہین تیسری قسم کی وہ مجسم اشیا ہین جو فضلات مین سے ہین پیشاب پاخانہ منی اور عرق وغیرہ
چوتھی قسم کی مجسم اشیا اس طرح پر ہین کہ ہر عضو مین علحدہ ہین مثلاً معدہ مین آنتین آنتون مین
غذا دل مین خون خون مین روح (وہ روح جو کہ جوہر خون ہے) یا دماغ مین حرام مغز وغیرہ
اب اندرونی عالم جسم مین جو مجسم اشیا ہین وہ صاحب قوت باطنی ہین اور ظاہر جسم مین جو اشیا
ہین وہ صاحب قوت ظاہری ہین مثلاً ہاتھ پانون ظاہری عالم جسم سے متعلق ہین یہ قوت
ظاہری رکھتے ہین یعنی کسی چیز کا اٹھانا رکھنا یا اور کوئی ایساہی کام کرنا لیکن انسان کے عالم
باطن مین جو مجسم اشیا ہین وہ دوسرے ہین مثلاً دماغ کے وہ حصے جنمین حس پیدا ہوتے
ہین یا دل وجگر یا گردے یا پھیپھڑہ یا بہت سے غدود انسان کے جسم مین ہین یا مسامات اور
دیگر باطنی اشیا و اعضا یعنے مثانہ اور عورت مین رحم وغیرہ - علاوہ ان مجسم اور مختلف القسم
اشیا کے باطن اور باطن جو اشیا ہین وہ ایک اعتبار سے تو ارواح کہلاتے ہین اور ایک
لحاظ سے جسم کہہ سکتے ہین روح اس لیے کہ لطیف اسقدر ہین خصوصاً بمقابلہ اعضا کہ نظر
نہین آتین اور مجسم وہ اس اعتبار سے کہ در اصل وہ درحقیقت جسکا نام روح ہے اُسکے جسم ہین
تو یہ ارواح گویا مجسم ہین چنانچہ انکو اطبا نے روح کہا ہے اور مین انکو بلحاظ حقیقت جسم کہتا
ہون اس لیے کہ یہ ارواح درحقیقت خون اور دیگر اخلاط کے جوہر لطیف اور بخارات ہین
چنانچہ روح طبعی روح نفسانی روح حیوانی یہ ایسے ارواح دل وجگر اور دماغ کے بخارات
کے نام رکھے گئے ہین - عالم روح مین انکا ہرگز گزر نہین ہے بلکہ انکی رسائی صرف عالم
جسم تک محدود ہے - تو یہ جسقدر اشیا تحریر مین آلئے وہ سب عالم جسم انسان کے اقسام

واسما تھے اب رہے عالم باطن کے اشیا جو کہ غیر مجسم ہین اُنکے نام باعتبار اقسام چار ہین
قوت ۔ کیفیت ۔ تاثیر اور ارواح ونفوس ۔ چنانچہ انسان مین قوتون کے اعتبار سے
وہ تمام قوی موجود ہین جو کہ تمام کائنات کی جاندار اور بے جان چیزون مین پائی جاتی ہین
یعنے فرشتے سے لیکر شیطان اور سیمرغ سے لیکر چیونٹی تک جسقدر جاندار اشیا ہین اور ذرہ سے
لیکر آسمان مین آفتاب تک اور زمین مین پہاڑ تک جو کچھ قوت بظاہر بے جان شئے رکھتی
ہے وہ سب اسمین موجود ہے اُن قوتون مین سے بہت سی قوتین ایسی ہین کہ اُنکے نام
معمولی انسانون کو معلوم ہین اور اُنکی اندرونی حالت بھی معلوم ہے مگر بہت سی قوتین ایسی ہین
کہ اُنکی موجودگی کا حال انسان کامل یعنے اہل حقیقت کے سوائے اور کسی کو نہین معلوم اور اُنکے
نام کچھ نہین رکھے گئے تو جن قوتون کا حال سب کو معلوم ہے اُنمین سے عقل و ادراک و ذہن
وخیال ومحبت و حافظہ وشامہ وذائقہ یعنی جنکو حواس عشرہ کہتے ہین اور علاوہ اسکے ۲۴ قوتین
اسوقت تک محققین ظاہری کو معلوم ہوئی ہین ۔ دوسری غیر مجسم شئے کیفیت ہے یہ قوتون سے
زیادہ باریک اور غیر محسوس شئے ہے چنانچہ انسان کو شبانہ روز مین مختلف کیفیتون سے سابقہ
پڑتا ہے اور انھین کی بنا پر انسان کی طبیعت مین تغیرات پیدا ہوتے ہین یہ کیفیات صدہا قسم کے
ہین کیونکہ اسکے محرک جتنی قسم کے اشیا ہین اُتنے ہی اقسام اسکے ہو سکتے ہین مثلاً قوتون
کی وجہ سے جو کیفیات پیدا ہون اُنکی اور قسم ہے ارواح کے باعث سے جو کیفیات ہون وہ
اور ہین اسی طرح جسقدر اشیا ظاہری و باطنی مجسم وغیر مجسم انسان مین ہین اُن سب کے علحدہ علحدہ
کیفیات ہین چنانچہ اگر اُسکے ایک ہزار اقسام کیے جائین تو اُنمین سے ایک کا حال سب کو
معلوم ہے اور وہ از قسم خوشی ورنج وفکر ونوم وغنودگی وغشی و فرحت وقبض وغیرہ ہے
انمین سے ہر ایک کیفیت سو سو صورتون سے پیدا ہوتی ہے یعنے جتنی چیزین انسان مین
ہین اُنمین سے ہر ایک خوشی ورنج ونوم وغنودگی پیدا کرتی ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہین
کہ فلان کیفیت جو پیدا ہوئی تو کس وجہ سے یعنے کون سی انسانی مجسم وغیر مجسم شئے اُسکی علت

ومحرک ہے بلکہ جو علم عام لوگون کو ہوتا ہے وہ اکثر غلط ہوتا ہے البتہ اہل حقیقت کو صحیح ہوتا ہے
اور وہ بھی اُنکو جو منتہی ہین - تو ان تمام کیفیات کے پیدا کرنے والے حالات کا لکھنا بہت طول طویل
اور بعض کیفیات کا لکھنا تو غیر ممکن ہے جیسے ہی قسم قسم کی اشیا کی تاثیرات ہین یہ تاثیرین بیان اور
معلومات ظاہری مین بہت کم آسکتی ہین البتہ صرف اسقدر کہا جاتا ہے کہ روحانی اور اعمال انسانی
کی تاثیرین مختلف ہین بالکل ایک دوسرے کی ضد مثلاً گناہ کرنے کے بعد ایک خاص ظلمانی
کیفیت ہوتی ہے اور نیک کام کرنے کے بعد ایک خاص تفریح ہوتی ہے یہ دونون کیفیتین
جو انسان مین ہوتی ہین انکا باعث یہ ہوتا ہے کہ ہر نیکی و بدی مین ایک خاص تاثیر ہوتی ہے
اُس تاثیر سے یہ کیفیتین پیدا ہوتی ہین تو ایسی ہی ہزار ہا تاثیرین انسان مین ہوتی ہین اور
اُن تاثیرون سے مختلف نتائج ہوتے ہین اسکے علاوہ اُن اشیا کے جو اپنے جسم مین ہین مگر
خارجی اشیا کی تاثیرین انسان کے جسم مین ہوتی ہے مثلاً بزرگون کا تصرف جو انسان پر ہے
وہ علاوہ اُن تاثیرون کے ہین - اسی طرح اور بہت سی اشیا ہین جو تاثیرات پیدا کرتی ہین
چوتھے انسان مین ارواح و نفوس ہین بعض کے نزدیک روح و نفس ایک ہی شے ہے
صرف کثافت و لطافت کے تغیرات ہوتے ہین چنانچہ جب نفس کثیف ہوتا ہے تو نفس امارہ
کہلاتا ہے چنانچہ خداے تعالیٰ فرماتا ہے ان النفس لامارۃ بالسوء اور جب لطیف
ہوتا ہے تو نفس لوامہ اُسے کہتے ہین اور جب الطف ہو جاتا ہے تو نفس مطمئنہ ہے چنانچہ
باری تعالیٰ اس نفس کی بابت یہ فرماتا ہے یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک
راضیۃ مرضیۃ اور بعض محققین نے یہ کہا ہے کہ روح و نفس علحدہ علحدہ ہین بہرصورت
بات ایک ہی ہے - جاننا چاہیے انسان کے عالم باطن مین تین قسم کی ارواح ہین
ایک روح وہی ہے جو خدا کی روح ہے اور جو کہ انسان کے قلب مین مثل اسکے
پوشیدہ ہے جیسے سنگ مین شرر اور دوسری روح روح حیوانی کہنا چاہیے
جو کہ ہندی مین جی یا اُردو مین جان کہی جاتی ہے - اور تیسری روح روح جسمانی ہے

جو کہ جسمانی اشیا کے جوہر لطیف کا نام ہے ان سب کی تشریح جسقدر ممکن ہے خصوصاً اس
مختصر رسالہ مین وہ عالم ارواح کے فصل مین انشاء اللہ تعالیٰ آئیگی - تو یہ جو کچھ ذکر ابتک
انسان کا ہوا وہ انسان کے ظاہری اعضا کا ہوا ہے یا اُن اشیا کا جنسے انسان مرکب ہے
لیکن مجموعی حیثیت سے انسان کیا چیز ہے یہ سوائے اُن لوگون کے کوئی نہ جان سکتا ہے
نہ سمجھ سکتا ہے جو اہل حقیقت ہین مگر ذکر کرنا ان سب امور کا ضروریات سے ہے لہذا یہ
معلوم کرنا چاہیے کہ انسان سراپا ذات خدا سے متعلق و منسوب ہے صرف روح ہی نہین
خدا کی روح ہے ہر شئے اُسی سے تعلق ہے جسطرح تمام مخلوقات خدا سے وابستہ ہے اُسیطرح
انسان کے تمام اجزا - البتہ ان سب اعضا مین فرق ہے اُسی طرح ہے جیسا کہ اور مخلوقات کے
مراتب مین فرق ہے چنانچہ جس طرح شیطان مردود اور فرشتہ و پیغمبر مقبول ہے اُسی طرح
انسان مین روح مقبول ہے اور خدا کی خاص روح کہلاتی ہے اور نفس مردود ہے
اور اُسکا مخالف کہلاتا ہے - اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ جسقدر اشیا انسان مین عالم جسم اور
عالم روح سے متعلق ہین وہ سب یا تو حجابات ہین یا انوار ہین چنانچہ جسقدر اشیا بری ہین
وہ سب حجابات باری تعالیٰ ہین اور جو انوار ہین وہ اُسی کے جلوے ہین مثلاً نفس ایک
حجاب سخت خدا کا ہے جب یہ مردہ کر دیا جاتا ہے تو بندے اور خدا کے درمیان حجاب نہین
رہتا یا جسقدر قوتین انسان مین بیجا صرف کی جاتی ہین وہ سب حجابات کو قوی کرتی ہین
اور جتنی قوتین اپنے اصلی موقون پر صرف کی جاتی ہین وہ درمیان سے حجاب رفع کرتی ہین
قوتون کا بیموقع صرف کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے تو جب انسان کا جسم و روح کثافتون سے پاک
ہو جاتا ہے ہر ایک حجاب رفع ہو جاتا ہے غرض یہ کہ انسان مین کوئی شئے نہین یا اُسکا
نور ہے یا اُسکا حجاب اور ہر حجاب مین ایک پوشیدہ نور ہے یعنے کوئی حجاب ایسا نہین جو
خالی از نور ہو اسی طرح کوئی نور ایسا نہین ہے جو حجاب سے خالی ہو چنانچہ جس تجلی پر نور کا
اطلاق ہو وہ نور ہی حجاب ہے اُس ذات کا جو کہ ہر قید سے بری ہے اور زبان و چشم سے

بالکل متعلق نہین نہ وہ دیکھا جا سکتا ہے نہ وہ بیان کیا جا سکتا ہے اسی وجہ سے خدا نے یہ
یہ فرمایا تھا کہ لن ترانی یعنی مجھکو تو دیکھ نہین سکتا ہے مگر موسیٰؑ کو تو شوق تھا اُنھون نے نہ مانا
آخر ایک تجلی نے اُنکو بیہوش کر دیا۔ غرض یہ کہ انسان سراپا ذات خدا سے وابستہ ہے کوئی
شئے جدا نہین جسکو ہم اُنکا حجاب کہتے ہین حقیقت مین اُسکے بھی پردے مین نور ہے
جو کوئی یہ سمجھ لے اُسی کو یہ منصب حاصل ہے اور جو نہ سمجھے وہ اس بات کا کہنے والا کافر مطلق ہے
چنانچہ جو لوگ لباس فقرا اختیار کیے ہوئے ہین اور در اصل دنیادار و حریص ہین وہ اکثر ہر چیز کو
خدا بتاتے ہین خوب جاننا چاہیئے کہ وہ کافر مطلق ہین فقیر ہونا تو درکنار۔ لیکن جنھون نے اس
بات کو دیکھ لیا ہے کہ ہر چیز نور الٰہی و حجاب الٰہی ہے اور خاصکر انسان مین سوائے ذات و
صفات خدا کے اور کچھ نہین وہ یا تو اسقدر ظرف رکھتے ہین کہ خاموش رہتے ہین اور ضبط کیے
رہتے ہین یا اگر مدہوش ہو جاتے ہین اور کہنے لگتے ہین یہ دونون حق پر ہین چنانچہ منصور
ابن حلاج کا انا الحق کہنا بیجا نہ تھا مگر جو کوئی اپنی کشافتون کو دور کر چکا ہو بلکہ زیادہ کثیف ہو وہ اگر
اسرار الٰہی کو کامل دکھانے کے لیے اپنے تئین خدا کہے تو کافر مطلق ہے اور چونکہ یہ راز حقیقت
تھا اس لیے اسکا افشا کر دینا بھی کفر ہے لہذا منصور کو سولی دی گئی مگر اب چونکہ از حیثیت راز
نہ رہا لہذا شاید کفر نہو مگر بات وہی ہے اسی وجہ سے احتیاط بھی کرنا چاہیے۔ غرض یہ کہ ایسے ظاہری
فقیرون کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے اور اگر اسلامی حد ہوتی تو وہ مرتد ہونے کی وجہ سے قابل
قتل ہین اُنکا کام لوگون کو گمراہ کرنا اور لوٹنا ہے ہدایت اور درویشی اُس سے کوسون دور ہے

فصل ۵
حقیقت عالم اسباب

عالم اسباب اس دنیا کو کہتے ہین اور اسکا نام عالم اسباب لوگون نے خیال
مین اسوجہ سے رکھا ہے کہ یہان کوئی فعل بدون سبب نہین ہوتا اور اصل تو
یہ ہے کہ کسی عالم مین کوئی امر بے سبب نہین ہوتا مگر اس دنیا کا نام عالم اسباب اس وجہ سے
رکھا گیا کہ یہان جو مقصود افعال ہوتے ہین وہ سب سبب ہوتے ہین اُن نتایج کے جو کہ عاقبت
مین ہونگے یعنے یہان کا ہر ایک فعل اور ہر ایک حرکت ایک سبب ہے جنت یا دوزخ کا بخلاف

عاقبت کے کہ وہان کا کوئی فعل سبب نہین ہوتا بلکہ مسبب ہوگا اور اُنکے اسباب اُدنیوی افعال وحرکات ہین چنانچہ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ اسی وجہ سے کہا ہے کیونکہ کھیتی سبب ہوتی ہے اور مسبب ما حصل ہے تو عالم اسباب کے کل افعال اسباب ہین مثل کھیتی کے اور جنت و دوزخ بارضامت الٰہی و نار خفگی مسبب اور نتیجہ ہین اسی وجہ سے عالم اسباب نام اسکا رکھا گیا ہے عوام صرف اسی وجہ سے اس عالم کو عالم اسباب کہتے ہین کہ یہان بلاسبب کوئی امر واقع نہین ہوتا در اصل یہ غلط ہے کیونکہ کسی عالم مین یہ امر نہین کہ بلاسبب کوئی امر واقع ہو اور بدون سبب کوئی بات ہونا حکمت تخلیق و صناعی کے خلاف ہے۔

فصل ۶ حقیقت ناسوت ملکوت جبروت لاہوت

تمام عالمون کے چار حصے کیے گئے ہین۔ ناسوت۔ ملکوت۔ جبروت۔ لاہوت۔ ناسوت متعلق ہے عالم سفلی سے جب تک سالک اسی عالم کے مشاہدات مین رہتا ہے اُسوقت تک عالم ناسوت مین رہتا ہے اور جب عالم بالا مین رسائی ہوتی ہے تو عالم ملکوت مین گزر ہوتا ہے اور جب عالم بالا سے آگے بڑھ کے اُس مقام پر پہونچتا ہے جہان عالم باطن ہے تو وہ مقام جبروت ہے اور جب ان تمام عالمون سے نکل کر محض ذات احدیت سے قریب ہوتی ہے تو لاہوت اُس مقام کا نام ہے۔ انھین سے ہر ایک مقام یعنے ہر ایک عالم کے بہت بہت سے حصے ہین ہر حصہ ایک منزل ہے اور بہت کم فقرا ایسے ہوتے ہین جو آخر تک پہونچتے ہین۔ ان عالمون کی حقیقت کلی تمام فصول کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہے کیونکہ اکثر منازل کی حقیقت جدا جدا بیان کی ہے۔

فصل ۷ حقیقت عالم ظاہر

تمام عالمون کے دو حصے ہین یا یون کہا جائے کہ دو صورتین ہین عالم ظاہر و عالم باطن اور جتنے اشیا تمام عالمون مین ہین ہر ایک کا ایک ظاہر ہے ایک باطن ایسا نہین ہے کہ عالم ظاہر کی اشیا کا ظاہر ہو باطن نہو یا عالم باطن کی چیزون کا باطن ہو اور ظاہر نہو چنانچہ ہر شئے مین ظہر و بطن ہے اور ہر ظہر مین ظاہر و باطن اور ہر بطن مین باطن ظاہر ہے اسی طرح یہ سلسلہ برابر ہر شئے مین موجود ہے خواہ وہ عالم ظاہر کی اشیا کو یا عالم باطن کی بظاہر

عالم ظاہر اُس عالم کو کہتے ہین جسکے اشیا ظاہر و نمایان ہون چنانچہ عالم اسباب کو عالم ظاہر
کہتے ہین اور جو اشیا پوشیدہ ہین معمولی انسانون کی نظر سے وہ عالم باطن کے اشیا کہلاتے ہین
مگر درحقیقت ہر ادنی سے ادنی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کے دو عالم ہین ایک ظاہر ایک باطن
اور ہر ظاہر و باطن مین بطن و ظہر ہے ۔ مثلاً انسان کے کئی ظاہر و باطن ہین ایک ظاہر جلد
اور صورت ہے تو جلد کا باطن گوشت یا جلد کے نیچے کا حصہ اور صورت کا باطن سیرت ہے
تو جلد کا باطن عالم جسم و عالم ظاہر کے اندر گوشت ہے اور صورت کا باطن عالم باطن مین
سیرت اور عالم جسم مین اعضاے اندرونی ہین تو سیرت عالم باطن سے متعلق ہے مگر
سیرت کا بھی ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے مثلاً ملنساری اور زود آشنائی کسی کی سیرت ہے
تو یہ صورت کے اعتبار سے باطن ہے اور ایک اعتبار سے ظاہر ہے وہ اعتبار یہ کہ جو شخص
زود آشنا ہوتا ہے وہ ظاہر مین زود آشنا ہوتا ہے لیکن باطن مین زود رنج ہوتا ہے تو اس
اعتبار سے زود آشنائی ظاہر ہے اور زود رنجی باطن ہے مگر زود رنجی ہی پر سلسلہ ختم نہین
ہوا ہے بلکہ زود رنجی بھی اس اعتبار سے ظاہر ہے کہ ہر زود رنجی مین باطناً صفائی ہوتی ہے
یعنی جو شخص زود رنج ہوتا ہے وہ بظاہر زود رنج ہوتا ہے دل مین اُسکے مادہ صفائی کا ہوتا ہے
بہت جلد جہان اور بے رنج ہوتا ہے تو یہ صفائی بطون ہے زود رنجی کا اور یہ صفائی بھی
ظاہر ہے اسمین جو باطن ہے اُسکے اعتبار سے یہ ظاہر ہے یہی سلسلہ وہان تک چلا گیا ہے
جہان کا علم سواے اہل حقیقت کے کسی کو نہین ہوتا اہل ظاہر کو صرف اسی قدر علم ہو سکتا ہے
جسقدر مثال مین بیان کیا گیا ہے اور بعد اسکے بیان مین بھی نہین آسکتا کیونکہ باطن بہ باطن کا
احوال بیان کرنے کے لیے کوئی زیادہ تیار نہین ہے ۔ اور یہ بھی ایک راز حقیقت ہے
کہ ظاہر و باطن مین ضد ہے چنانچہ جو شخص بظاہر با مذاق اور زندہ دل ہے اور بہت لگی بازی ہے
وہ باطن مین اسکے برخلاف ہوتا ہے یعنی غصہ ور ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ جو ظاہر مین ہر وقت
ہنستا رہتا ہے وہ باطن مین رونا ہوتا ہے اسی طرح یہ سلسلہ برابر چلا گیا ہے تو یہ خوب

سمجھ لینا چاہیے کہ ہر شے کا سلسلہ ظاہر و باطن نا متناہی ہے اور چند ظاہر و باطن تو
حسب لیاقت معمولی انسان سمجھتا رہتا ہے مگر اسکے آگے وہی لوگ سمجھتے رہتے ہین جو
اہل حقیقت ہوتے ہین لہذا عالم ظاہر و عالم باطن ہر شئے مین موجود مگر ان دونون باتون سے
ذات بحقیقت مستثنیٰ است ۔

تفصیل حقیقت عالم تعینات و اسما

عالم تعینات سے مراد وہ تمام عالم ہے جسمین کسی شئے کا تعین ہے مثلاً
کسی شئے کا کچھ نام معین ہو تو وہ سب داخل تعینات ہے اور جو چیز
داخل اسما نہین ہے وہ اس عالم سے خارج ہے لہذا ہر ایک چیز کا نام یا نشان یا ذکر تذکرہ
یا کچھ حال و کیفیت بیان مین آسکتا ہے وہ داخل تعینات و اسما ہے اور اسی کو عالم صفات بھی
کہہ سکتے ہین اسکی مفصل بحث ذات و صفت مین آئیگی مگر یہان اتنا ظاہر کرنا ضرور ہے کہ جسقدر
اشیا اور عوالم کا تذکرہ زبان و قلم سے ہو سکتا ہے وہ عام لوگون کی نظرون مین بہت کچھ ہے
حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ بہت ہی تھوڑا حصہ ہے جو عالم تعینات مین ہے یہانتک کہ وہ عالم
جو کہ ذات سے متعلق ہے استقدر زیادہ ہے کہ اسکی مقدار معین نہین ہو سکتی اور اس عالم مین
اور اس عالم مین ایسا ہی فرق ہے جیسا کسی زمانہ معینہ اور ابد الآباد مین چنانچہ زمانہ معینہ
گو اسکی مقدار کتنی ہی ہزارہا برس ہو مگر پھر بھی ابد الآباد کے مقابل مین بہت ہی کم ہے بلکہ
کچھ بھی نہین لیکن حقیقت اسما و صفات کا بیان جسقدر ممکن ہے وہ تحریر کیا جاتا ہے ۔
جاننا چاہیے کہ باری تعالیٰ عز اسمہ کی ہر روز بلکہ ہر وقت ایک جدا شان ہے بموجب
کلام پاک کل یوم ھو فی شان اور یہ تغیرات ذات کو نہین بلکہ صفات کو ہین اور انھین
صفات کے [illegible] اسماء باری تعالیٰ ہین اور صفات کی چند حالتین ہین اول دو قسمین
[illegible] ایجابی و سلبی ہین پھر ایجابی کی تین صورتین ہین حقیقی اختصاصی مخصوصہ و ذو اضافت
[illegible] حقیقی [illegible] ہوے اور انھین کے معانی پر نام ہین
[illegible] مخصوص اضافی جیسے اولیت اور آخریت اسکے اسما

اول و آخر اور صفات ایجابی ذو اضافت جیسے ربوبیت اور علم و ارادہ وغیرہ اسماء رب عالم وغیرہ
اب رہے صفات سلبی جیسے قدوسیت سبوحیت یا غنا وغیرہ کیونکہ صفات سلبی وہ ہین جنسے
بے تعلقی اور علحدگی ظاہر ہوتی ہو اور ایجابی وہ ہین جنسے تعلق و نسبت پیدا ہو اب یہ تعلق
اگر ہر وقت ظاہر ہو رہا ہو یعنے کسی وقت یا کسی شئے کے لیے مخصوص نہو تو ایجابی حقیقی ہے
جیسے حیات و قدرت اور وجوب کہ یہ ذات باری مین ہر لحظہ بلا قید وقت و شئے موجود ہو
اور اگر وہ تعلق و نسبت کسی شئے کے ساتھ مخصوص ہے تو ایجابی مخصوص اضافی ہے
جیسے اولیت کہ یہ ازل سے اور آخریت ابد سے منسوب ہے اور اگر وقت اور شخص دونون سے
متعلق و منسوب ہو تو ذو اضافت ہے کیونکہ دو نسبتین ہین مثلاً ربوبیت کہ یہ منسوب بھی ہو خلق سے
اور موقوف تھا ایک وقت پر کہ اسوقت سے پہلے اسکا اظہار نہوا تھا یعنے تخلیق عالم کے
بعد سے اس صفت کا اظہار ہوا قبل اسکے گو یہ صفت خدا مین تھی مگر چونکہ اُسے خلق سے
تعلق تھا اس لیے قبل مظہر کے وجود کے اسکا اظہار نہ تھا - اور صفات ایجابی اضافی خواہ
وہ ذو الاضافت ہون یا مخصوص الاضافت دونون یا جمالی ہونگے یا جلالی - جمالی وہ ہین
جو لطف و کرم کا اظہار کرتے ہین جیسے لطیف و کریم اور اِنکے مظاہر تمام اچھے نیک اور لطیف
افعال و اشیا و اشخاص ہین اور جلالی وہ ہین جو قہر و غضب کا اظہار فرماتے ہین مثلاً قہار و
جبار اور انکے مظاہر بظاہر برے اور بدصورت اور نجس اشیا ہین - مگر ہر جمال مین جلال
ہے اور ہر جلال مین جمال ہے ایسی کوئی شئے نہین جسمین صرف جلال ہو یا صرف جمال ہو
اگر یہ کہا جاوے کہ حضرت عیسیٰ مین جلال کہان تھا کیونکہ اُنھون نے جہاد تک نہین کیا
اور بددعا تک قوم کے لیے نہین کی تو اسکا جواب یہ ہے کہ جلال یا جمال کے لیے یا کسی صفت
کے واسطے یہ ضرور نہین کہ اظہار بھی ہو یا ہمکو اسکا علم بھی ہو چنانچہ شیطان مین بھی جمال ہے
مگر اسکا اظہار وہ اسوجہ سے نہین کرسکتا ہے کہ اُسمین جلال غالب ہے جیسا کہ پیغمبرون خصوصاً
حضرت عیسیٰ مین جمال غالب ہے غرض صفات جمالی و جلالی کی یہ شان ہے کہ ہر جمال

حجاب ہے جلال کا اور ہر جلال پردہ ہے جمال کا جیسا کہ عالم ظاہر و باطن کی فصل مین مذکور ہوا
مثلاً دو تین اشیا لکھتا ہون کتا یا خنزیر بہ ظاہر ایک حیوان جلالی کیونکہ ایک حیوان نجس ہے
مگر باطناً اُسمین یہ جمال ہے کہ کتا وفادار شب بیدار اور خنزیر سرنگون ہمیشہ رہتا ہے - یا جو
انسان بظاہر نہایت زاہد اور کم سخن ہے وہ بہ باطن کوئی سخت عیب رکھتا ہے البتہ انبیا
اولیا مین ایسا نہین ہوتا کیونکہ اُنکے جلالی اوصاف مغلوب کردیے جاتے ہین اور جمالی
اوصاف غالب ہوتے ہین اس لیے عرف مین وہ جمال محض ہین اور شیاطین اسی وجہ سے
جلال محض معروف ہین کہ گو اُنمین اوصاف جمالی بھی خلق کیے گئے تھے اُنھون نے
خود ایسے حرکات کیے کہ وہ مغلوب ہوگئے تو اہل جمال کے واسطے نتائج بھی جمالی ہونگے
یعنے جنت و قربت خدا اور ہر قسم کی روحانی راحت اور اہل جلال کا انجام بھی جلالی ہوگا یعنے
دوری اور دوزخ اور تکالیف سخت - اب رہی وہ لوگ جنکے اوصاف جمالی و جلالی قریب قریب
ہین تو اُنکا حساب ہوگا میزان مین جمال و جلال کا وزن ہوگا جو زیادہ ہوگا اُسی کے حساب سے
نتیجہ ملیگا - لیکن سب سے زیادہ جمال جنکا غالب بلکہ اغلب ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین
ورنہ یہ نتائج جمالی کیلیے کوشان نہوتے یعنی تمام شفیعون کے سردار نہوتے حالانکہ وہ تمام شفیعون کے
سردار ہین اور حسن بھی ایک جمالی صفت ہی جو اسیطرح ظاہر ہو جسقدر شفاعت ایک باطنی امر اور خلق
عظیم خاص مجموعۂ اوصاف جمالی ہو تو جمال ظاہری اول و جمال باطن آخر اور مجموعہ جمال یہ ہر سہ
اقسام آنحضرتؐ مین موجود ہین یعنی حسین اس وجہ ہین کہ اگر خدا نے اُنکے حسن کو مخلوقات سے پوشیدہ
نہ رکھا ہوتا تو کسی کو اُنکے دیکھنے کی تاب تھوڑی ایک مرتبہ آنحضرتؐ کو حضرت عائشہؓ نے اُس حالت مین
دیکھ لیا تھا جبکہ آپ اُس قدر رقی نقاب مین نہ تھے اُسوقت حضرت ام المومنین بیہوش ہوگئی تھین اور سوا حضرت
جبرئیل کے کسی فرشتہ مین یہ قدرت نہ تھی کہ دیکھ سکے اور کمال حسن و لطافت سے آپ محض
نور تھے اسی وجہ سے سایہ نہ تھا در اصل سایہ آپکا معجزہ نہ تھا جو خرق عادات مین شامل
کیا جاے اور کفار کو مجبور و ساکت کرنے کے لیے یہ نہ تھا بلکہ آپ تھے ہی ایسے کہ سایہ ممکن نہ تھا

اور سایہ ایک جلالی پر تو ہے مثل حمزا و کے کہ وہ شہر دنیا تھے جلال تھا اور ہمیشہ ہمراہ رہتا ہے مگر آنحضرتؐ کے قریب سے بھی کوئی جلال نہیں نکل سکتا۔ جملہ جلالات اور جلال انکی فصلون مین آئینگے۔

اب یہ خیال کرنا چاہیے کہ اسم کی دو حالتین ہین ذاتی وصفاتی اسم ذاتی اللہ ہے اور باقی اسما صفاتی ہین اور سات صفات ایسے ہین جو امہات الصفات کہلاتے ہین انہین کو ائمہ سبعہ بھی کہتے ہین اور وہ یہ ہین۔ حیات۔ علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ سمع۔ بصر۔ کلام۔ اور امہات الاسمار چار ہین۔ اول۔ آخر۔ ظاہر۔ باطن۔ اور اللہ ورحمٰن تمام اسمون کو جامع ہین اور اسمار ذاتی لفظ اللہ کے علاوہ اور بھی ہونگے مگر ہمکو انکا علم نہین۔

تو جتنی اشیا تمام عالمون مین ہین وہ اول وآخر اور ظاہر و باطن کے احاطہ سے باہر نہین ہین ذاتی وصفاتی اسمار کے علاوہ بعض اسما ایسے بھی ہین کہ ذات وصفت دونون پر دلالت کرتے ہین جیسے اسم رب اور بعض اسما وہ ہین جو بعض افعال پر دلالت کرتے ہین جیسے وہاب رزاق خالق حفیظ قابض باسط وغیرہ اور سب اسمار افعال ۳۷ ہین اور اسماے صفات ۳۱ اور اسمار ذات ۳۰ ہین لیکن سوائے لفظ اللہ کے باقی جملہ اسمار ذاتی ہین صفت بھی پیدا ہوتی ہے۔

اب اسماے افعال کی چند صورتین بیان کی جاتی ہین جنکا حکم ازل سے ابد تک ہے اور وہی ارواح قدسیہ اور نفوس ملکیہ پر حاکم ہین اور ان اشیا پر بھی جنکو زمانہ کے گذرنے سے کوئی تعلق نہین مثل مبدعات اور عالم مثال کے اور بعض اسماے افعال ایسے ہین سو وہ ازل سے نہین مگر ابدالآباد تک رہینگے اور وہ وہی اسما جنکا وقت آخرت سے شروع ہوگا اور ہمیشہ رہیگا کیونکہ انکا ظہور دنیا کے خاتمہ پر موقوف ہے مثل جزا وسزا وغیرہ کے۔ اور بعض اسما ایسے ہین جن کا ظہور وحکومت نہ ازل مین تھے نہ ابد تک رہیگی بلکہ صرف دنیا مین یا تمام عمر دنیا تک یا ایک زمانہ معین تک۔ اور جب دوسرے اسم کی باری

ہو گی تو اسم اول کا حکم منسوخ اور اثر پوشیدہ ہو جائیگا چنانچہ ایسے اسما ہین سے وہ اسما بھی ہین
جنکی عہد حکومت کی طرف سبعہ سیارہ کے دورے منسوب ہین چنانچہ سیارہ قمر جس اسم سے منسوب ہے
آجکل اسی کا دورہ ہے اور چونکہ ہر اسم کی مدت حکومت معین و مقرر ہے لہذا اُسکے تابع جو ستارہ ہے
اُسکے دور کا زمانہ بھی اُسی قدر ہے شریعتین اور حکومتین بھی اُنھین اسما سے متعلق ہین کہ جب
ایک اسم کا زمانہ حکومت ختم ہو جاتا ہے تو دوسرا اسم حاکم ہوتا ہے اور شریعت و حکومت اول منسوخ
ہوتی ہے اور دوسری حکومت و شریعت مروج ہوتی ہے اور چونکہ ہر اسم کے ہزار ہا مظاہر ہین لہذا
ہر اسم کے مدت حکومت کے اندر تمام اسما اپنا دورہ باری باری کر جاتے ہین اور پھر انکے بھی حصے ہوتے
ہین یہانتک کہ دور اندر دور کا سلسلہ اسقدر چھوٹا ہوتا جاتا ہے کہ ایک پل کے ہزار حصون مین سے
بھی ہر حصہ جسکے حصے پھر ہو سکین ایک اسم خاص سے منسوب و تابع ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر
پل مین ہزارون لاکھون انقلابات و تغیرات حسب استعداد اشیا و اشخاص ہو جاتے ہین بعض
اہل ظاہر باطل پرستون کو یہ گمان ہے کہ یہ تاثیرات سیارون کی ہے حالانکہ سیارے منتشر ذرون سے
زیادہ وقعت نہین رکھتے البتہ وہ جسکے تابع ہین اُسکی تاثیر و قوت سے یہ سب کچھ بنتا بگڑتا رہتا
ہے اسی طرح ہر عالم و عالم کی ہر شئے ہر شخص ہر شئے اور ہر شخص کا ہر جز اور ہر جزو کا ہر ذرہ ایک
اسم کا تابع یا منسوب ہے یا یہ کہیے کہ مظہر ہے اور جب زمانہ اُس اسم کا ختم ہو جاتا ہے تو اُسکا
مظہر فنا ہو جاتا ہے یا اُسکو انتقال یا تبدیلی ہو جاتی ہے اور وہ دوسرے اسم کا مظہر بن جاتا ہے
علی ہذا۔ اسکی تشریح کے لیے صدہا جز درکار ہین مگر اہل نظر کو اسی قدر کافی ہے۔

فصل ۹ — عالم امکان

عالم امکان سے مراد وہی عالم ہے جسکا وجود ممکن ہے نہ کہ واجب و ممتنع۔
جاننا چاہیے کہ وجود کی تین صورتین ہین ایک ممتنع دوسرے ممکن تیسرے
واجب۔ کسی وجود کا واجب ہونا یہ سوائے ذات باری تعالی کے اور کوئی شئے نہین اور
اُسکے مثل کسی دوسرے خدا کا وجود ممتنع ہے باقی تمام اشیا جو کہ پائی جاتی ہین اُنکا وجود ممکن ہے
یعنی نہ تو ممتنع ہے اور نہ واجب ہے تو جسقدر اشیا کا وجود ممکن ہے وہ سب عالم امکان مین داخل ہے

اس عالم امکان مین سواسے ذات باری او ممتنع کے باقی تمام اشیاے ظاہری و باطنی او مجسم و غیر مجسم داخل ہین بلکہ وہ تمام اشیا بھی جنکا علم کسی کو نہین اور نہ اُنکا کچھ نام رکھا گیا اور نہ رکھا جا سکتا ہے۔

فصل ۱۰ دنیا و عقبےٰ

دنیا ایک مزرعہ یعنی کھیتی ہے یہان جیسا بوئیگا ویسا ہی عقبےٰ مین کاٹیگا یہ غیر ممکن ہے کہ یہان اپنے حق مین کانٹے بوئے اور عقبےٰ مین پھول پھل پائے یہ بات تو شریعت کی زبان مین کہی گئی ہے طریقت کی زبان یہ ہے کہ یہ دنیا مظہر صفات باری تعالی ہے اور جب تک مظہر سے اچھے تعلقات نہ پیدا کیے جائین جسکا مظہر ہے اُس سے اچھا تعلق نہین ہو سکتا تو دنیا مین ہر ایک سالک کو موقع دیا جاتا ہے کہ جس قسم کے تعلقات چاہیے پیدا کرے خواہ جلالی خواہ جمالی اگر جلالی تعلقات بڑھائیگا تو جلالی نتایج پیدا ہونگے اور اگر جمالی تعلقات بڑھائیگا تو جمالی نتایج ہونگے تشریح اس اجمال کی یہ ہے کہ مثلاً جمالی تعلقات یہ ہین کہ روح کو قوی کرے جوکہ جمالی ہے اور نفس کو مغلوب کرے جوکہ جلالی ہے اور جمالی افعال کرے یعنے روحانی جوکہ نیک اور اچھے ہین اُنسے یہ جمالی نتایج ہونگے کہ قربت خدا اور رضامندی اور جنت جوکہ اُسکے جلوہ گاہ کا نام ہے حاصل ہوگا اور اگر افعال بد کیے روح کو کمزور کیا اور نفس کو غالب کیا تو انجام بھی جلالی ہوگا یعنے دوزخ اور ناراضی خدا اور تکالیف روحانی —
جاننا چاہیے کہ جلال جمال کا حجاب ہے اور جمال جلال کا حجاب ہے تو جب جمالی افعال ہونگے جلال اُس سے دور ہو جائیگا اور جب جلالی افعال ہونگے تو جمال دور ہو جائیگا اسی بنا پر نفسانی افعال کی وجہ سے روح انسان سے دور ہو جاتی ہے اور اپنے مرکز سے بھی دور ہو جاتی ہے اور یہی اسکی تکلیف کا باعث ہوتا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ در اصل ہر شئے کے لیے عذاب یہ ہے کہ اپنی اصل سے دور ہو اور اُس چیز سے جس سے تعلق ہے تو روح کی اصل خدا تعالی ہے اور تعلق اُسکا انسان سے ہے چنانچہ روح جسم سے نکلتی ہے تو وہ تکلیف ہوتی ہے جو تمام عمر مین کبھی نہین ہوتی اور نہ کسی طرح ہو سکتی ہے۔ تو جب انسان افعال نفسانی یعنے جلالی کرتا ہے

تو اسکا تعلق روح سے کم ہو جاتا ہے اور اس بات پر روح کو ایک صدمہ ہوتا ہے دوسرا
امر یہ کہ خدا سے اور اُس سے حجاب ہو جاتا ہے تو یہ تکلیف بہت زیادہ ہے ان دونون
تکلیفون کی وجہ سے روح کے لیے ایک عذاب سخت ہوتا ہے بقولے روح را صحبت ناجنس
عذابیست الیم + اور یہ تکلیف مرنے کے بعد ہزار حصے بڑھ جاتی ہے کیونکہ وہ روح اول تو
جسم سے علیٰحدہ ہو جاتی ہے اور اُسوقت اُسے یہ امید رہتی ہے کہ اب بھی کوئی کوشش
قربت خدا اور تعلقات جمالی پیدا کرنے کی ہو سکے اور یہ موقع نہین رہتا وجہ یہ ہے کہ زبان
و دل و اعضا اُس روح سے جدا ہو جاتے ہین وہ اب جو کچھ کرنا چاہیے اُسے عملی طور پر
کر نہین سکتی اور زندگی مین جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ نفس اُسپر غالب کر دیا گیا جسکی وجہ سے اُسکے
اصل یعنی خدا مین اور اُسمین بہت بڑا حجاب واقع ہے تو یہ ایک عذاب سخت ہے اور اُس
عذاب سے زیادہ ہے جو کہ جہنم مین ہوگا لیکن جو شخص افعال روحانی یعنی جمالی اور نیک عمل
کرتا ہے تو نفس مغلوب ہو جاتا ہے اور گویا درمیان سے حجاب دور ہوتا ہے تو روح اپنی
اصل یعنی خدا سے بخوبی مل سکتی ہے اور اُسکو قربت حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ نتیجہ جمالی ہے
اور روح کو سچی خوشی حاصل ہوتی ہے اور زندگی ہی مین اُسکو اپنی کامیابی نظر آجاتی ہے
اور بعد مرنے کے تو سراسر کامیابی ہے کیونکہ یہ روح جو کہ دنیا ہی مین نفس پر غالب رہی
اور مردہ ہونے پائی اور اُسکو صدمات نہین پہونچے اور افعال جلالی نے اُسکے اور اُسکی
اصل کے درمیان حجابات نہین پیدا کیے ظاہر ہے کہ وہ کسقدر راحت مین ہوگی کیونکہ
وہ جو کچھ چاہتی تھی وہی ہوا بقول مولانا ؒ ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش + باز جوید
روزگار وصل خویش + تو وہ اپنی اصل سے وصل چاہتی تھی وہی اُسکو حاصل ہو گیا جنت
چونکہ تجلی گاہ جمالی ہے اس لیے اُس سے بہتر کوئی مقام اُسکے لیے نہین غرضکہ دنیا و عقبےٰ
دونون ایسے ہین کہ جیسے کام اور اُسکا انجام جنکا منزل مقصود صرف دنیا ہے اُنکی مسرت بصورت
کامیابی بہت جلد فانی ہے کیونکہ اس کامیابی کا زمانہ زندگی کے بعد اور موت کے ساتھ ہی

ختم ہو جاتا ہے مگر جو لوگ اپنے خدا اور اُسکے وصل نہ خوشی کو اپنی منزل مقصود جانتے ہین وہ خود مع اپنی مسرتون اور کامیابیون کے ہمیشہ باقی رہتے ہین ۔ میننے دنیا وعقبی کی حقیقت کو کما حقہٗ نہین بیان کیا اور ایک دائرہ مصلحت کے اندر محدود رہا کیونکہ ملک کا ابھی پورے طور پر صوفیانہ مذاق ایسا نہین ہے کہ اُسکو سمجھ سکے لہذا مینے اس مصرعہ پر عمل کیا ۔ فاش اگر گویم جہان برہم زنم ۔

دنیا کی عمر کا معلوم کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ جس طرح یہ حضرت آدم اول انسان تھے اُسی طرح ایسے بہت سے آدم گزر چکے ہین اور ہر آدم کی اولاد ۷ یا ۱۲ ہزار برس تک کم از کم رہی اُسکی تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جب عالم طبیعی کی عمر ۱۷ ہزار برس گزر چکی تو موالید ثلاثہ کا مادہ پیدا ہوا اور مادہ موالید ثلاثہ کے ۵۴ ہزار برس کے بعد اس دنیا کو پیدا کیا یعنی کرہ زمین کو جسمین موالید ثلاثہ کو جگہ دی گئی اور اسکے ۶۳ ہزار برس کے بعد جنت اور دوزخ کو بنایا اور جب دنیا کی عمر ۱۷ ہزار برس کی ہو چکی تو آدم اول کا خمیر کیا گیا اور حشرات الارض بھی اُسیوقت عفونات سے پیدا ہوے اور کئی ہزار برس کے بعد آدم کے قالب مین روح پھونکی گئی اور پھر اولاد آدم کا سلسلہ چلا یہانتک کہ تمام اولاد فنا ہو گئی اور پھر دوسرے آدم کئی ہزار برس کے بعد پیدا کیے گئے کیونکہ تمام دنیا فنا ہو گئی اور صرف عناصر باقی رہنے جب پھر دنیا پیدا ہوئی اور اُسی حساب سے یا کچھ کم و بیش زمانہ کے بعد موالید ثلاثہ اور حیوانات کے تخلیق پھر آدم ثانی پیدا کیے گئے اور اُنکی اولاد کا بھی یہی حشر ہوا یعنی ساری دنیا کو لے ڈوبے یہانتک کہ قیامت ہو گئی بعد کئی ہزار برس کے پھر اُسی طرح دنیا اور اہل دنیا پیدا ہوے اور یہ سلسلہ ابتک چلا آ رہا ہے یعنے دو لاکھ آدم اسی طرح پیدا ہو چکے اور اب یہ آخری آدم ہین جنکی اولاد مین ہم لوگ ہین اسکے بعد کوئی آدم نہو گا اور قیامت کبری ہو گی عالم اگرچہ قدیم نہین جیسا کہ نا واقفون کا خیال ہے مگر اسقدر عمر ہے کہ علم عدد اُسکا شمار نہین کر سکتا ۔

ہمارے آدم سے پہلے جنات اور دیگر قسم کی مخلوقات آباد تھی چنانچہ اہرام مصر کا منارہ

اُسوقت بنا ہے جبکہ ستارہ نسر طائر ستارہ برج اسد مین تھا اور بعض کا مقولہ ہے کہ برج حمل
مین تھا اور ہر برج مین یہ ستارہ ۳۰ ہزار سال رہتا ہے اور اب آجکل نسر طائر برج دلو مین ہے
تو ایک حساب سے ۷ برج طے کیے اور ایک حساب سے ۱۱ برج ہوے لہذا اُس منارہ کو
بنے ہوے ۳ لاکھ ۳۰ ہزار برس ہوے کیونکہ برج حمل مین نسر طائر کا ہونا تعمیر منارہ کیوقت
زیادہ قرین قیاس ہے تو یہ ظاہر ہے کہ ہمارے آدم کو صرف ۶ ہزار برس سے کچھ زیادہ گزرے
ہین اور نہ یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس منارہ کے بنانے والے بنی آدم تھے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ محی الدین بن عربیؒ کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے تھے اور اُسوقت حالت
غنودگی کی سی طاری ہو رہی تھی آپنے دیکھا کہ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی طواف مین مشغول
ہین پھر اُنھون نے آپکی طرف مخاطب ہو کے دو شعر پڑھے ایک شعر یاد رہ گیا اور دوسرا کسی
مصلحت سے محو کر دیا گیا وہ شعر یاد کا یہ ہے ۔ لقد طفت کما طفتم سنینا + بھذا البیت طرا جمعینا
یعنے مینے بھی برسون اس گھر کا طواف کیا ہو جس طرح آجکل تم لوگ طواف کیا کرتے ہو۔
پھر اُنھین سے ایک صاحب نے حضرت شیخ اکبر سے پوچھا کہ تم مجکو پہچانتے ہو آپنے
جواب دیا کہ نہین اُنھون نے کہا کہ مین تمھارے اول اجداد مین سے ہون آپنے پوچھا
کہ آپکے انتقال کو کتنا زمانہ ہوا انھون نے جواب دیا کہ کچھ اوپر چالیس ہزار سال اس
بات پر شیخ اکبر نے کہا کہ ہمارے آدم کو اتنا زمانہ تو نہین گزرا اُنھون نے کہا کہ تم کس آدم کو
پوچھتے ہو اس قریب کے آدم کو یا کسی دوسرے آدم کو اُسوقت آپکو وہ حدیث یاد آئی
جو کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے ان اللہ تعالیٰ خلق مائۃ الفا آدم یعنی اللہ نے
دو لاکھ آدم پیدا کیے۔ بہرصورت دنیا اگرچہ بہت دیرینہ مگر حادث ضرور اور ایک نہ ایک
دن نہ رہیگی اور ہم اُس زمانہ مین پیدا ہوے ہین جبکہ دنیا کا بھی خاتمہ ہے کیونکہ پیغمبر آخرالزمان
کے ظاہری معنی تو یہی ہین کہ انکے بعد کوئی پیغمبر نہو گا تو کوئی اور قوم بھی نہو گی کیونکہ ہر قوم کے
لیے ایک نبی کی ضرورت ہے خصوصاً جبکہ دوبارہ دنیا آباد ہوئی۔ اور آخرت ہمیشہ رہیگی

اسکو کبھی فنا نہین ہے کیونکہ آفرینش مین یہ دنیا سے کئی ہزار برس بعد ہوئی ہو اور اگر آخرت آخر ہو جاوے تو پھر وہ اسم بامسمی نرہیگی۔

فصل ۱۱ — حقیقت عالم برزخ

عالم برزخ بھی ایک مستقل عالم ہے جیسے کہ عالم سفلی و علوی۔ برزخ لغت مین ہر دو حالتون کی درمیانی حالت کو کہتے ہین لہذا عالم برزخ کا نام اسی وجہ سے رکھا گیا کہ دنیا و عقبی کے درمیان جو عالم خاص کر اس لیے بنایا گیا ہے کہ اوس مین ایسے لوگون کی جنکے افعال و اعمال قابل حساب ہین اُس مقام پر قیامت تک رہینگے۔ جاننا چاہیے کہ تین قسم کے آدمی دنیا مین ہوتے ہین ایک وہ جو بشدت افعال بد کرتے ہین اور کچھ ضرورت حساب و کتاب کی نہین وہ براہ راست بے روک ٹوک جہنم اور عذاب مین گرفتار ہو جاتے ہین۔ دوسرے وہ لوگ بکثرت افعال نیک کرتے ہین اُنکے حساب کی بھی ضرورت نہین کیونکہ بدیہی طور پر انکی نیکیان زیادہ ہین یا سراسر نیکیان ہین وہ اور اس سے پہلے جنکو بیان کیا ہے دونون کو برزخ سے تعلق نہین یہ جوار رحمت مین اور وہ مقام عذاب مین سیدھے دنیا سے چلے جائینگے مگر تیسرے قسم کے لوگ جنھون نے نیکیان بدیان قریب قریب کی ہین اور ضرورت حساب کی ہے وہ اُسوقت تک عالم برزخ مین رہینگے جبتک اُنکا حساب نہو وہ عالم ایک بین بین عالم ہے نہ عذاب ہے نہ رحمت وہان امید و بیم کی حالت رہیگی روح پر کبھی خوف طاری رہیگا کبھی امید ہوگی تو اُسی عالم کو عالم برزخ کہتے ہین۔

فصل ۱۲ — حقیقت عالم باطن

اگرچہ عالم باطن کا تذکرہ عالم ظاہر کی فصل مین کر دیا گیا ہے مگر چند امور بیان کرنا ضرور ہین ایک یہ کہ وہ عالم باطن جسکا بیان ہو سکے یا کوئی بات اُسکی ظاہر ہو سکے وہ عالم باطن نہین اصلی عالم باطن تو وہ ہے جسکا نام و نشان اور کوئی بات کوئی واقعہ وہان کا کسی کے اظہار مین نکر سکے اور نہ حواس عشرہ مین سے کسی حس سے محسوس ہونے کے قابل ہو۔ اب رہا یہ امر کہ اُسکا وجود کیونکر معلوم ہو جب وہ کسی حس سے محسوس نہین ہو سکتا تو یہ خوب یقین کر لینا چاہیے کہ وہ اہل حقیقت کو محسوس ہوتا ہے

گو حواس عشرہ سے محسوس نہین ہوتا مگر کوئی اور گیارہوین قوت خداے تعالی سے عنایت
ہوتی ہے اور اگرچہ اُس قوت کا کوئی نام کسی نے نہین رکھا مگر اُسکے حالات اسقدر ضرور سمجھ
مین آتے ہین کہ اُس گیارہوین قوت مین [illegible] ن حواس بھی ہوتے ہین یعنی قوت باصرہ
سامعہ لامسہ ذائقہ شامہ اور حواس باطنی یعنی تخیلہ مدرکہ واہمہ وغیرہ بھی ہوتے ہین
[illegible] دسون حواس [illegible] کے ہوتے ہین بلکہ یہ دسون حواس اُسوقت باطل ہو جاتے
[illegible] عالم باطن مین [illegible] ہوتا ہے اور ایسا [illegible] وس ہوتا ہے [illegible] وہ قوت خاص قلب سے
[illegible] جیسا کہ یہ معمولی حواس عشرہ [illegible] ہوتے ہین اسی طرح اُسکا مخزن قلب ہے
[illegible] باطل ہو جاتے ہین اور قلب کی قوت صرف باقی ہی
[illegible] بلکہ بہت زیادہ اور [illegible] ہو جاتی ہے جیسا کہ مولانا نے فرمایا ہے ع اولیا را ہست
قدرت از اله + تو گو یہ مصرعہ کرامات سے تعلق [illegible] مگر یہ امر بھی داخل کرامات ہے - دوسری
[illegible] ظاہر کرنا ہے کہ ہر شئی کا ایک عالم ظاہر ہے ایک [illegible] باطن ہے اور یہ سلسلہ اُسوقت تک
[illegible] گیا ہے جب تک کہ ایک خاص باطنی نور نظر آ جائے جب وہ نور مشاہدے مین آتا ہے
تو وہ جان عالم باطن ہوتا ہے یا نور عالم باطن کہا جائے بہرصورت اگرچہ اُسکا باطن بھی ہوتا ہے
مگر سواے خدا کے کوئی اس نور باطنی کی حقیقت سے آگاہ نہین ہوتا کیونکہ یہ نور درحقیقت
نور حقیقت ہے اور اُسکی ماہیت سے سواے اُسی نور حقیقی یعنی خدا کے اور کوئی آگاہ نہین ہو سکتا
یہی سلسلہ ہر ایک شئے مین موجود ہے مگر ہین اُس نور حقیقی کے ظہور پر جنکو دوسرے لفظون
مین حجابات کہنا چاہیے جلالی ہین کہین جمالی چنانچہ جسقدر اشیا یا حیوانات دنیا مین موجود ہین
یا تو وہ بظاہر برے ہین یا اچھے ہین جو کہ فی نفسہ اچھے ہین اُنکے حجابات جمالی ہین اور جو برے
ہین اُنکے حجابات جلالی ہین لیکن نور حقیقت کی ماہیت مین کوئی فرق نہین گو وہ نور کسی رنگ
مین ہو - جاننا چاہیے کہ ہر نور کی روشنی جو اُسکے نقاب اور اُسکا حجاب ہے جیسا کہ
دوپہر کا آفتاب نہین دکھائی دیتا صرف اُسکا نور نظر مین آتا ہے شکل مشاہدے مین نہین آتی

اسی طرح نور حقیقت یا نور باطنی کہیے وہ بھی ادراک مین نہین آسکتا اُسکا مشاہدہ اُسکے نقاب یعنی نور کے ساتھ ہوتا ہے وہ بھی ان لوگون کو جو عشق مین اپنے آپکو فنا کردیتے ہین۔ غرض یہ کہ عالم باطن اصل مین تو وہی نور بلکہ ذات بحت ہے جسکے حجابات مختلف و متعدد یہانتک کہ بیشمار ہوتے ہین اور یہ حجابات اور ظاہر و باطن ہر ایک شئی مین ہین کسی ایک شئی پر خصوصیت نہین صرف حجابات یعنی ظواہر مین اعتباری فرق ہوتا ہے جیسے کہ انوار مختلف ہوتے ہین اُسی طرح حجابات کی صورتون مین اختلاف ہوگیا ہے باطن الباطن یعنے وہ باطن جسکا پھر باطن نہو سکے سب کا ایک ہی عوام ناواقفیت سے ہر چیز کو خدا کہتے ہین لیکن سمجھتے نہین کہ اسمین کیا پیچ ہے اگرچہ اس پیچ کا نکالنا بہت مشکل ہے مگر السعی منی والاتمام من اللہ۔ جس شخص نے اپنے درمیان کے تمام حجابات کو رفع کردیا اور رذائل تمام علائق نفسانی سے پاک ہوگئی جسکو تصفیہ و تزکیہ کہتے ہین اُسکی ذات مین دوری کے تمام جلالی صفات فنا ہوگئے اب وہ وہی روح ہے جو کہ خدا کی روح مین سے ہے تو اُسکا جو کچھ فعل ہوگا وہ روح کا فعل ہوگا اور وہ جو کچھ کہے گا اُسکی روح کہیگی تو اُسکی روح کا یہ کہنا کہ مین خدا ہون غلط نہین بخلاف اُسکے جسکے نفسانی و جلالی دورکن اوصاف موجود ہین اور اُسکی روح آلائش دینوی سے محجوب ہو رہی ہے اور نفس غالب ہو رہا ہے وہ جو کچھ کرتا ہے در اصل نفس اُسکا کرتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے در اصل نفس کہتا ہے تو نفس کا یہ کہنا کہ مین خدا ہون غلط ہے کیونکہ اگرچہ نفس بھی خدا کی ایک جلالی صفت ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ جلال ضد ہے جمال کی اور جمال کو قربت سے تعلق ہے لہذا جلال کو دوری سے تو دور رہنے والی شئی کا یہ کہنا کہ مین نزدیک خدا ہون غلط ہے اور یہ کہنا کہ خدا ہون سراسر غلط ہے تو بس معلوم ہوا کہ منصور بھی بظاہر انسان تھا اور ہم بھی بظاہر صورت انسان ہین مگر اُسکے باطنی حالات ایسے تھے اور ہمارے باطنی حالات ایسے ہین کہ جو کچھ اُسنے کہا وہ صحیح تھا اور اگر ہم کہین تو غلط ہے سو وہی اک بات ہے جو یان نفس وان حکمت گل ہے۔

تصوف کے یہ معنی نہین کہ خدا ورسول کے خلاف کوئی انوکھی بات ہو بلکہ تصوف روح ہے
قانون شریعت کی۔ مین کبھی اس بات مین تائید کرنے کے لیے تیار نہین ہون کہ نفس و
روح کو ایک ہی شئے ٹہراؤن اگر جنت و دوزخ جمال و جلال ظاہر و باطن نیک و بد عدم و وجود
ایک ہی ہین تو جائز ہے کہ نفس و روح بھی ایک ہو دران حالیکہ یہ سب ایک دوسرے کی
ضد ہین تو روح و نفس بھی متضاد ہین اگر نفس خدا ہے (معاذ اللہ) تو روح خدا نہین اور اگر روح
خدا ہے تو نفس خدا نہین۔ اور یہ قول میرا خدا کے قول سے مستنبط ہے چنانچہ نفس امارہ کی بابت
ارشاد ہوتا ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ یعنی نفس امارہ برائیان سکھاتا ہے اور
روح کی بابت ایک جگہ اپنی طرف منسوب کیا ہے یعنے فرمایا ہے کہ میری روح اور ایک
جگہ روح کو دوسرے الفاظ مین یون ارشاد فرمایا ہے کہ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ
ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ظاہر ہے کہ جب نفس مطمئنہ مین قابلیت قربت و رجوع
کی ہے تو نفس امارہ مین وہ بعد کا لازم ہوگا کیونکہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین اگر یہ
مان لیا جائے کہ نفس و روح دونون کی حقیقت ایک ہی ہے یعنے وہی باطن الباطن جسکا
باطن پھر نہوسکے اور جو ہر شئے مین متحد ہے تو مین یہ کہتا ہون کہ گو فرق مراتب نہ کنی زندیقی
مرتبہ مین تو دونون کے فرق بدیہی و صریحی ہے اور ان دونون کا انجام بھی ایک دوسرے کے
خلاف ہے تو پھر متحد الماہیت ہونے سے کیا ہوتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ لوہے کا عرق
یا کشتہ کھانے سے جان کو قوت اور جسم کو فربہی ہوتی ہے لیکن لوہے کا ہتھیار یعنی تلوار کھانے سے
جان نکل جاتی ہے اور جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے تو متحد الحقیقت ہونے نے کیا نفع دیا
دران حالیکہ تاثیر و انجام مین دونون ایک دوسرے کے ضد ہین۔ واللہ اعلم بالصواب

فصل ۱۴ عالم مثالی — یہ بھی ایک عالم روحانی ہے اسمین دو صفتین ہین ایک وہ جو غیر مجسم
متعلق ہے دوسرے وہ جو کہ جسم سے متعلق ہے جو کہ غیر مجسم سے متعلق ہو
وہ نورانیت ہے اور اس صفت مین جوہر مجرد عقلی سے مشابہ بلکہ مکتسب اور حس و مقدار مین

جوہر جسمانی سے مشابہ ہے حالانکہ عالم مثالی نہ محض نور ہے نہ جسم ہے کیونکہ نہ تو جوہر مجرد
عقلی ہے اور نہ مادی سے مرکب ہے بلکہ ان دونون کے بین بین ہے جسطرح کہ کرۂ نار
کرۂ ہوا اور کرۂ آب کے درمیان واقع ہے اور اسی وجہ سے گرم تر ہے کرۂ آب سے [illegible]
اور تر [illegible] آب سے اور نہ ایسی لطف ہے جیسی کہ آگ اور نہ اسقدر [illegible] ہے کہ جیسے پانی بلکہ
دونون کے بین بین ہے اسی طرح عالم مثالی جوہر مجرد عقلی اور عالم جسم کے درمیان ہے اور
نورانیت جوہر مجرد سے اور جسمانی کیفیتین عالم جسم سے لی ہین اور دونوں سے [illegible]
کچھ کچھ مشابہ ہے۔ راز حقیقت اس عالم کا یہ ہے کہ صور علمیہ اول [illegible]
اُسکے بعد تجسم ہوتی ہین لہذا جسقدر کائنات ہے جنت دوزخ [illegible] تمام عوالم
ہر ذرہ ان سب عالمون کا عالم مثالی مین موجود ہے اور اسی عالم سے [illegible]
ظاہر ہوا تو ہر ذرہ عالم مثال سے گذر کر خلق ہوا ہے بلکہ بعینہ [illegible]
ہر ذرہ جو ظاہر ہو رہا ہے یہ در اصل عالم مثالی مین ہے اور ہم لوگ جسکو [illegible]
دیکھ رہے ہین وہ درحقیقت اُس صورت کا ظل ہے جو اصالۃً عالم مثالی مین موجود ہے
اسی طرح جتنے اشیا جو اس سے محسوس ہوتے ہین وہ سب ظل و عکس ہین ان
اصلون کے جو کہ عالم مثال مین ہین بلکہ ہر ذرہ کو ہر حرکت اور ہر سکون اور ہر تغیر اور
ہر قسم کی تبدیلی اول عالم مثال مین واقع ہوتی ہے اُسکے بعد عالم ظاہر مین اُسکا ظہور
ہوتا ہے جیسا کہ کل افعال مین اصل مقدم ہے اور عکس اُسکا تابع ہے انسان مین
بھی جملہ عوالم ہین چنانچہ ہر فعل کے ارادے کے بعد اُسکے متعلق جو خیالات [illegible] دل
مین پیدا ہوتے ہین اور انھین تصورات کے موافق ارادہ خارج مین ظہور پذیر ہوتا ہے
اُسیکو عالم مثالی کہنا چاہیے۔ مثلاً کوئی شخص کسی مشین کے بنانیکا ارادہ کرے تو جو شکل
مشین ارادے کے بعد وہ اپنے خیال مین متصور کریگا اُسی کے موافق اُس مشین کو
تیار کریگا۔ تو یہ خیالات متصورہ عوالم انسان مین عالم مثالی ہین اور اب اُسکی تحقیق

اس طرح ہوئی کہ اول ارادہ اُسکے ساتھ ہی علم بعد ان دونون کے خیالی تصویر پھر عملی فعل۔
اسی طرح جملہ کائنات پر عالم مثالی کو تقدم اور عالم مثالی پر جوہر مجرد عقلی کو اور اس جوہر پر ارادہ
باری تعالی کو سبقت و اولیت ہے۔ بلکہ اہل اللہ کا مقولہ ہے کہ انسانی خیال بھی عالم مثالی کا
ایسا حصہ ہے جیسے کسی دریا سے کوئی نہر نکالی گئی ہو۔ اور جسطرح وہ نہر ایک قسم کے لیے
دریا کا حکم رکھتی ہے اسیطرح انسان مین خیالی قوت عالم مثال ہے۔ کاملین اہل اللہ
اس مرتبہ پر پہنچ جاتے ہین کہ عالم مثال کا مشاہدہ کر سکتے ہین وہ ہر شئے کو مع تغیرات کے
اول عالم مثالی ہین دیکھ لیتے ہین اور بعض کہتے ہین کہ انسان کے عالم مثال سے اُس عالم مثال کا
دروازہ کھلا ہوا ہے اور وہ اپنے ہی عالم مثال مین اُس عالم مثال کو مشاہدہ کر لیتے ہین چنانچہ
جب سالک شغل لطیفہ سر مین کامل ہوتا ہے تو عالم مثالی مین پہونچ جاتا ہے اور لطیفہ سر کا
مقام دماغ ہے اسی وجہ سے اُس عالم بالا کے عالم مثال کو عالم مثال مطلق کہا ہے اور
انسان کے عالم خیال کو عالم مثالی مقید کہا ہے۔ اور یہ عالم مثالی مقید ہر انسان مین ہے کچھ حضرت
اہل اللہ پر موقوف نہین ہے کیونکہ قوت متخیلہ ہر انسان مین ہے لیکن ہمارے خیالات
باطل اور غلط ہوتے ہین مگر اہل اللہ کے خیالات حق ہوتے ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ قوت
متخیلہ خالص ہو تو کل خیالات صحیح ہونگے مگر اہل دنیا کی قوت متخیلہ مین باطل کا میل ہو جاتا ہے
اور اہل اللہ کے خیالات امور باطلہ سے علیحدہ رہتے ہین اس لیے اُنکی قوت متخیلہ آلائش سے
پاک ہوتی ہے اور اسکو ایک آئینہ فرض کرو تو آئینہ خالص کے یہ معنی ہونگے کہ اول گرد و غبار
سے پاک ہو دوسرے آئینہ دیکھنے والا آئینہ ہی کی طرف اُس شکل کو دیکھتا رہے جو اُسمین
جلوہ افگن ہے اگر آئینہ مکدر ہوا تو باوجود غور کوئی صورت نظر نہ آئیگی اور اگر صاف ہوا
اور توجہ اُسکے پیچھے یا ادھر ادھر ہوئی تو بھی شکل نظر نہ آئیگی اہل اللہ کا آئینہ خیال صاف
ہوتا ہے اور اُنکی توجہ اُسی طرف رہتی ہے اس لیے وہ مشاہدہ کر سکتے ہین اور جب
چاہتے ہین دیکھ لیا کرتے ہین مگر اول تو ہم لوگون کا آئینہ خیال مکدر ہے اسکے گرد و غبار جسقدر

امور ہین وہ سب معاصی ہین اور توجہ ہماری دنیا ومافیہا کی طرف رہتی ہے اس لیے
اگر ہمارا آئینہ خیال صاف بھی ہو تو بھی امر حق نظر نہ آئیگا بلکہ وہی باطل اور باطل غلط
تو ہمارے خیالات غلط اور باطل ہونگے ہم آیندہ کی بابت جو خیال کرینگے وہ باطل ہوگا
اور موجودہ وگذشتہ کی نسبت جو کچھ خیال ہین تجویز کرینگے وہ غلط نکلے گا۔ خاص معاصی
جنکی وجہ سے خیالات غلط اور باطل ہوتے ہین حسب ذیل ہین ماسوا اللہ سے محبت۔
جھوٹ کی عادت۔ نفس کی دنیوی خواہشین یعنی انہماک خواہشات دنیوی۔ اور جن افعال سے
خیالات کا آئینہ صاف وپاک ہوجاتا ہے وہ سب ہمنے اصول طریقت مین لکھدیے ہین۔
بعض لوگ ایسے ہین جو فطرۃً صحیح الخیال ہوتے ہین یعنے اُنکے خیال مین بہت کم بطلان اور
غلطی ہوتی ہے اسکے اسباب ووجوہ بہت ہین چند اُنمین سے بیان اسبکے جاتے ہین۔
اعتدال مزاج شخصی اور اعتدال مزاج دماغی یہ دو قسم کے اعتدال خصوصیت سے انسان کو
فطرۃً صحیح الخیال رکھتے ہین اگرچہ ان دونون مین اعتدال حقیقی محال ہے صرف پیغمبرون کیلیے
یہ دونون اعتدال مخصوص ہین مگر قریب بہ اعتدال دوسرے انسانون مین بھی ممکن ہے لہذا
ہم اسی قریبت اعتدال کو اعتدال کہینگے۔ اسکی مختصر تفصیل یہ ہے کہ جسکے اخلاط اربعہ مین
اعتدال ہوگا اُسکی ارواح نفسانی وطبیعی وحیوانی صحیح ہونگی اور جسکو اعتدال دماغی بھی
حاصل ہوگا یعنی جسکے دماغ کا مزاج معتدل ہوگا (کیونکہ ہر عضو رئیس کا مزاج علیحدہ ہے)
تو اُسکا دماغ اُن ارواح کے جوہر لطیف کو قبول کریگا اور ناقابل قبول کو حسب قاعدہ مسترد
کریگا اور جب یہ دونون باتین ہونگی تو نتیجہ اس جوہر لطیف وبے نقص سے یہ ہوگا کہ عقل صحیح
ہوگی اور جب عقل صحیح وسلیم ہوگی تو ہر قیاس وخیال کو سقل ہی پیدا کریگی اور جو شے محض عقل
کی طرف سے ہوگی وہ باطل وغلط نہوگی مگر جو لوگ معتدل المزاج نہین ہین اُنمین کوئی خلط
غالب ہوگی اور جو خلط غالب ہوگی بخارات مین اُسکے اجزا زیادہ ہونگے لہذا ارواح ثالث
اور کسی خاص کیفیت کو زیادہ تر لیے ہوے دماغ وغیرہ کی طرف روانہ ہونگے دماغ اُسکا

اثر لیگا اور اُس کیفیت غالبہ کا اثر بھی پیدا ہوگا لہذا جو کیفیت جس قوت سے متعلق ہے وہی
قوت بڑھیگی اور جب کوئی قوت بڑھی تو عقل مغلوب ہوئی اور وہ قوت غالب ہوئی بس خیالات مین
زیادہ حصہ اُسی قوت کا ہوگا محض خالص عقل خیال کی موجد و محرک نہوئی بلکہ وہ قوت جو عقل پر
غالب ہورہی ہے اور سوائے عقل کے ہر ایک قوت بمقابلہ عقل باطل ہے لہذا خیالات اُس
صاحب قوت کے باطل و غلط ہونگے۔ صاحب اعتدال کے یہان تمام قوتین مساوی درجہ مین
یا اُس مقدار پر جو جسکے لیے مناسب و موزون ہے۔ بخارات صحیح القوام اور ارواح معتدل
کی وجہ سے تیار ہوتی ہین اور ان تمام قوتون مین چونکہ کوئی ایک دوسرے پر غالب نہین بلکہ
مناسب مقدار پر ہر ایک ہے جسکو ہم مساوی درجہ کہہ سکتے ہین اس لیے عقل جو ان
قوتون کی ترکیب متناسبہ کی وجہ سے صحیح و سلیم ہوتی ہے وہ غالب ہوکر ہر امر مین شریک
غالب رہتی ہے اور خیالات صحیح و صاف اور حق ہوتے ہین مثلاً کسیکا مزاج دموی ہے
تو وہ معتدل نہین خلط دم زیادہ ہے لہذا بخارات مین اجزاے دم زیادہ شریک ہونگے
اس لیے ارواح مین حرارت زیادہ ہوگی اور ان ارواح حارہ غیر معتدلہ سے جس قوت کو
زیادہ مدد یا ایجاد یا تجدید یا تحریک یا توسیع ہوگی وہ قوت غضبیہ ہوگی تو اس دموی مزاج مین
غصہ یا جوش یا مادہ تہور اعتدال سے زیادہ ہوکر عقل کو مغلوب کریگا اور خیالات مین اسی
قوت غضبیہ کا تصرف ہوگا اور بمقابلہ عقل یہ قوت غالبہ باطل ہے لہذا خیالات بھی باطل
ہونگے اور غلط ہونگے بادی النظر مین خیالات کو غلطی کا باعث محسوس نہین ہوتا مگر اصل وجہ
یہی ہوتی ہے۔ اور اہل اللہ چونکہ تمام قوتون کو مغلوب کردیتے ہین خواہ اُنکا مزاج شخصی دماغی
غیر معتدل ہو انکی وجہ سے کوئی قوت کیسی ہی شدت سے کیون نہ غالب کرے لہذا روح
جو دماغ مین بسبب اپنے ظرف کے عقل کہلاتی ہے اور قلب بسبب اپنے ظرف کے
نور کہلاتی ہے تمام قوتون کو مغلوب کردیتی ہے اور اسکو وہ مختلف تدبیرون سے غالب
واقوی کردیتے ہین اور باقی تمام قوی کے راستہ تک کو مسدود کردیتے ہین کیونکہ یہ اصول ہے کہ

جس شئے کا صرفہ کم ہوتا ہے وہ کم پیدا ہوتی ہے یہانتک کہ پیدائش موقوف ہو جاتی ہے۔
اور اہل اللہ کے وہ اصول جو ہمنے باب طریقت کے فصل ۳ مین بیان کیے ہین اور وہ
فروع جو تزکیۂ نفس کی فصل مین درج ہین یہ سب انھین حکیمانہ اصول پر ہین اگر ان سب اصول
و فروع کا فلسفہ بیان کیا جائے تو علحدہ ایک کتاب ہو مگر مثلاً ایک بات تو یہ لکھدی کہ اہل اللہ کا
مزاج گو معتدل نہو مگر تمام قوتون کا صرفہ کم ہونیکی وجہ سے پیدائش بھی کم ہو جاتی ہے دوسری بات
یہ بھی ہے کہ مثلاً روزہ بہت رکھتے ہین اور غذا کم کھاتے ہین تو تمام قوتین کمزور بھی ہوتی ہین
اور پیدائش بھی کم ہوتی ہے کیونکہ جب کمی غذا سے اخلاط کم ہونگے تو ارواح نفسانی وغیرہ
بھی کم ہونگی اور انکی کمی سے قوتون مین بھی کمی ہوگی لہذا روح کو غلبہ حاصل کرنیکا موقع ملیگا
کیونکہ جسم سے تو روح بنتی نہین لامحالہ وہ غالب پڑیگی اسیطرح مثل صوم کے تمام اصول و
فروع طریقت حکیمانہ ہین اور پورا اثر رکھتی ہین۔

فصل ۱۴
حقیقت عالم حیرت

عالم حیرت کوئی خاص مقام نہین بلکہ سالک کو جس مقام پر حیرت طاری ہو جائے
وہ داخل عالم حیرت ہو جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ عالم کے دو معنی ہین ایک تو
دنیا یعنی جیسے دنیا ہے ویسے ہی کوئی مقام آبادی کا۔ دوسرے معنی حالت کے ہین مثلاً کوئی
خاص حالت کسی پر طاری ہو جائے تو یہ کہا جائے کہ فلان شخص کا اسوقت عجیب عالم ہے
تو بعض عالم تو آباد مثل دنیا کے ہین اور بعض حالتین ہین چنانچہ عالم حیرت ایک حالت کا
نام ہے یہ حالت جس پر طاری ہو جائے اُسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ عالم حیرت مین ہے
چنانچہ جسقدر مجذوب ہین سب عالم حیرت مین غرق ہین اور تمام مجذوب ایک درجہ ایک ہی منزل
اور ایک مقام پر نہین بلکہ مختلف مقامات پر ہین کوئی مبتدی ہے اور ابتدا کے منازل مین سے
کسی منزل پر ہے اور کوئی منتہی ہے مثلاً کوئی شخص داخل طریقت ہوتے ہی پہلے مشاہدہ پر
تحمل نہ کر سکا اور اسقدر ظرف نہ رکھتا تھا کہ ضبط کر سکتا اور مجذوب ہو گیا وہ سب مجذوبون مین
ادنے مقام پر ہے لیکن کوئی مجذوب کہین کوئی منتہی ہے اور وہ کامل آخر مین جا کے مجذوب ہوگیا

تو وہ کامل ہے - عالم حیرت ایک ایسا عالم ہے کہ جب تک اُسمین درویش رہتا ہے اُسوقت تک
ترقی نہین ہوسکتی اور نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے نہ آگے بڑھ سکتا ہے اُسی مقام پر رہتا ہے
البتہ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ جو لوگ دفعتہً مجذوب ہو گئے ہین وہ یا تو خود بخود ایک عرصہ
دراز کے بعد رفتہ رفتہ اپنی اصلی حالت پر آ گئے ہین یا اُنکے مرشد نے اُنھین بکوشش تمام
درست کیا ہے اور بعض ایسے مجذوب ہو گئے کہ پھر کبھی ہوش مین نہین آ سکتے -
لیکن منتہی جب مجذوب ہو جاتے ہین تو پھر سالک نہین ہوتے اور مبتدی اکثر درست
ہو جاتے ہین - دراصل عالم حیرت ایک عارضہ کمظرفی ہے یعنی جسکا ظرف متحمل نہین ہوسکتا
وہ بالکل بے حواس ہو جاتا ہے عقل متحیر ہو کر مغلوب ہو جاتی ہے اور دنیا و ما فیہا سے
بے خبر ہو جاتا ہے - مجذوبون کے مختلف درجے ہوتے ہین ایک تو وہ درجے ہین جو کہ منازل
و مقامات سے تعلق نہین انکو ہم اوپر بیان کر آئے ہین لیکن یہان اُن درجون سے بحث
ہے جو کہ جذب کی اختلافات ہین مثلاً کوئی مجذوب نہایت سخت مجذوب ہے اور کوئی اوس سے کم کوئی اوس سے
کم پس چنانچہ جسکو کم درجہ کا جذب ہے وہ کبھی کسی وقت ہوش و حواس مین ہو جاتے ہین اور جو
اُس سے زیادہ مجذوب ہے وہ کبھی کسی روز علی ہذا القیاس - چنانچہ اعلیٰ درجہ کے بعض سخت
مجذوب تمام عمر ہوش مین نہین آتے اور ادنیٰ درجہ کے ایک زمانہ کے بعد ہوش مین آجاتے
ہین ہر ایک مجذوب ہمیشہ اُسی مقام کی کہتا ہے جہان وہ موجود ہے دوسرے مقام سے
اُسے کوئی تعلق نہین کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کم درجہ کا مجذوب جب کسی اعلیٰ درجہ کے
سالک کے سامنے آتا ہے تو اُسوقت ہوش مین آجاتا ہے - اور جب کبھی مجذوب کو
غصہ آجاتا ہے تو جو کوئی سامنے ہوتا ہے اُسکو بددعا کرنے لگتا ہے اسی لیے آنحضرتؐ
[illegible]نعت ہے کہ مجذوبون کی ملاقات کو کوئی نہ جایا کرے - بہت لوگ مجنون ایسے
ہوتے ہین کہ اُنپر لوگون کو مجذوبیت کا شبہہ ہوتا ہے اصل پہچان تو اُنھین لوگون کو ہے
جو کہ صاحب باطن ہین مگر علاوہ درویشون کے بعض عقلمند لوگ پہچان لیتے ہین کیونکہ مجذوبین

ایک خاص کیفیت ہوتی ہے اور وہ کیفیت اگرچہ تمام وکمال بیان مین نہین آسکتی مگر اسقدر ضرور کہا جاسکتا ہے کہ چہرے پر ایک اطمینان ظاہر ہوتا ہے اور مجنون کے چہرے سے وحشت برستی ہے اور دیکھنے والے کو بھیانک معلوم ہوتا ہے اور مجذوب ومجنون کی آنکھون مین بھی فرق ہوتا ہے مجذوب کی آنکھون پر یا تو رعب ہوتا ہے یا دلکشی ہوتی ہے اور مجنون کی آنکھین بے رونق اور وحشتناک ہوتی ہین لیکن یہ فرق اُن مجذوبین مین ہوتا ہے جو کہ اعلیٰ مرتبہ پر جا کے مجذوب ہوتے ہین۔ مبتدی اور مجنون مین بھی فرق ضرور ہوتا ہے لیکن کم ہوتا ہے اسقدر باریک کہ بمشکل سمجھ مین آتا ہے بعض لوگون کی یہ شامت ہوتی ہے کہ وہ دنیا کمانے اور اپنے کو پجوانے کے لیے مجذوب بنے پھرتے ہین اسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ بالکل مخبوط الحواس اور سڑی ہو جاتے ہین۔ بقیہ حالات جذب فصل سلوک و جذب مین اوپر گذر چکے۔

فصل ۱۵ حقیقت عالم ارواح

عالم ارواح ایک مقام اور ایک دنیا ہے روحون کی وہان وہ تمام روحین رہتی ہین جو کہ قالب مین آتی ہین عالم جسم سے پہلے خدا نے روحون کو پیدا کیا اور ہر ایک روح کے لیے ایک جسم معین کر دیا اور اُسکا وقت بھی مقرر کر دیا ہے کہ فلان وقت فلان والدین سے جو لڑکا پیدا ہوگا اُسکے قالب مین فلان روح جائیگی وہ روح اپنے قالب کی تیاری تک اُسی عالم ارواح مین رہتی ہے اور جب وہ قالب بطن مادر مین تیار ہو جاتا ہے تو داخل ہوتی ہے پھر انسان عالم اسباب مین اُن افعال واعمال مین مشغول ہوتا ہے جو کہ اُسکے لیے مناسب ہین چنانچہ اگر اُسمین مادہ جلالی ہے تو افعال جلالی کرتا ہے اور نتیجہ بھی اُسکا جلالی ہوتا ہے اور اگر مادہ جمالی ہوتا ہے تو افعال بھی جمالی کرتا ہے اور انجام بھی جمالی ہوتا ہے ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہین کہ انجام جلالی جہنم اور دوری ہے اور نتیجہ جمالی جنت اور قربت وخوشنودی ہے تو جب انسان کو موت آجاتی ہے اسکے علاوہ روح اپنے عالم ارواح مین واپس نہین جاتی بلکہ اگر وہ جلالی

ہوتی ہے تو عذاب و تکلیف کے مقام پر اور خدائے تعالیٰ سے دور رہتی ہے اور اگر جمالی ہوتی ہے تو دیدار الٰہی اور قربت سے مشرف رہتی ہے اس عالم ارواح مین اُسیوقت تک روح رہتی ہے جب تک اُسکا قالب تیار نہین ہوتا چنانچہ جسوقت عالم ارواح آباد ہوگا تو خدائے تعالیٰ نے فرمایا الست بربکم جن ارواح نے بلیٰ کہا اُنکا مادہ جمالی سمجھا گیا اور جنھون نے خاموشی اختیار کی اور تامل کیا وہ جلالی تصور کی گئین اُسوقت خدائے تعالیٰ نے اُنکو ہان نہین کہنیکا اختیار دیدیا تھا ایسا نہین کہ خدا نے بعض کو اپنی قوت سے خاموش کر دیا اور بعض سے بلیٰ کہلوا دیا اور نہ ایسا کامل اختیار کسی روح کو تھا کہ جو چاہے وہ کرے ایک درمیانی حالت ارواح کی تھی جسکو درمیانی جبر و اختیار کہنا چاہیے کیونکہ نہ تو ایسا کامل اختیار روحون کو تھا جس سے خدا کو مجبوری لازم آئے اور نہ ایسی مجبوری تھی جس سے روحونکی بالکل مجبوری اور انسان کی بیگناہی ثابت ہو ان دونون کے درمیانی حالت تھی اور یہی مذہب اہلسنت وجماعت کا ہے اور یہی صوفیان تشرع کا اصول ہے اور یہ حالت بین الجبر والاختیار کوئی خلاف قیاس امر نہین کیونکہ اگر انسان غور کرے تو اُسکو زندگی مین صدہا تجربہ ایسے واقعات درپیش ہوتے ہونگے جنمین اُسکو نہ تو کامل اختیار رہوتا ہوگا اور نہ بالکل مجبوری اس لیئے یہ خلاف عقل و واقعہ امر نہین کہ ناممکن ہو۔ اور اس سے زیادہ اسمین گنجائش گفتگو نہین حقیقت اس عالم کی یہ ہے کہ صفات خدائے تعالیٰ جنمین بعض جلالی اور بعض جمالی ہین اُنکے مظاہر دو قسم کے ہوے ایک جسمانی ایک روحانی۔ روحانی مظاہر اسی عالم ارواح مین رکھے گئے اور جسمانی مظاہر علاوہ اس عالم کے دیگر مقامات پر چنانچہ جسمانی مظاہر عالم بالا مین بھی ہین مگر وہ مقام جو عالم ارواح کا ہے ان تمام عالمون سے بالا ہے جسمین اجسام ہین۔ اُن ارواح کے لیے ایک باطنی اور حکمی احاطہ ہے جسکے باہر وہ اپنے وقت معینہ سے پہلے نہین نکل سکتین عالم ارواح مین کوئی مجسم شئے نہین اور نہ اُسکے حدود مجسم ہین اور وہ ارواح جو کم ہو رہی ہین زیادہ نہین ہوتین کیونکہ جسقدر کہ قالب مین آتی جاتی ہین اُسقدر وہ کم ہوتی

ہوتی جاتی ہین اور ابتدا مین سب ایک دم سے مخلوق ہوئی تھین اُسکے ایک عرصہ
دراز کے بعد دنیا خلق ہوئی اور قیامت مین وہ مقام خالی ہوجاویگا۔

فصل ۱۶ حقیقت روح

روح کی بابت کامل غور و تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ روح کا اطلاق
کئی چیزون پر ہے اور اسی لیے روح کی حقیقت سمجھنے مین سخت دقت
واقع ہوگئی ہے اور عجب نہین کہ جسم انسان مین جو شخص جس چیز کو لطیف سمجھتا ہو اُسی کو وہ
روح سمجھتا ہو اور چونکہ انسان مین کئی چیزین لطیف ہین اسوجہ سے مختلف و متعدد
چیزون کا نام روح ہوگیا چند لفظون مین تو ہم اُن تمام ارواح کی تعریف کیے دیتے ہین
جو علاوہ اصلی روح کے ہے اور باقی بحث روح اصلی کی حقیقت مین ہوگی۔

بعض لوگون نے عقل کو روح سمجھا ہے اور اسی کو نفس ناطقہ بھی کہتے ہین اور یہ وہ لوگ
ہین جو کہ فلسفی اور اہل حکمت کہلاتے ہین ایک گروہ نے روح جان کو سمجھا ہے ایک نے
جو کہ اطبا ہین بخارات دل و جگر و دماغ کو ارواح کہا ہے ایک طبقہ نے حس و حرکت کو روح
کہا ہے ایک کا مقولہ ہے کہ انسان مین قوت مقناطیسی رہتی ہے وہ روح ہے
مگر درحقیقت انھین سے کوئی شئے وہ روح نہین ہے جسکی نسبت نفخت فیہ من روحی
اور قل الروح من امر ربی ارشاد ہوا ہے۔ اُسوقت جبکہ یہ ارشاد ہوا ہے اہل عرب کا
دماغ اس قابل نہ تھا کہ ایسی نازک اور پوشیدہ شئے کی حقیقت سے واقف ہو جاتے
لہذا یہ جواب دیدیا گیا کہ حکم رب ہے لہذا اس سے یہ ظاہر نہین ہوتا کہ خدا تعالےٰ
روح کی حقیقت بیان نکرسکا۔ روح کی حقیقت بیان کرنے کے لیے وہ زبان و دل چاہیے
جو کہ عالم حقیقت مین ہوتی ہے اس دنیا کی زبان و دل سمجھنے اور بیان کرنیکو کافی نہین
کیونکہ روح عالم باطن کا ایک اصلی عنصر ہے اور عالم باطن کے افہام و تفہیم کے لیے
ظاہری و جسمانی اشیا بیکار ہین مگر جو کچھ ہوسکتا ہے وہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ روح کی
اضافت جو باری تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ روح خدا کی

روح ہے اور خدا چونکہ جسم نہین لہذا یہ ماننا پڑیگا کہ روح وہ خود یا کم از کم اُسکا نور ہے
اس امر کے ماننے مین کہ روح خدا کا نور ہے کوئی عقلی یا نقلی نقص بھی نہین لازم آتا اب
رہا یہ امر کہ نور کی تبدیلی روح مین کیونکر ہوئی اور روح و نور مین کیا فرق ہے اسکا فیصلہ
چند مثالون سے ہو سکتا ہے جس طرح خون انسان جب کسی دوسرے غدود مین آتا ہے
تو اُسکے نام اور ہیئت مین تبدیلی ہو جاتی ہے ہیئت مین تبدیلی اس لیے ہو جاتی ہے
کہ غدود اپنے مادے کی وجہ سے یہ خاصہ رکھتا ہے کہ جب اُسمین خون آئے تو اُسکی ہیئت
اُس غدود کے مادے کی شرکت سے بدل جائے اور نام امتیاز کے لیے بدل دیا جاتا ہے
چنانچہ خون عورت جب پستان مین آتا ہے تو اُسکا رنگ سفید ہو جاتا ہے اور نام دودھ
ہو جاتا ہے اسی طرح تمام اشیا کا خاصہ ہے کہ ظرف کے مناسب اور اُسکے مادے کے
موافق ہیئت مین تبدیلی ہو جاتی ہے یہی حال نور خدا کا ہے کہ جب وہ انسان کے قالب
مین داخل کیا گیا تو برعایت قالب اُسکا نام روح رکھا گیا اور وہ اول قالب آدم مین
پھونکی گئی پھر وہ باطنا ہر انسان کے قالب مین پہونچی درحقیقت وہ نور الٰہی ہے اور تمام خلقت سے
مقدم اور جملہ صفات باری تعالیٰ کی طرح ہمہ صفت موصوف ہے لیکن اُن صفات کا اظہار عضا
انسان سے وقتاً فوقتاً ہوتا ہے جسقدر اسماء باری تعالیٰ ہین اُن سب کے مفہوم اس نور کے بھی
صفات ہین اور یہ نور دیگر موجودات مین نہین بلکہ صرف انسان کے لیے مخصوص ہے بلکہ
اس نور مین جملہ صفات جلالی و جمالی موجود ہین بخلاف فرشتون کے کہ وہ جامع صفات
نہین فرداً فرداً ایک ایک یا دو دو صفات کے مظہر ہین اس جامعیت صفاتی اور نور
احدیت ذاتی کے وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلایا تو اس نور کی ذات وہی ذات
[illegible] ذات باری تعالیٰ اور صفات وہی سب صفات ہین جو اسماء حسنیٰ علی ہین [illegible] اور
دیگر کیفیات اُنکی مختصر شرح یہ ہے کہ اسکا خاص مسکن قلب ہے اور اسکے دو دروازے
سب سے بڑے آنکھ اور دل ہین [illegible] اسکی شعاعین تمام جسم کے ہر رگ و ریشہ مین

موجود ہین اسکی مدد کے لیے عقل سلیم دی گئی ہے اور اسکا مقابلہ کرنے کیواسطے نفس امارہ
بھی انسان مین رکھا گیا ہے اور نفس امارہ کی اعانت کے لیے عقل فساد دی گئی ہے
اور قوت مدرکہ ایک فیصلہ کن قوت عنایت ہوئی ہے جو کہ ہر ایک امر کی تحقیقات کرکے
روح کو یا نفس کو تنبیہ کرتی ہے نفس لوامہ اس روح کا وکیل ہے جو کہ انسان کو برے
کامون کے بعد خفیف اور نادم کرتا رہتا ہے تاکہ آیندہ اس سے پرہیز رکھے اور تمام
نفسانی خواہشین نفس کو لالچ دینے کے لیے ہین قوت متخیلہ تصورات اور خیالات اور
حافظہ یاد داشت کیواسطے تفویض ہوا ہے علی ہذا القیاس تمام قوتین روح و نفس دونو
مشترک ہین کیونکہ سواے عقل سلیم اور نفس لوامہ کے وہ خاص ارکین روح ہین اور
علاوہ عقل فساد کے کہ وہ وزیر خاص نفس امارہ ہے باقی جتنی قوتین ہین سب کی سب
روح و نفس دونون کی یکسان ماتحت ہین روح کو بھی اُسیقدر اختیار ہر قوت پر ہے
جیسا کہ نفس کو اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ اس نور مطلق کے دو حصے جو انسان مین آگئے
ہو جاتے ہین ایک حصہ محض جمالی ہے اور دوسرا صرف جلالی حصہ جمالی کو روح کے
نام سے حسب سابق مشہور کیا اور حصہ جلالی کو امتیاز کے لیے نفس امارہ کے نام سے
پکارا تو یہ دونون نفوس یعنی روح و نفس امارہ بالذات برابر ہین اور بالصفات روح کا
پلہ بھاری ہے کیونکہ صفات جمالی تعداد مین زیادہ ہین دوسرے روح کو ہوشیار کرتے
رہنے کے لیے خدا اور نبیون اور ناصحون کی طرف سے برابر تنبیہین ہوتی رہتی ہین اور
علاوہ اسکے بہت ذرائع روح کی طرفداری مین منجانب خدا و رسول و حکما موجود ہین
اور ہمیشہ رہے جس زمانہ مین ذرا کمی ہوگئی تو کوئی حکیم یا نبی پیدا کر دیا گیا جو کہ مظہر کامل
جمالی کی صفت رکھتا ہے تاکہ اپنے افعال و اقوال سے لوگون کو اپنی طرف متوجہ
مگر چونکہ خدا منصف ہے اس لیے اُسنے ان وجوہ سے نفس امارہ کو بالکل مغلوب نہین
کر دیا بلکہ ایسی خواہشین اور ضرورتین اور محبتین اور بعض قوتین انسان مین پیدا کر دین

کہ وہ نفس کو اپنا ظرف بنالین گویا یہ تمام چیزین نفس کی فوج ہوگئین اسلیے نفس بھی روح سے
کچھ زیادہ پایہ کمی کا نہین رکھتا تو اب فطرتاً دونون کی قوت قریب قریب ہے چند مثالون سے
اس بیان کی تشریح کچھ زیادہ واضح ہوجائیگی مثلاً انسان کو معدہ دیا اور معدہ کو بھوک کی
خواہش یا اعضای نسل کو قوت جماع دیگئی تو یہ قوتین جب ہوش پر ہوتی ہین نفس کو اپنا طرفدار
بنانا چاہتی ہین اور گویا نفس کی فوج مین یہ دونون بڑے سردار ہین انکی خواہشین پوری کرنے
کیلیے وہ امارہ ہوجاتا ہے اور عقل بد نہاد سے مشورہ لیکر ان خواہشون کو پورا کرنا چاہتا ہے
عقل سلیم بہت مشورون کی رد کرتی ہی اور صرف جائز طریقہ ان خواہشات کی پوری کرنے
کیلیے بتاتی ہی تاکہ اوسکے بادشاہ یعنی روح کو ضرر نہ پہونچے اور مغلوبیت نہو۔ تو روح علاوہ
عقل سلیم کے اقوال و افعال انبیا اور احکام خدا سے مدد لیکر غالب ہونا چاہتی ہے اور نفس امارہ
اپنی فوج کی شراکت سے غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے جو لوگ صاحب شریعت ہین وہ جائز
طریقون پر عمل کرتے ہین اور نور جانی کو برقرار رکھتے ہین اور جو لوگ خلاف شریعت ہین وہ اسکی
پروا نہین کرتے اور لذات موجودہ کو بہتر سمجھتے ہین روح باعتبار لوہیت ذات کے مظہر ہے
جسطرح اجسام صفات کے مظاہر ہین کیونکہ روح ہرشی کی قوت ہر قوت کی جان ہر حرکت
کی محرک ہر سکون کی مسکن ہے اور ہر ایک فعل و ارادہ اوسی پر موقوف ہے اسلیے روح مظہر ذات
ہی اور اجسام مظہر صفات ہین اور چونکہ ہرشی مین روح و قالب دونون ضرور ہین اسلیے ہرشی مین
ظہور ذات و صفت دونون ہین اور یہ بیان اوس روح کا ہے جو کہ روح مطلق ہے کسی قید سے
مقید نہین لیکن روح انسانی وہی روح مطلق ہی حقیقتہً کیونکہ جسطرح عالم کبیر مین روح مطلق
ساری ہی اوسیطرح عالم صغیر مین روح انسانی یہی مرتبہ رکھتی ہی گویا عالم کبیر مین روح اعظم
ساری ہی اور عالم صغیر انسانی مین روح انسانی ۔ اور جتنے اقسام روح اعظم کے ہین اوتنے ہی
اقسام ارواح انسانی کے ہین چنانچہ بعض اونمین سے بیان مین آتے ہین عقل یا نفس ناطقہ
نفس امارہ نفس لوامہ نفس مطمئنہ اور جسطرح مظاہر روح اعظم عالم کبیر مین عقل اول نفس سے

لوح وقلم وغیرہ ہین اسیطرح انسانی روح کے مظاہر ومقامات جسم انسان ہین سر خفی اخفی
قلب۔ فواد۔ صدر۔ وغیرہ ہین روح ہین دو کیفیتین ہین ایک یہ کہ وہ مجرد ومطلق بلا قید اور
بسیط اور لا تجزی ہے لہذا ان کیفیتون کے لحاظ سے وہ جسم کی غیر ہے دوسری کیفیت یہ ہے
کہ وہ جسم مین صاحب تصرف اور مدبر بدن ہے اور جسد مین اوسکے مقامات بظاہر
معین ہین اور ہر مقام مین وہ بظاہر مقید ومحدود ہے اور ظاہر امتغیر ہے اسوجہ سے وہ
عین جسم ہے اور جب حقائق کے باطن در باطن کے بہت گہری تہون کے اندر اہل حقیقت
پہونچتے ہین تو جسم کو عین روح دیکھتے ہین اور اسیوجہ سے وہ ہر جسم کے اوس پار یا ہر جسم کے
اندر کی چیزون کو اوسیطرح دیکھتے ہین جسطرح جسم کے اوپر کی سطح کو اور وہ یہ بھی دیکھتے ہین
کہ روح نے مختلف شکلین اختیار کی ہین چنانچہ عالم ظاہر مین جو شکل اختیار کی ہے اوسکا نام
جسم ہے اور عالم باطن انسان مین جو صورت اختیار کی ہے وہ تمام قوتین اور حواس اور
ارواح حیوانی وطبیعی ونفسانی وغیرہ ہین
مادی ہین اور جسم کے ہر ذرہ مین روح ہے اسیوجہ سے آپس مین کشش ہے کیونکہ قوت
جذب سوائے روح کے اور کسی چیز مین نہین چنانچہ عشق وحسن روح ہی ہے ؎
روح مطلق کے بقدرت سے دو حصہ ہوی   اک بنا حسن ازل اک عشق کامل ہو گیا
مفصل بیان وثبوت عشق وحسن کے روح ہونیکا اپنی اپنی فصلون مین آئیگا۔
روح فی نفسہ ایک ہی شئے ہے جسکی صفات اوپر بیان ہوے مگر اسکے مادے اور قالب کی
رعایت سے روح پر بھی اثر پڑتا ہے جسطرح کوئی گورے رنگ کا آدمی کاجل کی کوٹھری مین
جاکر کالا ہو جائے اور بالکل میلا کچیلا حمام مین سے نکلے اسیطرح مادے کی وجہ سے روح بھی
آلودہ ہوتی ہے اور جبکہ روح بالذات لطیف وطاہر ہے تو اوسکو خبیث وکثیف مادے سے
ضرور تکلیف ہوگی ؏ روح را صحبت ناجنس عذابی ست الیم + اور ان کثافتون کے
نہونے سے اوسکو اپنی اصل یعنی ذات سے دوری ہو جائیگی اور یہ دوری بھی مکلف ہوگی ۔

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش	باز جوید روزگار وصل خویش

روح کے لیے کثافتین خواہشات نفسانی وحیوانی ہین کیونکہ انسان مین مادہ روح حیوانی
بھی موجود ہے اور روح حیوانی سے ہماری مراد وہ روح ہے جو کہ خواہشات حیوانی یعنی
افعال وخواص ہین بدون شرکت عقلی آلودہ ہو اور جب تک یہ روح حیوانی روح انسانی
سے منفرد رہیگی اوسوقت تک روح مطلق پر برا اثر نہوگا لیکن جب حیوانیت کا غلبہ
ہوجائیگا تو اوس روح کو نفس امارہ کہین گے اور جب روح انسانی کسی فعل حیوانی کے
تاثیر کا ادراک کریگی تو اس روح مدرکہ کو نفس لوامہ کہین گے اور جب روح انسانی کو تمام
قوی اور جذبات نفسانی پر تسلط واطمینان حاصل ہوجائیگا تو اوسکو نفس مطمئنہ کہین گے
اس امر کا امتیاز کہ کونسا فعل کس روح کا ہے بہت مشکل ہے اور سوائے اہل کشف و
مشاہدہ واہل باطن واہل حقیقت کے کوئی اور نہین سمجھ سکتا کیونکہ بعض کیفیات روحانی
ونفسانی وحیوانی بحسب ظاہر اسقدر متحد الصورت ہین کہ اونکے مخرج ومحرک کا پتہ نہین چلتا
بلکہ التباس ہوجاتا ہے مثلاً تین آدمی ایک ہی عمر اور قریب قریب صورت کے اس
صفت مین متحد ہین کہ تینون آدمیون کی آنکھین حسین ودلکش اور مست ومخمور ہورہی ہین
اور بظاہر تینون آدمیون کی آنکھین یکسان جذب وکشش اور خوبیان رکھتی ہین لیکن
ایک شخص صاحب باطن اور نشہ عرفان مین مست وشاہد حقیقی کا منظور نظر اور مظہر حسن
حقیقی یا عشق حقیقی ہے اسلیے اوسکی آنکھون مین یہ کیفیتین ہین دوسرا عالم شباب کے نشہ مین
چور اور مخمور ہورہا ہے اوسکی اعتدال مزاجی اور کمال صحت نے اوس مین یہ حسن پیدا کیا ہے
تیسرا خواہش نفسانی مین تھوڑی دیر کے لیے مستغرق اور مدہوش ہے اور اوسکی آنکھون مین
[illegible] مستی اور نشہ شہوت سے معمور ہے تو پہلے شخص مین روح انسانی غالب ہے دوسرے مین
روح حیوانی تیسرے مین روح نفسانی یعنی نفس امارہ غالب ہے لیکن کیفیت وتاثیر
ظاہری ایک ہی ہین ہے باطن مین فرق ہے اور فرق باطنی صرف اہل اللہ دیکھ سکتے ہین

اور وہی سمجھ سکتے ہین مگر بعض اصول ایسے ہین جسکے ذریعہ سے علاوہ اہل اللہ کے اہل دنیا بھی
حقیقت بعض احوال معلوم کرسکتے ہین بشرطیکہ عقل سلیم رکھتے اور فطرۃ لطیف طبع ہون مثلاً
یہ کلیہ مسلم ہے کہ ہر جنس اپنے جنس کو کھینچتی ہے اور ہر شئ اپنے اصل کی طرف رجوع ہوتی ہے
تو جسکی روح لطیف و پاک ہے اوسکے قلب پر جسقدر صاحب روح انسانی کا اثر ہوگا اسقدر
کسی دوسری شئ کا نہوگا اور اسیطرح جتنا اثر روح حیوانی کا نوجوانون پر ہوتا ہے جنکی روح
حیوانی اپنی حدکمال پر ہوتی ہے اوسقدر کمسنون یا ضعیفون پر نہوگا اور نفس امارہ جو کہ ذات اہل
نفسانی ہے یعنی اوسکی روح خواہشات نفسانی مین آلودہ ہے جس شخص مین حدکمال پر ہوتا ہے
اوسکا اثر اوسی پر زیادہ ہوتا ہے جسمین خواہشات نفسانی یعنی نفس امارہ غالب ہے اور یہ فرق
ظاہر ہے بعض امور ایسے ہین کہ وہ بہت باریک ہین اور عالم باطن سے متعلق ہین اونکا علم
صرف اہل اللہ کو ہوتا ہے اور بعض معاملات روحانی ایسے ہین جو کہ جذب کشش مین ایک
عجیب وغریب اثر رکھتے ہین زیادتی اثر اور کمال قوت صرف روح مطلق کو حاصل ہے یعنی
روح انسانی کو جو کہ ہر خباثت نفسانی سے پاک ہے چنانچہ جسکی روح صاف و پاک ہے اور صاحب
نسبت ہے اوسکو اسقدر قوت ہے کہ اگر تمام ہندوستان کے انجن ایک دوسرے سے
جوڑ دیے جائین اور پورا اسٹیم ہر ایک مین ہو تو بھی ایک انسان جو کہ صاحب نسبت ہو اوسکے
مقابل مین اتنی بھی طاقت نہین رکھتے کہ ایک انچ بھر بھی اپنی جگہہ سے حرکت کرجائین خواہ کتنی ہی
طاقت انجمین اسٹیم کی بھری ہو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ روح جو انجن مین ہے روح حیوانی ہے
کیونکہ عناصر کی ترکیب سے پیدا کی گئی ہے اور یہ روح جو کہ انسان صاحب نسبت مین ہے
روح اعظم ہے تو ظاہر ہے کہ روح اعظم جو اٹھارہ ہزار عالم کی جان اور محرک ہے وہ قوی تر ہوگی
یا وہ روح حیوانی جو کہ تھوڑی سی آگ اور تھوڑے سے پانی سے پیدا کی گئی ہے اور اسقدر
محدود و قلیل المقدار ہے کہ جیسے آفتاب کے مقابل مین ذرہ۔ تو قوتین دو طرح کی ہوتی ہین
مجذوب و سالک اور یہ دونون قوتین اپنی پوری مقدار سے روح انسانی مین موجود ہین

اور روح اعظم کی بھی تین قوتین عالم مین موجود ہین - جذب ایسی قوت ہے جیسے مقناطیس ہے اور اسکو کہربائی بھی کہتے ہین یہ اگر روح مین نہو تو دو ذرون کا آپسمین اتصال ہو اور نہ تحریک وارادت ہو - دوسری قوت مسک یعنی جگہ پر ٹھہرنا اور یہ ایک طرح کی خودداری ہے چنانچہ قوت جذب ومسک کے اتصال سے حرکت پیدا ہوتی ہے اگر صرف قوت مسک روح مین ہوتی تو ہر شے اپنی جگہ پر ساکن رہتی متحرک نہوتی اور اگر صرف قوت جذب ہوتی تو صرف حرکت رہتی سکون نہوتا اور تخلیق اشیا مین وسعت نہوتی لہذا قوت ماسکہ و قوت جاذبہ روح مین دونون ہین اور یہی دونون قوتین تمام قسم کی ارواح مین موجود ہین جنکا فرق ہم اوپر بیان کر چکے ہین -

فصل ۱۹ عالم ہو

عالم ہو درحقیقت عالم ذات ہے اور اسکا نام ہو اسلیے رکھا گیا کہ ضمیر ہو راجع ذات کی طرف ہے اور ذات وہ ذات ہے کہ جسکے لیے کوئی اسم نہ لایا جاسکتا تھا بلکہ اوسکی نسبت یہ فرمایا گیا ہے کہ لیس کمثلہ شئی تو لامحالہ ضمیر کی ضرورت ہے تاکہ ضمیر اوسکی طرف اشارہ کرے اور وہ عالم ذات ماسوای مخلوقات ہے اور چونکہ الفاظ بھی مخلوق ہین اسوجہ سے اوسکا بیان مخلوقات کے ذریعہ سے نہین ہوسکتا اور جو کوئی اوسکی حقیقت بیان کرے وہ غلط ہوگی کیونکہ بیان الفاظ سے متعلق ہے اور الفاظ مخلوقات و موضوعات ہوتے ہین تو عالم ہو یا عالم ذات کی حقیقت متعلق بیان سے نہین بلکہ مشاہدہ سے ہے اور مشاہدہ بھی ایک ایسی چیز ہے کہ اسکی کوئی انتہا نہین اہل اللہ کاملین کو وہ مشاہدہ ہوتا ہے جو اوسکی حقیقت کے اسقدر قریب ہوتا ہے کہ جسقدر قربت ممکن ہے مگر متوسطین کو صفات کا مشاہدہ ہوتا ہے اور صفات ہین وہ ذات کا مشاہدہ کرتے ہین اور کاملین اعلی ذات کا مشاہدہ اول کر لیتے ہین جیسا کہ حضرت صدیق اکبر فرماتے ہین کہ مین کوئی شئی نہین دیکھتا ہون مگر اول خدا کو دیکھ لیتا ہون اور مبتدی اول مشاہدہ اوس باطن کا کرتا ہے جو ظاہر کا پہلا بطن ہے اور پھر باطن در باطن کا علی ہذا القیاس -

فصل
حقیقت عشق

سب سے پہلے جو مظہر ذات کا ظاہر ہوا وہ شاید عشق ہے کیونکہ
حدیث قدسی احببت ان اعرف فخلقت الخلق مین لفظ احببت حب
کی قوی دلیل ہے کہ وہ مقدم ہے تمام مظاہر پر اور سواے ارادہ و علم کے جملہ صفات پر تقدم
رکھتا ہے اور احببت ان اعرف مین یہ نکتہ بھی ہے کہ عرفان پر چونکہ احببت مقدم ہے
اسوجہ سے عرفان کا ذریعہ عشق ہوا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ عشق کیا چیز ہے اسکی تعریفین
بہت آدمیون نے کی ہین العشق نار یحترق ماسوی المحبوب یعنی ایک ایسی آگ ہے کہ سواے
محبوب کے ہر چیز کو فنا کردیتی ہے درصل یہ تعریف عشق نہوئی بلکہ اوسکے صفات ہین سے ایک
صفت ہے اور کسی بزرگ نے کہا ہے کہ العشق ہو اللہ یعنی حقیقت اوسکی [illegible] قول صحیح ہے لیکن
جو کہ فلسفہ روح سے واقف ہے کیونکہ روح اور عشق کی حقیقت ایک ہے اور روح نے
اپنی صورتین مختلف اختیار کی ہین سب سے بڑی دو شاخین یا دو مظہر روح نے عشق و حسن ہین
اور عشق ایک عالم ہے اور حسن بھی ایک عالم ہے ہم اوپر بیان کر آئے ہین کہ روح مین دو قوتین
جاذبہ اور ماسکہ ہین تو حسن قوت جاذبہ کا مظہر کامل اور قوت ماسکہ کا مظہر اتم ہے اور عشق
صرف قوت جاذبہ کا مظہر کامل ہے اور قوت ماسکہ کا مظہر ناقص ہے کیونکہ حسن حسین مین کشش
و جذب مقناطیسی کی قوت دیتا ہے اور عشق عاشق کو خود داری سے علیحدہ کرکے قوت جاذبہ
عنایت کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ معشوق مین خود داری ہوتی ہے اور عاشق مین حرکت طلب
اگر حسن مین یہ خود داری یعنی قوت ماسکہ نہوتی تو صاحب حسن کی حرکت سے عشق کو ایک نقصان
پھونچتا یہ دو قوتین جو حسن کو عطا ہوئین صرف عشق کی خاطر سے اور اگر کوئی یہ کہے کہ عشق ایک
قوت روحی کا مظہر ہے اور حسن دو کا مظہر ہے لہذا حسن کو سبقت اور بزرگی ہے مگر درحقیقت
ایسا نہین بلکہ اسمین یہ دو باتین ہین ایک یہ کہ حسن مین یہ دو صفتین جو رکھی گئی ہین صرف عشق کی
خاطر سے دوسرے عشق موجد ہے حسن کا چنانچہ جو صاحب عشق ہے اوسکے لیے ہر چیز مین مادہ حسن
ہے اور جسکو عشق کی نعمت نہین عطا ہوئی اوسکے لیے کمال حسن بھی بیکار ہے تو عشق اپنے واسطے

خود ہی حسن کو پیدا کرلیتا ہے عشق محتاج حسن نہین ہے اور حسن محتاج عشق ہے عشق بالذات
قائم ہے اور متغیر نہین بلکہ ترقی پذیر ہے اور حسن بالذات قائم نہین بلکہ ایک صفت عارضی اور
متغیر و حادث ہے اگر کوئی یہ کہے کہ حسن ازل ہین یہ بات نہین کہ متغیر اور عارضی ہو بلکہ وہ قدیم ہی
تو ہم کہین گے کہ حسن ازلی سے مقابلہ کرتے ہو تو عشق ابدی اوسکے سامنے پیش کرو دیکھو عشق ترقی
نکلیگا اور حسن صفت لہذا وہان بھی ذات کو تقدم و سبقت ہے اور عشق مین جو صفات ہین وہ
حسن مین نہین مولانا فرماتے ہین ؎ شاد باش ای عشق خوش سودای ما ٭ ای طبیب جملہ علتہای ما ٭
ای دوای نخوت و ناموس ما ٭ ای تو افلاطون و جالینوس ما ٭ اور اردو مین کسی نے کہا ہے
ع ہر چیز مین لذت ہے اگر دل مین مزہ ہو - تو بہر صورت عشق تمام صفات پر مقدم ہی سوای
علم و ارادہ کے - عشق کے دو نام ہین مجازی اور حقیقی - صاحب عشق ہین عشق اگر اسطرح ہو
کہ وہ اپنے عشق اور حسین کے حسن کی حقیقت سے واقف نہو تو یہ عشق مجازی ہے اور اگر
صاحب عشق اپنے عشق اور حسن کی حقیقت سے واقف ہو تو صاحب عشق حقیقی ہی - اہل مجاز
جسوقت عشق اور حسن کی حقیقت سے واقف ہو جائین گے اوسوقت وہ داخل حقیقت
ہو جائین گے اسیواسطے یہ کہا ہے کہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ -
جاننا چاہیے کہ عشق کے لیے چند امور لازم ہین - اول امید دوسرے کمی امید اگر ان دونون
مین سے ایک مین بھی کمی ہوگئی تو عشق نہ رہے گا کوئی عشق ایسا نہین ہوسکتا جسمین امید
مطلق نہو اور نہ کوئی عاشق ایسا ممکن ہے کہ اوسکو پوری امید وصل کی ہو جائے اور پھر بھی
عاشق رہے یہ ناممکن ہے عشق حقیقی مین بھی عارف کامل کو ایک فکر و پریشانی ایسی لاحق رہتی
ہی جو اور زیادہ قربت چاہتی ہے لیکن اگر امید ایسی قوی ہو جای کہ عارف کو سرا سر امید ہو جاے
تو ایسا ممکن نہین کیونکہ ذات الٰہی کا کامل عرفان غیر ممکن ہے اور جب پورا عرفان ممکن نہین تو
وصل حقیقی مین بھی کلام ہی لہذا عارف اسیوجہ سے ہر حالت مین عاشق رہتا ہے گو کیسا ہی
قریب ہو گیا ہو اور اگر قطعی نا امیدی ہو جائے تو بھی عشق نہین رہسکتا کیونکہ قطعی نا امیدی

روح کو پسپا کرتی ہے اور عشق سراپا روح ہے لہذا بحالت نومیدی مطلق عشق نہین ہوسکتا
اور روح کو پسپا کرنیسے علاوہ فنائے عشق کے دیگر روحانی ناکامیان اور ضرر ہوتے ہین
اسیوجہسے لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ارشاد ہے ایک گناہ عظیم ہے جو شخص مایوس ہوجائے کیونکہ
اوسنے گویا اپنی روح کو پسپا اور بالکل مغلوب کردیا اور مغلوبیت روح بری نفسانی افعال سے
ہوئی تو مایوسی بھی گناہ ہین اون افعال حرام اور خواہشات نفسانی کے مثل ہے ایک حالت
عشق مین یہ بھی لازم ہے کہ عاشق سراپا خواہش ہو جسقدر خواہشین اوسکی پوری ہوتی جاتی ہین
اوسیقدر بڑھتی جاتی ہین ابتدا مین صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہمکو عشق ہوجائے جب عشق
پیدا ہوجاتا ہے تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ ایک دفعہ دیکھ ہی لین جب مشاہدہ ہوجاتا ہے تو پھر
دوبارہ دیدار کی خواہش ہوتی ہے یہانتک کہ کبھی دیدار سے سیری نہین ہوتی اور علاوہ دائمی
دیدار کے قربت کی خواہش ہوتی ہے جب کسیقدر قربت ہوجاتی ہے تو اور زیادہ قربت ہونیکی
آرزو ہوتی ہے یہانتک کہ وصل کے ارمان ہوتے ہین جب وصل بھی ہوجاتا ہے تو اور زیادہ
وصل کی خواہش ہوتی ہے یہانتک یہ حسرت ہوتی ہے کہ اب ایسا وصل ہو کہ ایکذات ایک
عین ہوجائین اور جزو لایتجزی کی طرح کبھی جدا نہون اگر ایسا ہوسکتا ہے تو عاشق باقی نہین
رہتا بلکہ محبوب مین اسطرح فنا ہوجاتا ہے جسطرح حباب ٹوٹکر دریا مین ملجاتا ہے اوسوقت
قطرہ قطرہ نہین رہتا بلکہ دریا ہوجاتا ہے اور نہ عشق رہتا ہے یعنی عشق کے ذات مین تبدیلی
ہوجاتی ہے اور صرف ذات باقی رہجاتی ہے —

عشق مجازی مین یہ سب درجات نہین ہوتے کیونکہ عشق مجازی مین یہ مرتبہ نہین اور اگر
کسیکو لظاہر عشق مجازی ہو اور یہ مرتبہ فنا حاصل ہوجائے تو وہ عاشق حقیقی ہوجاتا ہے چنانچہ
مجنون کا عشق مجازی نرہا تھا بلکہ حقیقی ہوگیا تھا لیکن صاحب مجاز مین اوسوقت مادہ عشق
حقیقی باقی نہین رہتا جبکہ وہ وصل جسمانی سے کامیاب ہوجاتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ روح و نفس کا
مقابلہ برابر کیطرح عشق مین بھی رہتا ہے اور روح اپنا وصل چاہتی ہے اور نفس اپنی کامیابی چاہتا ہے

نفس کی کامیابی جسمانی اصل ہے تو جب نفس کامیاب ہو جاتا ہے روح مغلوب ہو جاتی ہی
اور اپنے تعلقات جدا کرلیتی ہے اوسوقت صرف نفسانی قوتون کا جوش باقی رہجاتا ہے اور
اگر روح کو غلبہ حاصل ہو جاتا ہے تو نفس مغلوب ہو کر اسقدر کمزور ہو جاتا ہے کہ اوسکا بس
نہین چلتا اور اوسکو اپنی کامیابی کے لیے کسی کوشش کی طاقت نہین رہتی اور عشق حقیقی مین
نفس ابتدا ہی سے شریک نہین ہوتا یا اسقدر کم ہوتا ہے کہ مثل نہونیکے ہے اور عشق کی تعریف
ہم اوپر بیان کرآئے ہین کہ محض روحانی فعل ہے صرف قوت ماسکہ نہین ہے اور باقی سب
قوتین روحانی اوسمین موجود ہوتی ہین اب رہا یہ امر کہ عشق مجازی کو کیون قسم عشق قرار دیا گیا
ہی اصل بات یہ ہی کہ عشق مجازی کو مجازاً عشق کہا ہی حقیقۃ وہ عشق نہین ہی اور مجازاً اسلیے عشق کہا ہے
کہ اوسکی صورت ظاہری عشق کے ہمشکل ہوتی ہی باطن اوسکا عشق کے باطن سے جدا ہی اور چونکہ
عشق مجازی کے ذریعہ سے عشق حقیقی پیدا ہو سکتا ہے اسوجہ سے اور بھی اوسکو عشق مجازی
کہا کیونکہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ مشہور ہے —

عشق مجازی کی تعریف جو مشہور ہی وہ یہ کہ جو عشق مخلوق کے ساتھہ ہو وہ مجازی ہے اور
جو خالق کے ساتھہ ہو وہ حقیقی ہے اگرچہ یہ تعریف عوام کے نزدیک صحیح اور اونکو لیے مناسب ہے
مگر حقیقۃً یہ تعریف مجاز و حقیقت نہین بلکہ جو تعریف کہ ہم اوپر بیان کرآئے ہین اور ہماری اوس
تعریف سے یہ بھی نکلتا ہے کہ مخلوق کے ساتھہ جو عشق ہو وہ مجازی ہوگا صرف اتنی شرط لگانا پڑیگی
کہ اگر عاشق اوسے مخلوق سمجھتا ہو یعنی اوسکی حقیقت سے واقف نہو ہر صورت نفس کی شرکت
عشق مجازی مین ممکن بلکہ ضروری ہے اور نفس کے علاوہ قوائے حیوانی بھی اس عشق مین شریک
ہو جاتے ہین عشق مجازی کا فلسفہ یہ ہے کہ کمال عشق مجازی تین قوتون پر موقوف ہے ایک
قوت روحانی دوسری قوت نفسانی تیسری قوت حیوانی یہ تینون روحین ایک ساتھ شریک رہتی ہین
مثلاً کوئی شخص کسی مرد پر عاشق (مجازی) ہو جائے تو وہ عشق اوس حد تک نہ پہونچ سکیگا جس حد تک
مرد کا عشق عورت کے ساتھہ فریفتگی مین پہونچ سکتا ہی اور تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ دو مرد دن یا

دو عورتون کا عشق ایسا صادق و کامل نہین ہوسکا جیسا کہ یوسف زلیخا اور شیرین سے فرہاد کا عشق مشہور ہوا ہے اور اگر ہو تو نفس بھی ضرور شریک ہوگا - اب رہا یہ امر کہ نفسانی قوت تو پوری ہو لیکن حیوانی قوت کم ہو یعنی عالم شباب نہو کہ اوسوقت روح جوانی حد کمال پر ہوتی ہی چنانچہ فیصدی ایک عاشق بھی بڈھا نہ نکلیگا اسکی وجہ یہی ہے کہ ہر عشق مجازی مین قوای حیوانی بھی شریک ہوتے ہین ورنہ وہ حد کمال پر نہین پہونچ سکتا تیسری قوت روحانی ہے اگر روحانیت بھی شریک بلکہ شریک غالب نہو تو عشق کو استقلال نہین ہوسکتا اور عشق جبھی کامل و صادق ہے جب مستقل ہوا اور اگر غیر مستقل عشق ہو تو وہ ایک مرض از فروع مالیخولیا ہے جسکی دوا بھی ہوتی ہے جسطرح خفقان اور مالیخولیا کی دوائی ہوتی ہین اور یہ قابل علاج ہے چنانچہ اطبا نے اسکے معالجات لکھے ہین اور روحانی عشق مین استقلال اسوجہ سے ہے کہ عشق روح کی ذاتی صفت ہے عارضی نہین ہے دوسرے روح کو جبتک بالکل کامیابی نہو جاوے یا مطلق ناکامی و مایوسی نہو جاوے اوسوقت تک روح اپنے ارادے مین ثابت قدم رہتی ہے تو عشق مین روح کو دو مرحلے پیش آسکتے ہین ایک یہ کہ روح پسپا کر دیجائے اوسکی وجہ صرف یہی ہوسکتی ہے کہ روح حیوانی اور نفس دونون ملکر کامیاب ہو جائین اور روح رہجائے تو روح مغلوب ہو جائیگی اور جب روح اپنے آپکو علیحدہ کریگی تو عشق عشق نہ رہیگا بلکہ صرف ہوس (نفسانی اور جوش حیوانی) دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ کامیاب ہو جائے تو روح کی کامیابی اوسوقت تک جبتک کہ وہ اپنے قالب مین بحیثیت قالب رہتی ہے جب وہ اس قالب کے حجاب کو رفع کر دیگی اوسوقت تک وہ کامیاب ہوسکتی ہے یعنی روح کو اوسیوقت وصل حاصل ہوسکتا ہے جب وہ حجابات درمیانی کو رفع کرے اور پھر جب روح واصل ہو جائیگی تو جدا نہوگی اوسوقت نہ عشق باقی رہیگا نہ عاشق اسیواسطے یہ کہا گیا ہے کہ العشق نار یحرق ماسوی المحبوب یعنی صرف ذات رہجائیگی اور یہ مقام مجازی مین نہین اسوجہ سے روح کبھی کامیاب نہین ہوسکتی اور جب تمام عمر کامیاب نہوگی تو تمام عمر اوسکی خواہش باقی رہیگی

اور یہی استقلال ہے بلکہ اسیوجہ سے کہ روح اپنی کامیابی چاہتی ہے اور عشق مجازی مین بھی
روح جزو اعظم ہے تو اگر روح کو جیسا غلبہ قدرتاً عشق مین حاصل ہے ویسا ہی رہے تو روح
اپنی کامیابی کے لیے ایسے جزو کو ڈھونڈھ لیتی ہے جو اوسکے وصل کے قابل ہو یعنی تجلی ذاتی
اور تجلی ذاتی مجاز مین بھی ہے تو مجاز حقیقت کا زینہ بن جاتا ہے اور اسیوجہ سے کہا ہے کہ المجاز
قنطرة الحقیقة لیکن عشق مجازی خوفناک اسوجہ سے ہے کہ روح حیوانی روح نفسانی اور
روح انسانی یہ سہ ارواح اپنی کامیابی چاہتی ہین اور روح حیوانی و روح نفسانی یہ
دو [illegible] اسوجہ سے آپس مین مل جاتی ہین اور روح انسان کو
اپنا رقیب سمجھتی ہین اور روحانی کوئی تدبیر ایسی کر نہین سکتی کہ جلد کامیابی ہو کر اپنے فریقون کو
پسپا کر دے اسلیے ایک خوفناک عشق ہے اور ہزار عاشقون مین ایک بھی بمشکل حقیقت تک
پہونچتا ہے ہان اگر مرشد کامل ہو تو وہ البتہ پوری مدد اور قوت روحانی پہونچا کر حیوانی و نفسانی
کو شکست دیتا ہے جسطرح عشق مجازی کی ظاہری صورت ہے اوسیطرح عشق حقیقی کی شکل
ظاہری ہے وہی بیچینیان وہی تکلیفین وہی مشکلین وہی راحتین دونون مین ہین مگر ایک فرق
ان دونون مین خصوصیت کے ساتھ ہے وہ یہ کہ عشق حقیقی مین رشک رقیبانہ نہین ہوتا ہے
اور مجازی مین ہوتا ہے اسکی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ عشق حقیقی روحانی ہوتا ہے اور روح
یہ دیکھتی ہے کہ ہمارا مطلوب ہمارے حصہ مین اسیطرح آسکتا ہے جسطرح پر حباب کے حصے مین دریا
کیونکہ اوسکا معشوق کوئی ایسی چھوٹی ذات نہین ہے کہ رقیب کو ملجاسکے اور ہم رہجائین ہم
بصورت کامیابی ہر طرح کامل طور پر بہرہ ور ہو سکتے ہین خواہ کوئی اور بھی کامیاب ہو جائے یا نہو وجہ یہ کہ ذات
مطلوبہ اسقدر وسیع و بسیط ہے کہ اوسمین ہر طالب ایک ذرہ بمقدار ہے کسی کو اپنے رقیب سے
کوئی ضرر نہین پہونچ سکیگا مگر صاحب مجاز کا مطلوب ایک اپنی ذات ہے کہ صرف ایک ہی
عاشق کے حصے مین ہی آسکتا ہے لہذا دوسرون کو رشک آتا ہے کسی شاعر مجازی نے کہا ہے

ای حضرت دل لیکے طلبگار ہین لاکھون	فرمایئے کس کس کی دعا مین اثر آئے

فصل ۱۹
حقیقت حُسن

حسن کی تعریف ہم فصل عشق مین کرچکے ہین مگر جسقدر عشق اور روح کی تین صورتین ہوتی ہین اوسیطرح حسن کی بھی۔ حُسن صورت ایک تجلی ہی جوکہ باطن سے ظاہر کیطرف ظہور پذیر ہوا سو جسے تجلیات تین قسم کی ہین جوکہ منظاہر پر ظاہر ہوتی ہین ایک تجلی روحانی جوکہ جمالی ہے اور ایک جلالی جوکہ نفسانی ہے اور ایک جامع یعنی روح حیوانی کی تجلی انہین سے ہر ایک ظاہر جسد پر ظاہر ہوکر حُسن کہلاتی ہے تشریح اسکی یہ ہے کہ ایک حُسن نور باطنی ہے جوکہ انسان کے چہرے پر ظاہر ہوتا ہے اور ایک حُسن وہ ہے جوکہ اعتدال صحت کی وجہ سے اعضا مین بصورت رنگ و روغن و نقش و نگار و تناسب اعضا وغیرہ ظاہر ہوتا ہے اور زیادہ تر یہی حُسن پایا جاتا ہے کیونکہ روح و نفس کے مختلف تجلیات ہین اونکو مختلف راستے اپنی تجلیات کے منظاہر و ظہور کے لیے فطرت نے دیے ہین مگر روح حیوانی کی تجلیات کا دار و مدار اسی حسن پر ہے اور تیسرا حُسن کبھی خواہشات نفسانی کے جوش سے بھی ہوتا ہے جیسا کہ ہم فصل عشق مین مثالاً بیان کر آئے ہین۔ یہ ہر سہ حسن اقسام حسن ہین اور انکی ترکیب کے روسے تیرہ طرح کے حسین ہو سکتے ہین۔ حُسن ۱ روحانی۔ حُسن ۲ نفسانی حُسن ۳ حیوانی۔ حسن ۴ روحانی حیوانی۔ حسن ۵ حیوانی روحانی حسن ۶ نفسانی حیوانی حسن ۷ حیوانی نفسانی حسن ۸ روحانی نفسانی حیوانی۔ حسن ۹ روحانی حیوانی نفسانی حسن ۱۰ نفسانی حیوانی روحانی حسن ۱۱ نفسانی روحانی حیوانی۔ حسن ۱۲ حیوانی روحانی نفسانی۔ حسن ۱۳ حیوانی نفسانی روحانی۔

مفہوم ان اقسام کا یہ ہے کہ ۱ حسن روحانی اوس حسین مین ہوتا ہے جوکہ بظاہر نہایت بدشکل یا ضعیف ہو اور باطن مین نور باطن کی شدت اسقدر ہو کہ وہ ظاہر جسد پر ظاہر ہوئے بغیر نرہا اور اوسکے فطری اثر سے ہر شخص دیکھکر مطیع و مسخر ہو جاتا ہے اوسکا حُسن حُسن روحانی ہی کیونکہ اوسمین صرف روح کے تجلی نے ظاہر جلد کو رنگا ہی بسبب ضعیفی کے حسن حیوانی نہین ہی اور بسبب تزکیہ نفس کے حُسن نفسانی نہین ہے ۲ حُسن نفسانی یعنی نہ تو روح حیوانی بسبب ضعیفی کے غالب ہے نہ روح انسانی غالب ہی بلکہ نفس کے ناپاک

خواہش شہوت وغیرہ نے اوسکی آنکھون مین مستی پیدا کردی ہو یہ حسن زیادہ عرصہ تک نہین رہسکتا ہی
بلکہ بہت ہی تھوڑی دیر کے لیے۔ جب نفس کامیاب یا پسپا ہو جاتا ہے تو وہ رنگ و روغن کا فور
ہو جاتا ہی اور سب سے زیادہ کمی قیام اسی حسن مین ہے کیونکہ روح حیوانی کو استقلال و قیام
نفسانی سے زیادہ ہی اور روح انسانی کو روح حیوانی سے بھی زیادہ ہے ۳ حسن جسمانی
یہ حسن صرف عالم شباب مین ہوتا ہے عناصر یا اخلاط کے اعتدال مزاجی سے یہ نوجوانی مین ایک
خوبی پیدا ہو جاتی ہی اعضا مین تناسب اور سڈول اور جامہ زیبی و رعنائی اور جلد پر چمک
دمک اور ایک قسم کی دُہنیت اور ناک نقشہ کی درستی رنگ کی صفائی اسی حُسن پر موقوف
ہی جس شخص مین صرف یہی حُسن ہوتا ہے وہ عالم شباب تک حسین رہتا ہے اوسکے بعد اور اوس سے
پہلے حسین نہین ہوتا اسیکی نسبت کسی نے کہا ہی ؎ جوانی جس کسیکی ہو بھلی معلوم ہوتی ہی
اور اسیکی تعریف کمال مین یہ شعر بھی ہے

اک ادا مستانہ سر سے پانؤن تک چھائی ہوئی	اُف تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی

۴ حُسن روحانی حیوانی - یعنی روح انسانی اور روح حیوانی دونون کے تجلیات ظاہر ہون مگر
روح انسانی کی تجلی غالب ہو ایسا حسین اگر ادھیڑ بھی ہو جب بھی [illegible] ایک دلکشی باقی
رہتی ہے بخلاف اسکے ۵ حسن حیوانی روحانی مین روح حیوانی غالب ہوتی ہی روح انسانی پر
اور روح حیوانی کی تجلی کا عنصر زائد ہوتا ہے اور جب ادھیڑ یا ضعیف ہوتا ہے اور روح
انسانی اوسی مقدار پر رہتی ہی تو حسن مین بہت زیادہ کمی ہو جاتی ہی ۶ حسن نفسانی حیوانی
یعنی عالم شباب بھی ہو اور نفسانی شراب کے نشہ مین بھی چور ہو ان دونون حُسنون کے جمع ہو جانے
سے دلکشی کا مادہ زیادہ پیدا ہو جاتا ہے اور اکثر اہل دنیا اسی حسن کے مبتلا ہوتے ہین اور چونکہ
اس حسن کی حقیقت کے عالم و عاقل نہین ہوتے یہ علم الیقین اونکو نہین کہ کسقدر قیام اس حسن کو ہے
اسوجہ سے عاشق مجازی ہوتے ہین ۷ حسن حیوانی نفسانی یہ حسن دلکشی مین نمبر ۶ سے بھی زیادہ
ہی کیونکہ جوہر شباب یعنی روح بدرجہ کامل ہو اور جسوقت وہ شہوت مین مست اور اوسکے نشہ مین

مجبور ہو اوسوقت اوس سے بچنا زاہدون اور عالمون کا بھی کام نہین بلکہ صرف [illegible] کا ہو جسے
خدا بچائے اور اہل اللہ چونکہ اسکی حقیقت سے واقف ہوتے ہین اور وہ خود [illegible] حسن
رکھتے ہین اسلیئے روح انسانی کی تجلی سی اسوجہ دب جاتی ہین [illegible] ایک [illegible] بت خانہ مین
جانیکا اتفاق ہوا وہان ایک مورت رکھی تھی اوسکو وہ جوگ [illegible] دیتے تھے [illegible] تھین
اونمین ایک عورت یہ حسن بدرجہ کمال رکھتی تھی پس عاشق [illegible] ہوگئے اور [illegible] جب
غش سے افاقہ ہوا اور اوس سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ [illegible] مین ایک [illegible] آتی ہے
یہ حضرت وہین بیٹھ گئے اور ایک سال تک بیٹھے رہے [illegible] وہ سال بعد [illegible] آئی تو اوسکو
دیکھا اور اوسکے ہمراہ ہولیے جب اوسنے [illegible] چڑھایا تو [illegible] نے اوس
عورت سے کہا کہ حسن کو دیوی [illegible] کو دیتی ہو [illegible] کھولا [illegible] منتظر
دیکھکر وہ عورت ڈر گئی اور غش کھا کر گرنے لگی اوسوقت [illegible] ضبط ہوسکا اور اوسے آغوش مین
سنبھالنا چاہا کہ اوسے آغوش مین لیکر روح حیوانی و [illegible] جسمانی سے
کامیاب کرین فوراً مرشد کامل بیچ مین آگئے اور جسوقت اونہون نے مدہوشی مین آغوش کھولکر
لپٹایا تو بجائے اوس عورت کے مرشد کو پایا۔ پس یہ [illegible] مرشد کی رہنمائی کا تھا ورنہ روح
انسانی مغلوب ہوجاتی اور کبھی غالب ہونیکی امید نہ تھی غرض یہ کہ ایسے اور اسکے مثل مواقع پر
حسن کی کشش سے بچنا محال ہوجاتا ہے اور اللہ ہی مدد کرتا ہے۔

حسن روحانی نفسانی حیوانی۔ اس حسن کا وجود بہت کم ہوتا ہے کیونکہ جسمین روح و نفس
دونون کے تجلیات اور ساتھ ہی روح حیوانی بھی ہو ایسے لوگ ہمیشہ ہر وقت تو ہوتے نہین
کوئی خاص موقع ایسا ہوسکتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ جسمین روح انسانی غالب ہوگی اوسمین
نفسانی کا گزر کیونکر ہوگا اور اس حسن کی یہی تعریف ہو کہ روح انسانی غالب ہو اور نفسانی
بھی ہو اور حیوانی بھی مگر حیوانی سے نفسانی زیادہ ہو۔ البتہ ایک صورت یہ ہوسکتی ہے
کہ جو صاحب باطن اہل اللہ اپنی بیوی پر کسی وقت مائل ہو اور اوس سے مباشرت چاہے

نوا [illegible] اوسکو ہوسکتا ہے اور نفسانی تجلی ظاہر ہوسکتی ہے ورنہ اور کوئی صورت
نفسانی تجلیات [illegible] اوسمین بسبب غلبہ روح انسانی نہین ممکن —

۴ حسن روحانی حیوانی نفسانی - یعنی روح انسانی کی تجلیات زیادہ ہون اور حیوانی روح
یعنی عالم شباب بھی ہو اور کسیقدر نفسانی تجلیات کا بھی ہو گو وہ جائز طور پر ہو اگرچہ یہ بھی
ممکن الوقوع ہے مگر بہ نسبت [illegible] کے زیادہ ممکن ہے اسیوجہ سے دو صورتین حسن
کی نکال ڈالی گئین اور وہ یہ ہین حسن روحانی نفسانی حسن نفسانی روحانی یعنی تجلیات
روح انسانی غالب ہون اوسکے ساتھ تجلیات نفسانی بھی ہون اور تجلیات نفسانی غالب
ہون اور [illegible] تجلیات روحانی بھی ہون اگر یہ دونون ملالی جائین تو پندرہ قسمین حسن کی
ہونگی انکو اسواسطے نہین داخل کیا کہ جب عالم شباب موجود نہو یعنی ضعیف یا نابالغ ہو اور
نور روح انسانی سے جلد قالب تک اثر ہو تو ایسی حالت مین نفسانی شہوات کا گذر کیونکر
ہوسکتا ہے البتہ رہا یہ امر کہ روح حیوانی کے ساتھ نفسانی تجلیات کا اوس شخص مین ہونا
جسمین روح انسانی غالب ہے تو [illegible] ہے گو کسی خاص وقت کے لیے مخصوص ہو وجہ یہ ہے
کہ روح حیوانی فطرۃً خواہشات نفسانی کی محرک ہے اور اس فطرت کا روکنا متوسطین کیا
کاملین کا بھی کام نہین ہان یہ ہوسکتا ہے کہ اون قوای نفسانی کا ظہور جائز طور پر ہوا اور جو
ایسا کرے وہی انسان کامل ہے اور انسان کامل ہی اشرف المخلوقات ہے اور ملک سے
بہتر ہے چنانچہ تمام اولیاء اللہ اور انبیا ایسے ہی ہوتے ہین —

۵ حسن نفسانی روحانی حیوانی - یعنی یہ خواہشات نفسانی غالب ہون اور فطرۃً روح
انسانی غالب ہوا اور عالم شباب کا حسن بھی ہو مگر ان دونون سے کم اسکی صورت یہ ہی
کہ بعض نفوس فطرۃً پاک ہین اور اونمین روح انسانی قدرتاً غالب ہے مگر بسبب صحبت خراب
ہوگئے ہین اور خواہشات نفسانی کو تحریک و تقویت ہو رہی ہے اسوجہ سے وہ ناجائز
جذبات کے مظہر بن گئے ہین اور [illegible] فطری مادہ روح انسانی غالب نہین ہوسکتا اگرچہ اونمین

مادہ روح انسانی غالب ہونا چاہتا ہی اور عالم شباب کا حسن بھی کیسقدر رہی تو وہ اس صورتین اختیار کر
۱۱۔ حسن نفسانی حیوانی روحانی۔ یہ حسن اون لوگون مین ہوتا ہے جنمین زیادہ غلبہ نفسانی
تجلیات کا ہے اور اوس سے کم اعتدال مزاجی کی خوبیون کا اور اوس سے کم روح انسانی کا
یعنی انکی فطرت مین اگرچہ روح انسانی عالم شباب سے پہلے بہت قوی تھی مگر اب روح حیوانی
اور نفسانی سے اسقدر مغلوب ہوگئی ہے کہ سب سے پیچھے لگی ہے۔
۱۲۔ حسن حیوانی نفسانی روحانی۔ صنف ۱۲ اور ۱۳ مین فرق صرف اتنا ہے کہ اوسمین
عالم شباب کی وجہ سے اعتدال مزاجی کا حسن غالب ہوتا ہے اور اوسمین نہین ہوتا
۱۳۔ حسن حیوانی روحانی نفسانی۔ یعنی عالم شباب کا حسن غالب ہوا اور روح انسانی کے
تجلیات اوس سے کم ہون جیسا کہ میت لوگونکو ہوتا ہی اور نفسانی تجلیات ان دونون سے کم ہون
یہ تیرہ ۱۳ اقسام حسن کے جو بیان کیے گئے انکے علاوہ سوای اون دو صورتون کے اور کوئی
قسم حسن کی نہین اب عشق جو ہوتا ہے تو اوسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ یہی اقسام عشق کے
فرق صرف اسقدر ہے کہ حسن کے تجلیات ظاہر جسد پر ہوتے ہین اور قوت متمسکہ و جاذبہ
دونون بشدت ہوتی ہین اور عشق کے تجلیات مین قوت متمسکہ بالکل نہین ہوتی اور جاذبہ
کم ہوتی ہے اور محرکہ عظیم ہوتی ہے مادہ حسن و عشق دونون کا ایک ہی ہے تو جس قسم کا حسن
ہوگا جب اوسکے مقابل مین اوسکے مناسبت کے ساتھ وہی صنف عشق آئیگا حسن ہم مادہ
و ہمجنس ہونے کی وجہ سے مائل بجذب ہوگا اور عشق محرک ہو جائیگا کہ وہ اوسکی طرف مائل ہو
یہی وجہ ہے کہ لیلی پر سوائے مجنون کے اور کوئی عاشق نہوا یا اگرچہ حضرت یوسف علیہ السلام مقبول عام تھا
مگر جو کیفیت حضرت زلیخا کی ہوئی وہ کسی اور کی نہوئی کیونکہ حضرت زلیخا مین تو اصلی مادہ بصورت
عشق تھا اور ان ۱۳ اقسام کی ہزارون صورتین نکلتی ہین کیونکہ مناسبت تام اوسوقت ہو سکتی ہی
جب مقدار بھی مناسب ہو مثلاً جسقدر فرق ہر سلسلہ ارواح کا جس شخص کے حسن مین ہو اوسیقدر ان
عاشق کے مادہ مین ہونا چاہیئے ورنہ حسن قوت جذب مین کامیاب نہو سکیگا اور عاشق کا

عشق شوق یا دلچسپی سے زیادہ نہو سکے گا اگر کوئی وزنی چیز یہ ہر ایک روح فرض کر لیجائے
تو ہم یون کہین گے کہ ایک رتی کا بھی فرق ان ہر سہ ارواح کی بابت عشق و حسن مین نہونا چاہیے
جس وزن پر جو روح حسن مین ہو اوسی وزن کے موافق عاشق مین اوسکا مادہ ہونا چاہیے
اور تمام دوستیان بھی انھین مناسبتون کی وجہ سے ہوتی ہین ایک شخص کے دس دوست
ہین اور وہ ایک سے بہ نسبت اورون کے زیادہ محبت رکھتا ہے اسکی وجہ یہی ہوتی ہے
کہ اسکے ہر سہ ارواح مین اسکے مناسب اوزان ہین اور باقی دوستون مین تھوڑا تھوڑا فرق ہے —
شیرین کو بہت آدمیون نے دیکھا مگر عشق صادق فرہاد ہی کو ہوا کیونکہ شیرین کے حسن مین ہر سہ
ارواح کا وزن جسقدر تھا اوسیقدر فرہاد مین ہر سہ ارواح کا وزن تھا یا ایک خاص مناسبت
مقداری دونون مین واقع تھی تمام ارواح مین جسکے یہان جو وزن ہوتا ہے اگر دوسری مین بھی
اسیطرح ہی وزن ہو تو اوسکے عشق کا ہم مزاج ہو حالانکہ دنیا مین دو آدمی بھی ہم مزاج ہم شکل
اور ہر امر مین مساوی نہ نکلینگے تو ایک خاص مقدار وزن کی مناسبت کیلیے ہونا چاہیے
اور برابر وزن ہونیسے میری مراد یہی ہے کہ مناسب وزن خواہ برابر ہو یا کم و بیش اور بغیر اسکے
نہ حسن کھینچ سکتا ہے نہ عشق کھینچ سکتا ہی — مقناطیس لوہے کو کھینچتا ضرور ہے مگر ہر وزن کے
لوہیکو نہیں کھینچ سکتا بلکہ اوسکی قوت کے اندر جو اوزان ہونگے اونکو کھینچ لیگا — مقناطیس
اور جذب حسن مین یہ فرق ہی کہ کم مقدار کو بھی نہین کھینچ سکتا اور زیادہ کو بھی نہین بلکہ ایک
مناسب مقدار ہی اور چونکہ قوای روحانی جسم و مقداری نہین ہین اسلیے کسی طرح یہ ظاہر نہین ہوسکتا
کہ کونسی روح کسکے لیے کس مقدار مین ہونی چاہیے — اور کبھی ضروریات ظاہری یا محاسن باطنی
حسن ظاہری پر غالب آ گئے ہین مثلاً ایک شخص کے چار دوستون مین اوسکا ایک دوست
اوسی مقدار کا حسن رکھتا ہے جو اوسکے لیے بوزن مناسب ہی اور دوسرا دوست حسن تو اوس
مناسب مقدار کا نہین رکھتا مگر چند امور علاوہ حسن کے اوسمین ایسے ہین جسکی طرف وہ مائل ہو گیا ہے
اور اوس حسین کیطرف اسقدر مائل نہین ہی او [illegible] امور بھی حسن باطنی یعنی از قسم احسانات ہو [illegible]

یا محبت وعشق ہو۔ بعض موقعون پر یہ ثابت ہوا ہی کہ عشق مین حسن سے زیادہ کشش ہی۔ حسن کا اثر دوطرح سے ظاہر ہوتا ہے ایک تو مجرد دیکھنے کے عشق ہو جائے دوسرا صحبت ومعاشرت سے جس حسن مین روح حیوانی ونفسانی کا حصہ جسقدر زیادہ ہوتا ہے اوسی مین اوسیقدر یہ مادہ ہوتا ہے کہ دیکھتے ہی کوئی اوسپر عاشق ہوجاتا ہے اور جسمین روح انسانی کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اوسکے ساتھ صحبت ومعاشرت سے محبت ہو جاتی ہے اور جو عشق کہ روح حیوانی ونفسانی کی تجلیات پر ہو وہ غیر مستقل ہے اور جو روح انسانی کی تجلیات سے ہے وہ مستقل ہوتا ہے اور اس استقلال کی توجیہ وتشریح فصل عشق مین ہو چکی ہے۔

جسکی فطرت مین روح انسانی کا مادہ زیادہ ہے اوس سے اولیاء اللہ کو ایک خاص محبت ہوتی ہے کیونکہ جو چیز اونھون نے حاصل کی ہے اوسے جب وہ کسی مین دیکھتے ہین تو بہت خوش ہوتے ہین اور یہ یا تو اوس عالم مین ہوتی ہے جسکے اخلاق کو علم نے درست کر دیا ہے اور یا اوس شخص مین جسکو خدای تعالی اپنی قدرت کاملہ سے عطا کرے۔ اور علاوہ اولیاء اللہ کے ایسا شخص ہر دل عزیز ہوتا ہی اور جو کوئی اس سے زیادہ صحبت رکھتا ہی اوسکو زیادہ محبت ہو جاتی ہے۔

فصل ۲۰
وحدۃ الوجود

اس مسئلہ مین بہت سی پیچیدگیان ہین اور اکثر بزرگون نے اسکو لکھا ہی بعض نے صفائی سے لکھا ہی بعض نے مصلحتاً کچھ پوشیدہ رکھا ہی اور بعض نے بالکل چھپا ڈالا ہی تاکہ جہلا گمراہ نہون درحقیقت اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ عوام مین ظاہر کرنا نہایت خوفناک ہے اور اکثر بتدیون کو بھی اس سے ضرر پہونچتا ہے مگر اب جبکہ عام وخاص سب ہی اس مسئلہ سے واقف ہو گئے ہین اور غلط واقفیت رکھتے ہین ضروری ہی تشریح کر کے غلط فہمی رفع کر دیجائے یہ قول کہ ہر چیز خدا ہے بہت سے وجوہ سے غلط ہے اور نہ وحدۃ الوجود کا یہ مفہوم ہے کہ ہر شئے کو خدا کہو کیونکہ خدا کا اطلاق صرف اوسی ذات پر ہو سکتا ہی جو ہمہ صفت موصوف ہو اور عوارض سے پاک ہو یعنی متغیر وحادث ومجسم وفانی وغیرہ نہو

گو حقیقت ہر چیز کی خدا ہے اور سوای اوسکے کوئی چیز فی الحقیقۃ موجود نہین چنانچہ انسان کی
ہر صفت کو انسان نہ کہین گے خصوصاً صفت عارضی کو بلکہ انسان کے تمام ذاتی صفات
مجموعہ کو انسان کہہ سکتے ہین یہی کیفیت مخلوقات کی ہے کہ خدا کی صفات نے اپنے اپنے
مظاہر قائم کیے ہین اور بعض اشیا مین اوسکے صفات زیادہ ہین بعض مین کم اور انسان جملہ
صفات کا مظہر ہی تو گو صفات ذاتی باعتبار حقیقت ذات ہو تاہم ہر صفت پر اطلاق ذات کا
ہونا اور اوسکو ہر صورت سے ذات کہنا غلط ہے مثلاً کاغذ گو حقیقت مین گھانس ہے لیکن
کاغذ کو مطلق گھانس کہنا بالکل بے انصافی ہے اور اگر ایسا ہوگا تو ایک بہت بڑی بے انصافی
اس مسئلہ مین لازم آئیگی کہ تجلی ذاتی نے جس منشا سے کثرت دکھائی ہے وہ منشا فوت ہوجائیگا
اور ایک نقص یہ بھی پیدا ہوجائیگا کہ فرق مراتب کا خیال رفع ہوجائیگا اور جب فرق مراتب
نرہیگا تو قربت کا زینہ معدوم ہوجائیگا اور جب قربت کا زینہ میسر نہوا تو اس خیال کا شخص
ہمیشہ خدا سے دور رہیگا اور مبتلای عذاب ہوگا علاوہ ان نقائص کے ایک فتنہ عظیم کا
اندیشہ تھا اور اوسکا ظہور برابر ہورہا ہے ہر ایک ظاہری فقیر اور باطنی شیطان اپنے آپکو خدا
کہتا ہے اور یا ہر چیز کو خدا کہکے اپنے معلومات کا عوام مین اظہار کرنا اور اپنے آپکو خدا رسیدہ
دکھانا چاہتا ہے جو لوگ ہمارے اس مضمون کو دیکھین وہ یاد رکھین کہ ایسے لوگ ہرگز
فقیر نہین ہین بلکہ گمراہ اور شیطان ہین جو بغیر تحقیق و تفصیل کے ہر چیز کو یا اپنے آپکو خدا کہتے ہین
کیونکہ جو شخص جس مرتبہ پر ہو اوسکو نہ سمجھنا عرفان نہین بلکہ عین جہل ہے مثلاً بادشاہ و رعایا
خواہ رعایا مین چمار ہو یا بھنگی یہ سب کے سب حقیقۃ انسان ہین لیکن دونون کو ایک مرتبہ پر
کہنا یہ سخت جنون ہوگا یقیناً بادشاہ اپنے مرتبہ کے اعتبار سے بادشاہ ہے اور چمار اپنے مرتبہ کے
اعتبار سے چمار ہے دونون کو اس حیثیت سے انسان کہنا کہ فرق مراتب کی تفصیل نہ کیجائے
گمراہی اور جہالت ہے اور یہ جو لوگون نے بزرگون کی زبان سے سنا ہے کہ انا الحق یا ع
ہر کہ آید پیش من دانم توئی مداکی دو وجہین ہین جس شخص مین ایک وجہ بھی پائی جائے

وہ اس کلمہ کو خیر کھسکتا ہے ایک وجہ یہ کہ کمال عشق کی وجہ سے ذات کا دائمی تصور ہو اور جب ذات کا دائمی تصور ہوگا تو صفات نظر انداز ہو جائینگے لہذا اعتبارات و عوارض جسقدر ہین یہانتک کہ خود اپنی صفات بھی فنا ہو جائینگی اوسوقت صرف حقیقت کا مشاہدہ اور اوسکا اظہار صحیح ہوگا اور جو شخص حقیقت تک پہونچا بھی نہین صفات ہی مین ڈانواڈول ہے اور صفات کو فنا کرنا تو ایک طرف صفات کی حقیقت ہی کا مشاہدہ نہین کرسکا ہے اور سُنی سنائی کہتا ہے وہ انا الحق کہنے والا کافر ہی اگرچہ مجنون لیلی کی حقیقت سے واقف ہو یا نہو مگر دائمی تصور نے اوسکو ایسا فنا کردیا تھا کہ سوای لیلی کے وہ اپنے آپ مین کسیکو نہ پاتا تھا اوسوقت اوسکا انا لیلی کہنا بیجا نہوگا کیونکہ وہ سوای لیلی کے کسیکو دیکھتا ہی نہین ہر چیز کو بھول گیا ہے تو اگر اوسکی تقلید کرکے کوئی شخص اپنے آپکو لیلی کہے وہ مجنون تو نہین صاحب جنون ضرور ہے بلکہ کوئی اور شخص خود اوسکو لیلی نہین کہسکتا اسیطرح ہر ایک جاہل اور بے عقل اور غیر عارف اپنے آپکو یا کسی شئی کو خدا کیونکر کہسکتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ علاوہ دائمی تصور کے مین ذات کا مشاہدہ کررہا ہو اور جب ذات کا مشاہدہ اسطرح ہو کہ صفات کی طرف بالکل توجہ نہے تو اوسوقت اگر اتنا ظرف نہین رکھتا کہ پوشیدہ اس راز کو کرسکے تو وہ ضرور ہر چیز کو خدا کہیگا اور وہ معذور ہی بلکہ یہ دونون شخص معذور ہین اور جو شخص معذور ہو وہ بسبب عذر کے ایک معقول وجہ رکھتا ہے یا یون کہا جائے کہ عوام تو اندھے ہین اور اہل مشاہدہ و اہل تصور بینا ہین بینا دوڑ کے چلسکتا ہی اندھا اگر اوسکی تقلید مین دوڑیگا تو اوسکا کیا حشر ہوگا یہی حال ہملا اور عوام کا ہی کہ اندھے ہین اور گمراہ ہین مگر دعای بصارت کیواسطے ہر چیز کو خدا کہتے ہین تاکہ لوگ کامل سمجھین مسئلہ وحدۃ الوجود بھی ان مسائل مین ہی جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہین بیان کرنے سے سمجھ مین نہین آسکتا اور نہ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ دلائل سے ثابت کردیا جای گو یہ بھی ممکن ہی کہ فلسفہ جب کمال کو پہونچتا ہے اوسوقت حقائق کا علم ہو جاتا ہے مگر کمال فلسفہ بھی یہ ہی کہ آخر ہین

سوای خاموشی کے اور کچھ نہین یہ ایک ایسی چیز ہی کہ زبان و قلم سے تعلق نہین رکھتی بلکہ دیدۂ دل سے
وجود جسطرح ہر شئی مین ہی اور کوئی شئی وجود سے خالی نہین اسی طرح کوئی شئی ذات احدیت و احدیت
سے خارج نہین ہوسکتی اور وجود ایک مطلق ذات ہے نہ اسکے حصے ہوسکتے ہین نہ اس سے جدائی
ہوسکتی ہے بلکہ کوئی شئی حقیقت مین کچھ نہین ہے مگر وجود ہی اور گو لفظ وجود کا اطلاق مطابقت
کے ساتھ ذات سبحانہ تعالی عما یصفون پر نہو سکے مگر اس لفظ سے بہتر کوئی اور لفظ مشہور نہین جسکے
ذریعہ سے اظہار کیا جائے کیونکہ لیس کمثلہ شی نے بتا دیا ہے کہ کوئی مثال ہم اوسکی ذات کے لیے
ایسی نہین دیسکتے جس سے ناواقف سمجھ جائے کہ وہ ذات ایسی ہے تاہم لفظ وجود کا مفہوم مطلق
کچھ کچھ اوسکے قریب پہونچتا ہے اور جسکو نور عرفان کی مدد پہونچتی ہی وہ سمجھ سکتا ہے ورنہ جاہلون
اور کم عقلون کا یہ کام نہین کہ ان مسائل کو جو کہ اسرار حقیقت سے ہین سمجھ جائین۔

وجود مطلق نہ کلی ہے نہ جزئی ہے بلکہ بسیط ہے نہ جوہر ہے نہ عرض ہے بلکہ ازلی اور قدیم ہے
ہر صفت مین وہ موجود ہی اور ہر ذات مین موجود ہی جسمین وجود نہوگا وہ فنا ہو جائیگی اور
جن اشیا کا وجود خارج مین نہین بلکہ ذہن مین ہے وہ بھی اس سے علیحدہ نہین یہانتک کہ اگر
عدم مین وجود نہ مانا جائے تو عدم بھی نہین لہذا وجود کی اس یکتائی کو کہ سوای اسکے کوئی
اور شئے حقیقت مین پائی نہین جاتی وحدۃ الوجود کہتے ہین اب اس وجود مطلق نے مختلف
شکلین اختیار کین جسطرح سمندر لہرین لے اور حباب پیدا ہو تو یہ امواج و حباب گو حقیقت مین
غیر سمندر نہین اور اوسی سے پیدا ہوے اوسی مین پھر ملجائین گے مگر وجود نے جو یہ مختلف
شکلین اختیار کرلین ہین یہ اوس وحدت کی کثرت ہے اور ظہور صفات اور تعینات اسماء ہے
اور اوسیکو موجودات عالم کہتے ہین اور یہ سب متغیر و حادث اور فانی ہین اور اگر یہ شکلین
مختلف نہوتین تو ذات کے صفات نہ ظاہر ہوتے اور جب ایسا نہوتا تو عرفان ذات بھی نہوسکتا
اگرچہ کما حقہ اب بھی نہین ہوسکتا مگر جسقدر اب ممکن ہی پہلے اتنا بھی نہوتا اور یہ عرفان کا ذریعہ
ہمارے لیے نہین بلکہ خود ذات کو یہ منظور ہوا کہ وہ اپنا عرفان آپ کرے دیکھو حدیث قدسی

احببت ان اعرف فخلقت الخلق اگر ہم خود اوسی سامان عرفان ہین۔ گو ایک جزو قلیل ہین تو
ہمکو بھی یہ موقع دیا گیا کہ ہم بھی اوس کا عرفان حاصل کرین کیونکہ ذات کا جو مقصود و منشا ہو
وہ اوس جگہہ پایا جائیگا جہان ذات کا وجود ہے اور چونکہ ذات کا وجود ہر موجود مین ہے
اسلیے بقدر حیثیت ہم مین سے ہر ایک کا مقصود اصلی عرفان ہونا چاہیے مگر بعض انسان
ناخلف کو اعتبارات ظاہری نے بھلا دیا ہے کہ ہم کون ہین اور کسلیے ہین اور سب کو ز ... ہین
ہین اور انسان کامل کو عرفان ذات اسیوجہ سے ہوتا ہے کہ وہ بھلانے والی چیزون کو بھلا دیتا ہے
اور اسلیے زیادہ عرفان انسان کامل ہی کو بہ نسبت ملائک کے ہوسکتا ہے کیونکہ خود انسان کو
مجموعہ ہر صفت و ذات بنایا ہے اور عرفان کے سب صفات خود اوسمین رکھدیے ہین تو
جب انسان اپنی حقیقت سے واقف ہوجائیگا اوس درجہ وہ کمال عرفان حاصل ہوگا جس سے
زیادہ ہونا ناممکن ہے اسلیے ارشاد ہوا ہے من عرف نفسہ عرف ربہ حباب اگر اپنی حقیقت کو
پہچانے تو دریا ہے ورنہ نہایت ذلیل و فانی شئے ہے انسان جب اپنی حقیقت کو پہچان لیتا ہے
تو اسقدر جلیل القدر ہے کہ ملائک تک اوسکو سجدہ کرین اور جس ملک نے سجدہ نکیا وہ کافر ہوگیا
اور یہ عرفان آدم کو خدا نے علم کے ذریعہ سے دیا تھا وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا جو تعینات
و اسما و صفات و مظاہر فرشتون سے پوشیدہ تھے وہ بھی آدم کو معلوم کرائے گئے اور
اونکی حقیقت سے بھی واقف ہوگئے کیونکہ وہ سب آدم مین موجود تھے فرشتے اگرنامر تبے لیتے
جب بھی حق الیقین کے مرتبے پر نہ پہونچ سکتے تھے کیونکہ ملک مین جملہ صفات کی تجلیات
نہین ہین۔ اور چونکہ ذات کا وجود ہر شئے مین ہے اسلیے بقدر حیثیت صفات ہر شئے عارف ہے
گو عارف کامل نہو وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ سے ظاہر کہ جو شئے بظاہر بیجان ہے وہ بھی
خالی از ذات نہین اور جب ذات و صفت دونون موجود ہین تو ضرور ہے کہ صفات ذات
کیطرف متوجہ ہون اور جب اس توجہ مین صفات کو یہ علم ہوگیا کہ ہم کون ہین اور یہ کون ہے
تو یہ مجموعہ صفات سربسجدہ ہوجائیگا کیونکہ عرفان حاصل ہونیکے بعد خودداری نہین رہسکتی

اور یہی فلسفہ عبادت کا ہے جانور اون چیزون کو دیکھتے ہین جنھین ہم ایسے انسان ناقص نہین دیکھسکتے اور اگر وہ نہ دیکھین اونکو تو عرفان ادنی سے بھی ادنی ہو کیونکہ انسان مین تو سب ہی کچھ ہے وہ جب اپنے آپکو دیکھ کے عرفان کامل تک پہونچ سکتا ہے حیوانات کو یہ مرتبہ کہان حاصل ہی لامحالہ اونکی نظر وسیع ہونی چاہیے مگر جو انسان کامل ہو جاتا ہی اوس سے ذات وصفت کا پردہ نہین رہتا کوئی صفت اور مظہر اوسکی حقیقت مین نظر کی آڑ نہین بن سکتا بہرصورت جملہ اشکال مختلف خواہ وہ خارج مین ہون یا ذہن مین درحقیقت تجلیات ذاتی ہین اور وہ موصوف بصفات ہین اور تشخص کے لیے موسوم بہ اسما ہین اور مراتب کے لیے مقسوم بہ اقسام و متکیف بکوائف ہین اور یہی فرق مراتب موضوع قانون آلہی ہے کیونکہ یہی زینہ ہے عرفان کا اگر آخری زینہ کو پہلا زینہ سمجھ کر قدم بڑھایا تو ٹانگین چر جائینگی اور جو زغن بھرکے کوٹھے پر پہونچنا چاہا تو ہڈیان چورہ ہو جائینگی ع گر فرق مراتب نکنی زندیقی + عرفان کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ فرق مراتب کے اس زینہ کے نمبرون کا خیال رکھے جسکے ساتھ جو برتاؤ کرنا چاہیے وہ برتاؤ کرے اور جس سے جو اثر لینا چاہیے وہ اثر لے اور اسکے قواعد مدونہ کو کلام آلہی اور اسکے لانیوالے کو رسول اور ماننے والونکو اُمت مرحومہ کہتے ہین۔
تو وحدت نے اپنی کثرت دکھائی اور ذات نے اپنے مظاہر قائم کیے اور مظاہر صفات ہین اور اکثر صفات عین ذات ہین مگر فرق مراتب صفات سامان عرفان مین جزو اعظم ہی یہ مسئلہ بہت طویل ہی ایک ادنی شمہ وہ بھی تمہید لکھکر ختم کر دیا کیونکہ اس ایک رسالہ مین سب حقائق بتمام وکمال بالتشریح کیونکر سما سکتے تھے شعر

یہ فیض عشق تھا لاکھون سما گئے ارمان	ورنہ اتنون کا دل مین کہان ٹھکانا تھا

فصل ۲۱ شہود

اہل شہود اس امر کے قائل نہین کہ خلاق و مخلوق کی نسبت مثل موج اور دریا کے ہے بلکہ اونکا مقولہ ہی کہ مخلوقات ایک ہمہ تو ہے تجلی ذاتی و صفاتی کا جسطرح آفتاب اور اوسکی دھوپ کہ دھوپ عین آفتاب نہین اور جس طرح

ہر شئ آفتاب کے جلوے سے روشن ہے اوسی طرح وجود ذات باری سے ہر شئ موجود ہے
یعنی یہ کہ خالق ومخلوق کو متحد الحقیقت نہین مانتے بلکہ محض علت ومعلول اور ایسی علت جوکہ
اوسکے جنس سے نہو اور پھر غیر بھی نہو جیسے آفتاب اور اوسکی دھوپ کہ یہ دونون نہ تو
حقیقت مین متحد ہین اور نہ آپسمین ایک دوسرے کے غیر ہین اگرچہ اسمین بہت سی خرابیان
عقلی پیدا ہوتی ہین مگر ہمنے ردوقدح پر قلم نہین اوٹھایا ہے بلکہ اظہار حقیقت پر اور حقیقت
اس ارشاد کی یہ ہے کہ جن بزرگون نے یہ فرمایا ہے وہ دو قسم کے ہین یا تو بمصلحت اونھون نے
ایسا بیان کیا ہے تاکہ فتنہ نہ پھیلے اور واقعی یہ مصلحت اونکی حق تھی کیونکہ جب سے وحدۃ الوجود
کا اظہار ہوا اوسوقت سے کلمات کفر وضلالت کی تعداد مین جہلانے اضافہ کردیا اگر سب
اسی مصلحت پر چلتے اور سر حقیقی کا افشا نکرتے تو آج ہر کافر انا الحق نہ کہتا اور راس یوسف حقیقی کی
بازار مجاز مین لے دے نہوتی مگر یہ امر شدنی تھا اور کیون نہوتا اور ہر ظہور حق ہوا اور ہر اظہار
باطل جلال اور جمال کا ساتھ ہے دوسرے قسم کے وہ بزرگ ہین جنکو عرفان اس حد تک ہوا
کہ اونھون نے متحد الحقیقت نہ دیکھا اب دونون مین امتیاز اونکے مراتب سے ظاہر ہوسکتا ہے
کامل وناقص چھپا نہین رہتا۔ اعتراضات جو اہل شہود کی طرف سے اہل وجود پر ہوے
اور اہل وجود کی جانب سے اہل شہود پر اور آپسمین مباحثے بلکہ مجادلے جو واقع ہوے اس سے
یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نہ وہ شہودی ہین نہ وجودی۔ کیونکہ یہ دونون امور قابل بحث نہین
بلکہ متعلق بہ مشاہدہ ہین اور جو گفتگو اسمین کرے وہ خصوصا مباحثے اور مناقشے وہ ہرگز
صاحب حال نہین اور صاحب قال ہی لہذا وہ دونون سے خارج ہے اور محض دنیادار کہ
مولانا فرماتے ہین ؎ اہل دنیا کافران مطلق اند * روز وشب در زق زق و در بق بق اند
یہان اہل دنیا سے مراد وہی اہل دنیا ہین جو ادعای حقیقت ومعرفت مین زق زق وبق بق
کیا کرتے ہین کیونکہ کفر کا اطلاق زیادہ صحیح اونھین پر ہوسکتا ہے جو کہ عارف نہون اور یہ
ثابت کرین کہ ہر شئ اور ہم خدا ہین یا یہ کہین کہ ہم دھوپ ہین اور وہ آفتاب ہے۔

وہ قطرہ ناچیز یعنی جو دریا سے دور ہو کیونکر انا البحر کہہ سکتا ہے غرض یہ کہ وجود وشہود مین مباحث کرنا درویشی نہین بلکہ دنیاداری ہے اسمین جو شخص زیادہ خاموش ہے وہ زیادہ عارف ہے بہرحال چند کاملین کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ عوام کی غلط فہمی کو رفع کرین یا مصلحت کے قانون کو زندہ کرین۔

فصل ۲ — وحدت وکثرت

وحدت وکثرت ہم اوپر کی فصلون مین ضمناً بیان کرآئے ہین مگر اس مقام پر اُسکی تشریح کرتے ہین۔ وحدت سے مراد یہ ہے کہ ذات اُسکی اسقدر یکتا ہے کہ سوائے اُسکے کسی کا وجود باعتبار حقیقت مطلق نہین یعنے وجود مین بالذات یکتا ہے اور کثرت کے یہ معنی ہین کہ اُس ذات نے بصورت صفات اپنے وجود کو بکثرت دکھایا ہے تاکہ جملہ صفات خارج مین بھی موجود ہون اور بظاہر تمام مظاہر جدا جدا معلوم ہوتے ہین یہ کثرت ظہور کثرت کہلاتی ہے اُسکی مثال وہی ہے کہ مثلاً عدد ایک کی موجودگی ہر عدد مرکب مین ہے چنانچہ ۸ مین آٹھ جگہ ایک نے تکرار کی ہے اور ۹ مین نو مرتبہ علیٰ ہذا القیاس ہر مجموعہ عدد مین سوائے ایک کے اور کسی شے کا وجود نہین اس ایک کا تن تنہا ہر عدد مین موجود رہنا عین وحدت ہے اور جملہ اعداد کی صورت اور نام علیحدہ ہے کسی کا نام ۲ ہے کسی کا نام تین ہے علیٰ ہذا مہاسنگ تک اعداد ہین لیکن ہر عدد مین ایک ہی نے اپنے مراتب دکھائے ہین تو کثرت اعداد جو مہاسنگ سے بھی زیادہ ہے بلکہ اسقدر اعداد ہین کہ وہ علم عدد اور حد شمار سے باہر ہین اسی کو کثرت کہتے ہین یہی حال ذات کا ہے کہ اُسنے اپنی تجلیات کثرت کے ساتھ دکھائے ہین اور ایسی کثرت ہے کہ صرف جہنم مین اتنے آدمی ہونگے کہ وہ حد شمار اور علم عدد سے باہر ہین اسی طرح اٹھارہ ہزار عالم ہین اور ہر عالم کے ہر جز مین جو افراد و اجزا ہین اُنمین سے ہر ایک مین جسقدر ذرات ہین وہ شمار سے باہر ہین غرض یہ کہ کثرت مین وحدت اور وحدت مین کثرت اسی طرح ہے [illegible] سکتے

مثلاً اگر ہم عدد ۸ کو بھی ایک ہی سمجھین اور عدد ستو کو بھی ایک ہی سمجھین اور ایک کو بھی
ایک خیال کرین تو نتیجہ ہمارے خیال کے موافق نہ نکلے گا چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ خدا
ایک ہے اور یہ نہین کہہ سکتے کہ خدا ۸ ہین تو گو ۸ اور ایک کی حقیقت باطناً ایک ہے مگر فرق
مراتب نے نتیجہ مین وہ فرق پیدا کر دیا ہے کہ وہ قول جسمین ایک سے خدا کو منسوب کیا ہو
حق ہے اور جس قول مین خدا کو ۸ سے شمار کیا ہے وہ باطل ہے تو فرق مراتب نے
اب یہ حق و باطل کا فرق بہت بڑا فرق ہے دونون ایک دوسرے کی ضد ہین ایک بات
صحیح ہے اور ایک غلط ہے صحیح کو غلط غلط کو صحیح حق کو باطل اور باطل کو حق کہنے والا مجنون
ہے نہ کوئی اُسکی بات سمجھ سکتا ہے نہ وہ کسی کی بات سمجھ سکتا ہے نہ کوئی کام ٹھیک
کرسکتا ہے اگر زہر اور تریاق کو ایک سمجھے گا تو نتیجہ اپنے خیال کے موافق نہ نکال سکیگا
جو لوگ صاحب مشاہدہ نہین حقیقت اور معرفت سے بہت دور ہین وہ اگر حقیقت کی گفتگو
کرین اور دعویٰ توحید کرین تو گمراہی وضلالت ہے اُنکو مفر اسی مین ہے کہ خدا کو ایک
کہین اور مخلوق کو کثیر کہین اسکے علاوہ اگر کچھ بکینگے جہنمی ہو جائینگے اور اگر جہنم کو وہ جنت سمجھتے
ہین اور جنت کو جہنم اور جحیم کو کوثر و تسنیم خیال کرتے ہین اور عذاب کو راحت تو بلیشک
انکھین اختیار ہے جو چاہین کرین اور جو چاہین کہین مگر حقیقت کے اعتبار سے بھی وہ باطل پرست
ہونگے اور جلالی ہونگے اور جلال ہی کے سپرد ہونگے اور جب اُنکو روحانی تکلیفین ہوگی
تو اُسوقت پچھتائینگے کہ ہمنے ناحق یہ عقیدہ رکھا اُسوقت وہ کہینگے یا لیتنی کنت ترابا اور
خدائے تعالےٰ نے جابجا باطل پرستون کی مذمت کی ہے اور ان لوگون سے وہ سخت
ناراض ہوگا جو کہ جھوٹے ہین اور جھوٹی چیزون کو مانتے ہین لہذا اہل دنیا کو ایسے
بہنے ہوئے فقیرون سے نہ ملنا چاہیے جو سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہین غالباً وہ مان کو مان
اور بہن کو بہن نہین سمجھتے ہونگے کیونکہ اُنکے نزدیک تو سب ایک ہے۔ یہ سب ایک کا
مقولہ صرف اُن لوگون کے لیے مخصوص ہے جو یکسو ہوگئے ہین اور ہر چیز کو اسکی تجلی

دیکھ رہے ہین مگر فرق مراتب کالحاظ وہ بھی رکھتے ہین اور خداے تعالی اُنکو اپنی خاص قدرت سے بدتمیز بے تہذیب اور گنہگار نہین ہوتے دیتا وہ ہروقت محافظت ونگرانی رکھتا ہے اور اُسے ہمیشہ خوش رہتا ہو مگر ایسے شیاطین جو دعاے فقیری کرتے اور باطن مین شیطان ہین خدا سے دور ہین اور وہ اُنسے ناراض ہے اُسنے انکی رسی ڈھیلی کردی ہے ایک دم سے گھسیٹے گا درمیان مین اُسکو کیا پڑی ہے کہ گناہون سے بچاے کیونکہ ہر ایک شخص اپنے دوستون پر لطف وکرم رکھتا ہے اور ہر موقع پر تکالیف روحانی سے بچاتا ہے نہ کہ دشمنون کو۔

فصل ۲۲ حقیقت جمال وجلال جملہ صفات باری تعالی کے سب سے بڑے دو حصے ہین ایک جمالی دوسرے جلالی اور اسی اعتبار سے اسماء ومظاہر بھی جلالی وجمالی ہونگے اور جملہ کیفیات وتاثیرات اور نتائج جلالی یا جمالی ہوتے ہین اور اکثر اشیا ہر جامع جلالی وجمالی ہوتی ہین بلکہ ہر شئے مین جلال وجمال دونون کا ہونا لازم ہے کبھی ایسا ہوتا ہو کہ ظاہر جلال باطن جمال۔ جیسے سزا وتنبیہ کبھی ظاہر مین جمال اور باطن مین جلال جیسے کفار کی راحت کہ انکے لیے ڈھیل دیدی گئی ہے۔ غرضکہ ہر ایک شے خواہ وہ خارج مین موجود ہو یا ذہن ہی مین ہو جلال وجمال سے خالی نہوگی۔ خدا نے آدم کو دونون ہاتھون سے بنایا اسکے یہی معنی ہین کہ جلال وجمال دونون انسان مین جمع ہین بخلاف ملک کے کہ صرف جمالی ہوتے ہین مگر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ملائک مین بھی جلال کی جھلک ہوتی ہے۔ چنانچہ جو فرشتے صرف تسبیح وعبادت وسجود پر معین ہین وہ محض جمالی ہین اور ملائک اربعہ مین سے دو ملک یعنی حضرت اسرافیل عم اور عزرائیل عم کے سپردگی مین خدمات جلالی ہین اسواسطے اُنکو فرشتگان جلالی کہہ سکتے ہین علیٰ ہٰذا فرشتگان عذاب بھی جلالی ہین اور ملائکہ جنان سب جمالی ہین مگر حضرت جبرئیل جامع جلال وجمال ہین۔ عرش وکرسی لوح محفوظ لوح محو واثبات عالم تعینات واسما عالم مثالی عقول عشرہ وہفت افلاک مین سے ہر فلک اور

ہر عقل اور طبقات ارض مین سے ہر طبقہ جامع جمال و جلال ہے مگر ہر فلک اور ہر عالم کے
اجزا مختلف ہین کوئی جلالی کوئی جمالی مثلاً سیارگان مین آفتاب و عطارد جامع جلال و
جمال ہے اور مشتری زہرہ و قمر جمالی اور زحل و مریخ جلالی ہین - جو اشیا جامع جلال
و جمال ہین انمین تین صورتین ہین ایک یہ کہ جمال غالب ہو دوسرے جلال غالب ہو
تیسرے دونون برابر اور اپنے اپنے موقع پر جلال و جمال کار آمد ہو جیسے ذات
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جامع جلال و جمال ہین اور جنمین جلال غالب ہے
انکی مثال آفتاب اور جنمین جمال غالب ہے وہ حضرت سلیمان - اور اکثر اشیا پر جلال و
جمال کا حکم اسی صورت سے لگایا جاتا ہے کہ گو جمال و جلال دونون موجود ہون مگر ایک
کیفیت بشدت زیادہ ہو یا بعد کو زیادہ ہوگئی ہو تو اسی کیفیت سے اسکو منسوب کرتے
ہین بلکہ بہت کم چیزین ایسی ہین جو خالص جمالی یا جلالی ہین جیسے فرشتگان جنانی
و تسبیح کنان کہ یہ خالص جمالی ہین یا انبیا مین حضرت عیسٰی اور حضرت یوسف کہ یہ بھی
جمالی ہین اور خالص جلال کی مثال بہت کم ہے مگر شیطان جب سے مردود ہوگیا ہے
خالص جلالی ہے اور وہ گناہ جسپر کبھی رحمت نہو اور کبھی معاف نہو وہ بھی جلالی ہین
اور باقی تمام اشیا جامع جلال و جمال ہین البتہ اغلب جو کیفیت ہوتی ہے اسی پر
حکم لگایا جاتا ہے اس بنا پر دوزخ جلالی ہے مگر محض جلالی نہین کیونکہ بہت سے
مومن فاسق بھی دوزخ مین جاینگے اور اس عذاب کی کیفیت انکے واسطے ایسی ہے
کہ جیسے سونا چاندی صاف کرنے کے لیے آگ مین ڈالا جاتا ہے اسیواسطے فاسق و فاجر
آگ مین ڈالے جائینگے تاکہ جسقدر افعال انھون نے جلالی کیے تھے اور جسقدر جلال انمین
رہگیا ہے وہ عاقبت مین اسی وقت انکی ذات سے جدا ہوسکتا ہے جبکہ وہ ایک کرہ
جلالی مین ڈالدیے جائین اس سے یہ ہوگا کہ مادہ جلالی مخزن جلال مین جاکے ملجائیگا
اور محض جمال رہجائینگے اسوقت جنت جو کہ خالص جمال ہے انکے لیے مناسب ہوسکیگی

قبل اسکے کہ کسی مین جلالی کیفیات مادہ موجود ہو جنت جمالی کیواسطے غیر جنس ہے مگر
جن لوگون مین جلالی کیفیت کم ہے وہ جنت مین بھیجدیے جائینگے کیونکہ جنت سے
انکو بہ نسبت جہنم کے زیادہ مناسبت ہوگی اور جنمین جلالی کیفیات زیادہ ہین وہ دوزخ
مین ڈالے جائینگے تاکہ مرکز جلال اُس کیفیت کو اُنکی ذات سے کھینچ لے اور جتنے
عرصہ مین یہ تنقیہ ہو جائیگا اُتنے دنون کے بعد وہ دوزخ سے نکال لیے جائینگے
چنانچہ ۷ ہزار برس کے بعد کوئی مومن جہنم مین نرہیگا ہر شئے اپنے مرکز کی طرف رجوع
ہوتی ہے ایک رائی برابر بھی جسمین ایمان ہے اور تمام عمر سواے گناہ کے اور
کوئی فعل نہین کیا تو وہ بھی آخرکار جنت مین جائیگا کیونکہ گناہون کی تاثیر جو اُسکے
ہر رگ وریشہ مین پیدا ہوگئی ہے وہ ایک عرصہ کے بعد جہنم مین کہ وہ جلال کا مرکز
ہے جاکے ملجائیگی اور پھر صرف وہ عقیدہ باقی رہجائیگا اُسوقت جنت کی طرف وہ
فطرۃً مائل ہوگا کیونکہ جنت محض جمالی ہے اور یہ اب صاحب جمال ہو جائیگا۔

جنت محض جمالی ہے اور دوزخ محض جلالی نہین جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہین اسیواسطے
جسکے گناہ ثواب برابر ہین وہ جنت مین جائیگا کیونکہ جنت مین محض جمالی ہونیکی وجہ سے
قوت جاذبہ جمال زیادہ ہے اور دوزخ مین قوت جاذبہ جلال اسوقت زیادہ ہو سکتی ہے
جب اُسکو زیادہ جلال ملے اور اسیواسطے خدا کی رحمت جو کہ جمال خالص ہے بہ نسبت
جلال کے زیادہ وسیع ہے اور اسی سے اُسکے اسما مین جمالی اسما کی زیادتی ہے چنانچہ
اسم رحمن سواے اللہ کے باقی تمام اسما پر مقدم ہے اور وہ ارحم الراحمین ہے کیونکہ
دوزخ بھی اُسنے بنائی تو ایسی کہ زیادہ تر مخلوق کے لیے سبب جنت ہوگی اور جنت سبب
دوزخ کسی وقت نہوگی اور ایک نیکی بعض وقت تمام گناہون پر بھاری ہوگی غرض
ہزارون دلائل اس امر کے ہین کہ اُسکا جمال غالب ہے منجملہ اُنکے ایک یہ بھی ہے
کہ اہل جمال یعنے اولیا دعوت جمال کے واسطے بہت ہلائے گئے اور اہل جلال تعداد مین

کم ہین یعنی شیاطین اور انسان ہین کے جن ہین جمالی قوتین زیادہ ہین اور زیادہ صورتین جمال کی غالب آسکی ہین نفس امارہ صرف جلالی ہے اور جمالی نفس لوامہ نفس مطمئنہ اور روح انسانی ہے۔ اور روح حیوانی کو جامع بنایا ہے۔ چنانچہ جملہ قواے حیوانی جامع ہین اگر قوت شہواتی سے جائز کام لیا جائے تو مال ہو اور مولد جمال ہو اور اگر ناجائز طریقہ سے استعمال کی جائے تو جلال ہو علی ہذا۔

حسن روحانی خالص جمال حسن حیوانی جامع اور حسن نفسانی جلالی ہے گو حسن نفسانی ہین جلال وجمال دونون ممکن ہین مگر غلبہ جلال ہے وجہ یہ کہ بمقابلہ روحانی افعال کے تمام جسمانی افعال جلالی ہین عشق جامع جلال وجمال ہے مجازی ہین اکثر غلبہ جلال اور حقیقی ہین شاذ ونادر نتیجہ جلال ہوتا ہے انسان کے جملہ افعال نفسانی جلالی ہین ہر ایک نیکی اور اصلی راحت جمال اور تکلیف جلال ہے ہر نیکی جمالی اور ہر بدی جلالی ہے ہر نور اور طہارت اور طیب اور مسرت محبت ورحم جمالی اور ظلمت نجاست خباثت غم عداوت وغصہ جلالی ہے چنانچہ حیوان طاہر اور حلال جمالی اور نجس مثل خنزیر وغیرہ کے جلالی ہین اور بعض جامع ہین اور بعض اشیا ایسے ہین کہ ابتدا ہین جمالی بعد جلالی ہوتے ہین جیسے عیش دنیوی جسمین شکر نہو اور بعض ابتدا ہین جلالی ہوتے ہین بعد کو جمالی ہو جاتے ہین جیسے مصیبت جسمین صبر کیا جائے اور وہ رونا جو اپنے گناہون پر ہو۔ سوا اُن چیزون کے جو خالص جمالی یا جلالی یا جامع ہین باقی تمام ہین سے اکثر اسطرح پر واقع ہین کہ اگر ظاہر جمال ہے تو باطن جلال ہے اور اسی طرح عکس اسکا (دیکھو فصل ظاہر وباطن)۔

تمام انسان بھی ایسے ہی ہوتے ہین کوئی ظاہر ہین جمالی باطن ہین جلالی کوئی باطن ہین جمالی ظاہر ہین جلالی اور کسی ہین حصہ غالب جلالی کسی ہین جمالی غالب ہے اور کوئی جامع یعنے جامع سے یہ مراد نہین کہ جلال کے موقع پر جلالی قوت صرف کرتا ہے اور جمال کے موقع پر جمالی بلکہ یہان جامع سے یہ مراد ہے کہ دونون برابر برابر چنانچہ ایسے

ایسے لوگ جنھون نے گناہ و ثواب برابر یا قریب قریب کیے ہین اُنکا فیصلہ قیامت مین
ایک میزان کے ذریعے سے ہوگا اُسمین ایک پلہ جمالی ہوگا ایک جلالی اگر دونون برابر ہونگے
تو خدا چونکہ زیادہ حصہ جمال کا مالک ہے اسوجہ سے غالباً رحم کریگا اور اگر جلال زیادہ ہوا
تو اتنی مدت کیلیے دوزخ مین ڈالا جائیگا کہ حصۂ تاثیرات جلال جسقدر ہے اُسکو دوزخ جذب کریگی
خلاصہ یہ کہ جمال و جلال دونون علٰحدہ علٰحدہ ہین صاحب جلال کے افعال جلالی
ہونگے اُسکا انجام بھی جلالی ہوگا اور صاحب جمال کے افعال جمالی ہونگے اور اُسکا
نتیجہ بھی جمال ہوگا ہر ایک کو یہ کوشش کرنا چاہیے کہ جمال سے تعلقات پیدا کرے
کیونکہ خوشنودی خدا جمالی ہے اور غضب اُسکا جلالی ہے۔

فصل ۲۴
ذات و صفت

بعض علماے ظاہر کا قول ہے کہ ذات و صفات علٰحدہ علٰحدہ ہین
یعنے صفات غیر ذات ہین اور بعض کا مقولہ ہے کہ نہ عین ذات
ہین نہ غیر ذات ہین بلکہ بین بین مگر حقیقت یہ ہے کہ صفات عین ذات ہین تمام اہل حقائق
نے ایسا ہی کہا ہے اور غور کرنے سے اہل باطن پر پوشیدہ نرہیگا کہ جب تمام صفات
مجموعی حیثیت سے ذات پر دلالت کرتے ہین تو جو عین صفات کا ہوا وہی عین ذات ہے
یعنے حقیقت صفات ذات ہے مثلاً اسم انسان مین غور کرو کہ انسان جتنی اشیا سے مرکب
ہے وہ سب اُسکے صفات ہین تو جو حقیقت اور جو عین صفات انسان کی ہے وہی ذات
انسان ہے اب وہم ہوگا اسوجہ سے ہوتا ہے کہ صفات تین قسم کے ہین ذاتی صفاتی افعالی
افعال مین چونکہ تغیرات ہین اسلیے یہ مغالطہ ہوتا ہو کہ ذات مین تو تغیر ہوتا نہین اور صفات
افعالی مین ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صفات عین ذات نہین ورنہ تغیر صفات سے تغیر
ذات لازم آئیگا مگر درحقیقت صفات افعالی صفات حقیقی نہین ہین بلکہ مجازاً اُنکو صفت کہا ہے
جو صفات حقیقی ہین اُنکو بالذات تغیر نہین لہذا اس عاجز کے خیال مین (جو کہ فضل خدا کے جبر و
اور بزرگون کی مدد کی وجہ سے ان اسرار حقیقت کے قلمبند کرنے پر تیار ہو گیا ہے)

یہ فیصلہ آیا ہے کہ ذات باری کے جتنے صفات حقیقی ہین وہ سب عین ذات ہین اور جو
صفات جو کسی وقت یا کسی شخص کی قید کے ساتھ مقید ہین وہ فرداً فرداً عین ذات نہین
اگرچہ حقیقۃً وہ بھی عین ذات ہین مگر انکو عین ذات کہنا نہ چاہیے کیونکہ ذات کے ساتھ
ایک منقصت پیدا ہوتی ہے اور یہ سوء ادبی ہے خصوصاً اہل ظاہر کے لیے مثلاً اللہ
یا رحمن یا قدس یا سبحان وغیرہ ہین جو صفتین نکلتی ہین اگر انمین سے ہر ایک صفت کو
عین ذات کہین تو کوئی نقصان یا قباحت نہین بخلاف اسکے اگر مصور یا ہادی کی صفت
تصویر گری یا ہدایت کو عین ذات کہین تو گو حقیقۃً صحیح ہے لیکن بظاہر ذات مقید اور متغیر
محسوس ہوتی ہے اور جب تک یہ نہ کہا جائے کہ ان دونون صفتون کا عین وہی
ذات ہے جو معبودیت اور قدسیت کی عین ہے اسوقت تک ظاہری منقصت رفع نہین ہوتی
اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ صفات کس حقیقت سے صفات ہین اور کس بنا پر ذات
کا لفظ علیحدہ مقرر کیا گیا جبکہ دونون کا عین ایک ہی ہے اور یہی امر ضروری ہے ۔
ذات اگرچہ عین صفات ہے مگر جب صفات سے قطع نظر کر کے ذات کو مطلق تصور
کرینگے تو وہ تصور ذات کا تصور ہوگا اور جب اُس ذات کو مع اُسکے صفات کے
تصور کرینگے تو یہ تصور مرتبہ صفات مین ہوگا ۔ اور جب ذات کو اپنا عرفان منظور ہوا
تو صفات کا ظہور اُس عرفان کا سامان قرار دیا گیا لہذا صفات کے اعتبار سے حضرت
علمیہ مین جو صورتین قائم ہوئین اور جن صورتون کے مظاہر قائم کرنیکا ارادہ علم کے
ساتھ مین قائم ہو چکا تھا اُن صورتون کے مجموعہ کا نام عالم اعیان ثابتہ رکھا گیا یہ صفات کا
تعین و تصور ذات کا پہلا ظہور ہے اور یہ ظہور ایک ایسا ظہور ہے جیسا کہ انسان کے علم
و ارادے کے ساتھ کسی آیندہ صناعی کے بابت خیال مین اُسکی صورتین تجویز کیجاتی ہین
اسیطرح ذات کا پہلا ظہور عالم اعیان ثابتہ مین باعتبار تعینات ہوا بعد اسکے اُن تصورات کا
ظہور خارجیہ ... ہوا اور عالم تعینات و اسما عالم ارواح ... [illegible]

جنت ود و زخ عرش وکرسی عقول عشرہ ہفت افلاک اور عناصر اور مخلوقات جاندار درجہ
بدرجہ ترتیب وار خارج ہین بحکم کُن موجود ہوے یہ تمام اشیا مجموعی حیثیت سے بھی اور فرداً
فرداً بھی اونھین صفات کے مظاہر ہین اور اونھین صورتون کے مطابق ہین جو عالم مثالی مین
بعد اعیان ثابتہ ذات اقدس نے بلحاظ صفات قائم ومتصور کرلی تہین اور اونھین صفات کی
مفہوم کے مطابق اسماء ذاتی وصفاتی وافعالی ہین چنانچہ صفات نے جو ظہور کیے وہ سب
اسما کے مظاہر ہین لہذا بعض اسماء ذاتی ہین جیسے اللہ اور بعض اسما ذاتی ہین تو مگر ساتھ ہی
جملہ صفات کا بھی لحاظ ہے جیسے اسم رحمٰن کہ باوجود ذاتی اسم ہونیکے جملہ صفات اسکے تحت
مین ہین اور بعض اسما ایسے ہین جو ایک جانب ہین اپنی ذات سے متعلق ہین دوسری
جانب اپنے مظاہر سے جیسے رب اور بعض اسما ایسے ہین کہ وہ تنزیہی ہین یعنی اپنے صفات
ومظاہر کیطرف سے بے پروا ہین جیسے قدوس اور سبحان بعض اسما ایسے ہین جو تشبیہی ہین
جیسے مصور۔ اور بعض چند در چند صفات سے متعلق ہین مثلاً عزیزؔ اور بعض افعال سے
تعلق رکھتے ہین جو کسی ایک وقت معین یا ایک طبقہ معینہ سے متعلق ہین جیسے منتقم اور یہ سب
اسما یا تو جمالی محض ہین جیسے رحمٰن وہاب یا جلالی محض ہین جیسے مُضِلّ یا غالب الجمال ہین
جیسے ستار یا غالب الجلال ہین جیسے منتقم یا جامع ہین جیسے مالک یا محیط۔

عالم مثالی سے ابد تک جسقدر صفات جمالی ہین اونکو تعلقات جمالی سے ہونگے اور علیٰ ہذا القیاس
جسقدر جلالی صفات ہین وہ ہمیشہ جلال ہی سے متعلق رہین گے اور ہر صفت کا ظہور یا اسم کا
مظہر چونکہ عرفان کے لیے ایک ضروری سامان ہے یہ تو کوئی شے ایسی نہین جو کسی نکسی اسم کا
مظہر نہو ہر ایک ذرے مین کسی نکسی صفت کا ظہور ہے لہذا وہ کسی نہ کسی اسم کے مظاہر مین
ضرور داخل ہے مگر انسان جملہ اسما کا مظہر اتم ہے کیونکہ انسان مین جملہ صفات کا ظہور ہوا ہے
انسان کا ہر جزو ایک خاص اسم کا مظہر ہے جو انسان کہ صرف مظاہر جلالی کیطرف مائل ہو وہ خلاف
خوشنودی خدا اور اوسکا انجام جلالی ہوگا کیونکہ غضب اوس سے متعلق رہیگا اور نتیجہ اسکا قہر ہوگا

جو آدمی لوگون کو گمراہ کرتا ہے وہ اسم جلالی مضل کا مظہر خاص ہے جیسا کہ شیطان اسم مضل کا
مظہر کامل ہے اور لوگون کو ہدایت کرنے والا مظہر ہادی ہے جملہ روشن چیزین نور کی مظہر ہین
مغرور انسان متکبر کی مظہر ہین مگر یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ خوشنودی ایک جمالی صفت ہے
اور وہ اوسکے لیے ہے جو صاحب جمال ہو۔ تو متکبر ایک جلالی اسم ہے اسکا مظہر اتم ابلیس ہے
اور جو انسان کہ مغرور ہے وہ بھی اسی اسم کے تحت مین ہوا لہذا اوسکو بھی جلالی معاملات سے
سابقہ پڑیگا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ جلال بھی اوسیکا ہے اور جمال بھی اوسیکا تو ہم کہین گے کہ غضب و قہر
بھی اوسی کا ہے اور جہنم بھی اوسیکا (جلال) ہے کسی اور کا نہین تو کیا حرج ہے اگر جلالی
حرکات کرتے ہو جلال کے سپرد کیے جاؤگے اوسوقت رونا نہین اور نہ نادم ہونا اور نہ کہنا
کہ یالیتنی کنت ترابا۔ جو شخص عقل سلیم رکھتا ہے جو کہ ایک نور جمالی ہے وہ ہمارے ان تمام
مضامین سے انشاء اللہ تعالی نتیجہ و تاثیر جمالی لیگا اور جو جہالت و حماقت کا تودہ ہے جو کہ
ایک ظلمت جلالی ہے وہ ان مضامین پر اعتراضات کریگا اور وساوس و خطرات اوسکو لعین
شیطان ایسے پیدا کریگا کہ اوسکو جواب نہ سوجھین گے مگر جو ہر ایک معاملہ مین خدا سے مدد
چاہتا ہے اور اوسپر بھروسہ رکھتا ہے خدا اوسکو کبھی شیطان کے قبضہ مین نہین دینا چاہتا
و منکسر شخص رحمت الٰہی کے آغوش مین رہتا ہے اور مغرور شخص ابلیس کے سپرد ہوتا ہے
پڑھو آیۃ الطیبات للطیبین الآیۃ۔

غرض یہ کہ خدا کا عرفان جب خود اوسکو منظور ہوا تو اوسنے اپنے صفات کا ایک آئینہ خانہ
بنایا اور وہ آئینہ مین پرتو افگن ہے اور آئینہ صفات سے مرکب ہے اور صفات غیر ذات
نہین تو ہر شئی بلکہ ہر ذرہ جو کہ جسد و لا یتجزی ہو اور ہر مرئی و غیر مرئی شئی بلکہ ہر ذہنی و خارجی
چیز اوسیکے صفات کے قالب مین ہے اور ہر قالب مین ذی روح ہے جسکو اوسنے ان الفاظ
مین فرمایا ہے اللہ نور السموات و الارض جو اس علم سے واقف ہے وہ خدا سے قریب ہے
اور جسکا جسقدر علم اسپر زیادہ ہے اوسیقدر اوسکو قربت ہے اور جو اس سے ناواقف و بے علم ہے

وہ اوسیقدر دور ہے بہرصورت انسان کو متصف باخلاق الٓہی اور پیرو صاحب خلق عظیم ہونا
اوسی راستہ پر لیجائیگا جو سیدھا خدا کی طرف اور اوسکی منزل قربت و رحمت کی سمت گیا ہی
اور اسکے عکس او سکے خلاف رہگئی ہے

فصل
حجابات

سالک کو اثناء راہ مشاہدہ مین جو حجابات در پیش ہوتے ہین اونکی انتہا کسیکو معلوم نہین کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ ہر شخص کو اوسکے مناسب حجابات پیش آتے ہین ایسا نہین کہ حجابات نور ہون اور وہ ہر شخص کو پیش آئین بلکہ یہانتک کہا جاسکتا ہے کہ ایک سالک کو جو حجاب ہے وہ دوسرے کیلیے نور ہے اور جو مشاہدہ کہ ایک سالک کے حق مین نور ہے وہ دوسرے کے واسطے حجاب ہے اب رہا یہ کہ نفس الامر مین وہ کیا ہے اسکا فیصلہ ایک صورت سے بہت آسان ہے اور دوسری صورت سے بہت مشکل ہی اسلیے آسان ہے کہ از روی حقیقت جو امر بیان کیا جائیگا وہ اگرچہ صحیح ہوگا مگر اوس سے کوئی سالک کا فائدہ نہوگا تاہم اوسکا اظہار ضروریات کتاب ہذا سے ہے۔

واقعی امر تو یہ ہے کہ ہر حجاب حقیقت مین نور ہے اور یہ نور حقیقت مین حجاب نہین کیونکہ تشکل صفات حجاب کی حقیقت ہے اور تجلی ذاتی نور کی حقیقت ہے تو چونکہ ہر صفت حقیقت مین عین ذات ہے اور یہ لازم نہین کہ ذات بلباس صفت ہو تو اس کلیہ کی بنا پر یہی فیصلہ صحیح ہی کہ ہر حجاب حقیقت مین نور ہے کیونکہ حجاب ایک تشکل تجلی جلالی ہے اور جب وہ تشکل جو کہ اعتباری ہے بنظر غائر دیکھا جاتا ہے تو اوسکے قالب مین جو روح نظر آتی ہے وہ جمالی ہوتی ہے یعنی نور لہذا ہر حجاب حقیقت مین نور ہوتا ہے اب رہے انوار تجلی سے اکثر تو تجلیات موتی ہین اور آخر مین تجلی ذاتی حجاب نہین ہوتی ہے بلکہ اصلی مشاہدہ وہی ہے اور پھر اوسکے بعد تو کوئی مرتبہ مشاہدہ کا نہین یہ تو جو سالک کو اثناء راہ مین مشاہدہ ہوتا ہے ایک طرح سے وہ بھی حجاب ہے کیونکہ حجابات کے بہت اقسام ہین اول حجاب کثیف جو سب سے پہلے ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب انسان گناہون مین مبتلا رہتا ہے اور سخت سے سخت گناہ کرتا ہے تو قلب سیاہ ہو جاتا ہے نفس لوامہ

پستہ نہیں رہتا اور نفس مطمئنہ کا تو نام ونشان تک نہیں رہتا صرف نفس امارہ کی حکومت تمام ملک
انسانی پر رہتی ہے روح انسانی قلب کے ایک گوشہ مین ایسی پوشیدہ ہو جاتی ہے کہ گویا
فنا ہو جاتی ہے یہ سب سے بڑا حجاب کثیف ہے اسکے بعد مثلا وہ شخص توبہ کرے اور گناہ ہونا
چھوڑ دے تو اس حجاب کی ترقی موقوف ہو جائیگی ۔ اب اس مقام پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر
اوس حجاب کی اور ترقی ہو گی تو کہانتک ہو گی جسقدر صورتین خرابی روح کی ہو سکتی ہین وہ تو
یہان ہو چکین مگر نہین اگر بعد ان روحانی خرابیون کے اگر پھر بھی وہی افعال شیطانی
جاری رہین اور اونمین تجدید وایجاد وزیادتی رہے تو اوس کا حجاب کثیف جسکو دوسرے لفظون مین
جلال غالب کہنا چاہیے ایک نئی صورت اختیار کرتا جاتا ہے اور وہ دو صورتین ہوتی ہین ایک
ظاہری ایک باطنی ظاہری صورت جب تکمیل پر پہونچ جاتی ہے تو انسان کا عالم ظاہر یعنی جسم
ایک صورت جلالی (غالب) اختیار کرتا ہے اور وہ اکثر سور کی شکل مین ہو جاتا ہے چنانچہ
ایسے لوگ مرتے وقت ایسی ہی شکل مین ہو جاتے ہین یا بعد مرنیکے اونکا قالب خصوصًا چہرہ سور کا
ہو جاتا ہے یہ اصل مین اوسکے نفس امارہ کا اثر ہے جو کہ صورت مجسمہ اختیار کرتا ہے اور نفس امارہ
چونکہ جلال غالب ہے اسلیے جلال کامل کی صورتون مین مجسم ہوتا ہے اور جلال کامل کوئی انسان
نہین ہو سکتا جمال کامل صرف آنحضرت کی ذات اقدس تھی اور جلال کامل کسی انسان کا ہو سکنا
غیر ممکن ہے کیونکہ انسان کی ذاتی جامعیت اوس سے کبھی جدا نہین ہو سکتی یہ ممکن ہے کہ محض جمال
ہو جاسی اور جسقدر جلال باقی رہے وہ اپنے موقع پر صرف ہو جیسا کہ انبیاء معصومین گذری ہین
مگر جلال محض ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ خدا کے اوصاف مین جمال اوصاف غالب ہین تو صرف جمال محض
غیر ممکن نہین مگر انسان کے لیے بسبب جامعیت مشکل ہے اب رہا جلال چونکہ خدا کے اوصاف مین
جلال کا حصہ زیادہ نہین اسوجہ سے انسان جو کہ جامع اوصاف خداوندی ہے وہ محض جلال کیونکر
ہو سکتا ہے شیطان البتہ جلال محض ہے اور یہی وجہ ہے کہ شیطان جو کہ جلال محض ہے ذات جمال محض
یعنی آنحضرت کی صورت مین نہین آسکتا تو کوئی انسان اپنی صورت مین رہکر کیونکر جلال محض سے

متشکل ہوسکتا ہے لامحالہ اوسکے نفس امارہ کو ایک دوسری شکل جو کہ جلال محض کی ہو اختیار کرنا ہوگی اور بہتر یہی کہ وہ حیوان مین ہو نہ کہ نباتات وجمادات مین کیونکہ انسان وحیوان مین نوعیت متحد ہے اور اسیوجہ سے قربت بھی ہے غرض یہ کہ ایسے آدمیون کا چہرہ سور کا ہوجاتا ہے اللھم احفظنا خدا سب مسلمانون کو بچائے — اب یہ بھی ظاہر کردینا چاہیے کہ یہ ضرور نہین کہ نفس امارہ تمام افعال پر غالب ہو بلکہ کسی ایک مگر خاص گناہ کے کرنیسے بھی ایسا ہوسکتا ہے کہ جب وہ حد کمال پر پہونچ جاتا ہے اور جلال محض ہوجاتا ہے اوسوقت وہ فطرۃ وہی صورت جلالی اختیار کرسکتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی ولی کامل کا دشمن ہوجائے اور اوسکو آزار پہونچاتا اور عقیدہ کرلینا گویا لازم ہوجائے تو وہ بھی اپنے حد کمال پر پہونچ کے یہی صورت پیدا کریگا یا قریب قریب اسکے مثلاً مرتے وقت یا مرتے ہی غلیظ منہ سے کرنا چونکہ ایسا اتفاق اکثر ہوا ہے اسوجہ سے اطبا نے اسکو ایک عارضہ مقرر کرلیا ہے اوسکا نام استیلاوس ہے مگر اسکو لا علاج مانتے ہین اسکی بھی وہی وجہ ہے کہ نجس اور بدبودار اشیا بھی داخل جلال مین جو شئے زیادہ نجس اور بدبودار ہے اوسیقدر وہ اپنے حد جلال مین کامل ہے چنانچہ غلیظ انسان اعلی درجہ کی جلالی شئے ہے اور بعض اہل نفس کی قبرون مین سانپ اور بچھو دیکھے گئے ہین اسکی بھی یہی حقیقت ہے کہ موذی جانور جسقدر ہین سب جلالی ہین تو لازم ہے کہ نفس امارہ کے افعال جب حد سے تجاوز کرجائین تو وہ ایسی صورتین اختیار کرین اور اونسے سخت تکلیف ہوتی ہے کیونکہ اگر تکلیف ایذا نہو تو پھر صفت جلالی کہان ہوگی اور برعکس اسکے جن لوگون کا نفس امارہ مغلوب ہوکر روح انسانی غالب ہوگئی ہے اور نفس مطمئنہ کی صورت پیدا ہوگئی ہے وہ جمالی صورتین اور اشیا اختیار کرتی ہے اگر کسی کی سمجھ مین یہ نہ آئے کہ نفس صورتین کیونکر اختیار کرسکتا ہے جبکہ تناسخ محال ہے تو اوسکو یون سمجھنا چاہیے کہ ہر ایک شئی جب اپنی حد مین کامل ہوتی ہے تو اپنے جنس کو کھینچتی ہے چنانچہ نفس امارہ جو کہ جلال ہے جلالی اشیا نجس و بدبودار اور موذی حیوانون کو ملا لیتی ہے اور جب روح صاف و لطیف ہوجاتی ہے تو اپنے ہمجنسون کو یعنی جمالی اشیا کو مثل ملائکہ رحمت و حسن

جنور و خوشبو وغیرہ کھینچتی ہے بہرحال بات ایک ہی ہے غرضکہ حجاب کثیف کا اعلی درجہ تو یہی
کہ نفس امارہ بشدت غالب ہوکر اور روح کو مغلوب کرکے محیط و مسلط ہو جائے اوسکے بعد اوس سے
توبہ کرکے جسقدر زیادتی افعال روحانی مین کیجائے گی اوسیقدر وہ حجاب کثیف دور ہوتا جائیگا
اور قلب کی سیاہی رفع ہوتی جائیگی یہانتک کہ جب نفس و روح مین اور اوسکے کیفیات و تاثیرات
وغیرہ مین درجہ مساوات ہو جائیگا اور کسیقدر غلبہ خواہ وہ کتنا ہی خفیف ہو روح کو حاصل ہونا
شروع ہوگا تو اوسوقت حجاب کثیف کا اطلاق اوسپر بالکل نہوگا بلکہ حجاب لطیف باقی رہیگا اور اب
اصول تصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس کے اصول پر جسقدر زیادہ ہونا جائیگا اوسیقدر حجاب کی کمی ہوتی
جائیگی یعنی مثلاً حجابات ستر ہزار مین بتدریج ایک ایک حجاب رفع ہونا شروع ہوگا یہانتک کہ جب
عالم ناسوت سے گذر جائیگا تو سالک کو حجابات نور سے سابقہ پڑیگا اسکو حجاب نوری اسیوجہ سے
کہتے ہین کہ ہر ایک تجلی کا مشاہدہ درحقیقت ذات کا مشاہدہ نہوگا بلکہ صفات جمالی کی کیفیت جمالی
بترتیب و بسلسلہ ترقی کرتی جائیگی یہانتک کہ جب ذات کا مشاہدہ دیدۂ دل سے ہو سکیگا
تو اوسوقت حجاب نوری بھی اوٹھ جائیگا اور یہ جمال محض ہے یا اوسکا پرتو ہی کیونکہ یہ مانی ہوئی بات ہے
کہ جمال محض صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے اور اسکی مثال ٹھیک اسطرح ہے کہ جب
اس آفتاب جمال نے طلوع کیا تو افق کے اول خط پر حضرت آدم علیہ السلام کا ظہور ہوا اور پھر
ہر خط پر ایک ایک نبی کی بعثت ہوئی یہانتک کہ جب خط استوا پر یہ آفتاب آیا تو خود ذات اقدس نے
ظہور فرمایا چنانچہ آپ کی پیدائش مکہ مین ہوئی اور جب غروب کی طرف یہ آفتاب رجوع ہوا تو
ہر خط پر ایک ولی کا ظہور ہوا اسیوجہ سے اکثر کاملین اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ ہر ولی کی ولایت
ایک نبی کے قلب پر ہوتی ہے اسکا راز یہی ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان ہر خط غربی ایک خط
شرقی کے محاذی ہے لہذا خط شرقی کا پرتو اوس خط غربی پر ضرور پڑیگا جو اوسکے محاذ مین واقع ہے
یہی وجہ ہے کہ ہر ولی ایک نبی کے پرتو پر ہوتا ہے لہذا یہی وجہ ہے کہ جب ولایت و نبوت کا مقابلہ
کیا جاتا ہے تو نبوت تشبیہی صورت مین معلوم ہوتی ہے اور ولایت بمقابلۂ نبوت تنزیہی ہے کیونکہ

کیونکہ اعلان وابلاغ خاص علامات تشبیہ ہین اور یہ صرف انبیا کے لوازم ہین اولیا کے نہین
کیونکہ آفتاب کا غروب کیطرف مائل ہونا تنزیہ کا اشارہ کرتا ہے اور طلوع ہوکر بلند ہوتے رہنا
یہانتک کہ خط استواء پر آجانا تشبیہ کے ظہور ہین سے ہوا وجب آفتاب خط استواء پر ہوتا ہے
تو طلوع و غروب یعنی شرق وغرب دونون سے مساوی نسبت ہوتی ہے یہی وجہ ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تشبیہ و تنزیہ کے جامع تھے اور یہی وجہ ہے کہ آپ خاتم النبی تھے کیونکہ نبوت
بمقابلہ ولایت تشبیہی ظہور ہے اور تشبیہی سلسلہ طلوع سے خط استواء تک ہے اسکے بعد تنزیہی
سلسلہ شروع ہوتا ہے تو لامحالہ خط استواء تشبیہات کا آخری خط ہوگا اور آپ کی ذات بابرکات
گویا خط استواء سے منسوب ہے تو ضرور ہے کہ آخری نبی آپ کو ہونا چاہیے۔
اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے قد کا سایہ نتھا کیونکہ جسوقت خط استواء پر آفتاب ہو تو سیدھی
چیزون کا سایہ نہین ہوتا جو ٹیڑھی رکھی جائین اونکا سایہ پڑیگا چنانچہ جنکی عقلین کج تہین صرف
وہی اس عالمگیری روشنی سے محروم رہے اور ظلمت کے سایہ مین آگئے۔ اور یہی وجہ تھی
کہ تمام عالم کے لیے آپ رحمت اور ہادی تھے کیونکہ آفتاب نصف النہار روی زمین پہ اپنی پوری
روشنی ڈالتا ہے بخلاف اوسوقت کے جب وہ طلوع یا غروب کی جانب مائل ہو کیونکہ اوسوقت
ایک جانب زیادہ تاریکی اور ایک جانب زیادہ روشنی ہوگی چنانچہ کسی نبی کا دین دنیا مین بقدر
مرتبہ وسیع نہین ہوا جسقدر آنحضرت کا اور یہی وجہ ہے کہ جس مقام پر آفتاب نصف النہار سے
پوری روشنی ڈالی تھی وہان کسی ظلمت کا سایہ یعنی کسی کافر کا گذر نہین ہوسکتا اور وہ مدینہ ومکہ ہے
اور حضرت عیسیٰ کا دین جو بہت مروج ہے اسکی وجہ ایک تو یہ ہے کہ آفتاب قریب نصف النہار
آچکا تھا دوسرے حضرت عیسیٰ کو مرتبہ نبوت کے علاوہ مرتبہ ولایت بھی حاصل ہوگا چنانچہ
آخر زمانہ مین آپ ولی امت محمدی ہوکر تشریف لائین گے لہذا آپکا حصہ طلوع وغروب دونون
ہی اسوجہ سے آپکا دین بھی بہت مروج ہے اور یہی وجہ ہے کہ افق شرقی پر جب آفتاب تھا
اور حضرت آدم کا ظہور ہوا تھا تو اوسوقت کے مناسبت سے دینی روشنی اوسیقدر خفیف تھی

یہانتک کہ خود ان سے لغزش ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ قرب آنحضرت جو زمانہ تھا اوس مین جیسے
اولیاء اللہ ہوتے تھے ایسے اب نہین ہوتے اور روز بروز تنزلی ہے یہی لازمہ زوال آفتاب ہے
اور یہ جو مشہور ہے کہ انبیا اور اولیا مین بعض نبی اور بعض ولی تشبیہی اور بعض تنزیہی ہوئے ہین
تو اسپر یہ شبہ جو ہوتا ہے کہ انبیا مین سب نبی تشبیہی ہونا چاہیے کیونکہ وہ سب برخ طلوع
کی وجہ سے تشبیہی تھے اور سب ولیون کو تنزیہی ہونا چاہیے کیونکہ سبکو نسبت تنزیہی تھی بسبب
سمت غروبی کے تو یہ شبہ غلط ہے کیونکہ اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے آفتاب کبھی ابر مین آجائے
اور کبھی بے ابر کے رہے خواہ جانب غروب جا رہا ہو خواہ طلوع ہو رہا ہو تو جسوقت
آفتاب ابر مین ہوا اوسکا ابر تو تنزیہی ہوا اور دن تشبیہی - اور آفتاب کا ایک مرتبہ دورہ کرنا یعنی
صرف ایک شبانہ روز تو یہ کوئی نظام نہین قائم ہو سکتا لہذا ضرور ہوا کہ ہزار دن لاکھون
دورے کرے تاکہ ایک نظام قائم ہو جائے چنانچہ حدیث مین ہے کہ خدا نے دو لاکھ آدم
پیدا کیے ان اللہ خلق مائتا الف آدم اب رہا یہ امر کہ یہ کب سے ہے اور کب تک
رہیگا تو یہ مسلم ہے کہ جو شئے ازلی نہو گی وہ ابدی کیونکر ہو گی اور یہ آفتاب ذاتی ہے مگر مع صفات
ہے تو یہ صورت اس آفتاب ذاتی کی ازلی نہین کہ صفات کے شعاعون کے ساتھ ہو چنانچہ ظہور
صفات سے پہلے ذات بحت تھی اور اوسکا یہ فرمان ہے احببت ان اعرف فخلقت الخلق
عرفان کیلیے ظہور صفات کی ضرورت تھی اور ظہور صفات اس حدیث قدسی سے ظاہر ہے
کہ ازلی نہین گو مدت اسیقدر گذری ہو کہ علم حد سے باہر ہو اور اگر اس مین کلام ہو کہ جو شئے
قدیم نہین وہ ابدی بھی نہو گی تو اسکا ثبوت بھی موجود ہے کہ خود ذات باری نے آنحضرت صلعم کو
خاتم النبی فرمایا ہے تو خاتم النبی کے یہ معنی نہین ہو سکتے کہ اپنے زمانے کے خاتم بلکہ صریحی مفہوم
یہی ہے کہ اب انکے بعد کوئی نبی نہو گا اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اب دوسرے آدم بھی
نہ پیدا ہونگے تو اب مشاہدہ ذات بدون لحاظ صفات جسوقت ہوا اوسیوقت مع حجاب
ہوگا ورنہ حجابات کا سلسلہ نامتناہی ہے کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ جمال کا حجاب جلال ہے

اور ذات کیواسطے صفات حجاب ہے مگر جسطرح سالکون مین بسبب کمال زوال کے وہ زور
نہین ہو اوسی طرح یہ خوبی بھی وہاب وکریم نے عنایت فرمائی ہو کہ اکثر سالکون کے حجابات یا تو
بہت جلد جلد رفع ہوتے ہین یا ایکدم سے بہت سے حجابات اوٹھ جاتے ہین چنانچہ اب جسقدر
مجذوب ہوتے ہین اوسقدر پہلے نہوتے تھے دوسری نعمت یہ ہے کہ ایک ایک سالک کو
بہت بہت سے زور ہین اول تو کسی نبی کے قلب پر ولایت قائم ہوتی ہے اوسکا بھی کا پرتو
سب سے پہلی اعانت ہے دوسرے آفتاب ذاتی وصفاتی کا فیض متاخرین اہل ولایت سے
بسبب اس اعتبار کے زیادہ قریب ہوتا جاتا ہے کہ آفتاب کے دورے ہین جسقدر زیادہ غروب
کیطرف مائل ہوتا جائیگا اوسیقدر طلوع سے یعنی افق شرقی سے قریب ہوتا جائیگا تو فیضان
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے دوسری قوت متاخرین کو یہ ہے کہ
جسقدر اولیاء اللہ تعداد مین ہر سلسلہ کے بڑھتے جاتے ہین اوسیقدر ہر سالک متاخرین کی نسبتین
بڑھتی جاتی ہین مثلاً سو برس اودھر جو شخص سلسلہ مین تھا اوسکے پچیس مرشد تھے اور اوسکو پچیس
نسبتین تھین اور اب ستائیس نسبتین ہین تو یہ نسبتین تعداد مین زیادہ ہوتی جاتی ہین علاوہ
ان سب باتون کے اوس آفتاب ذات صفاتی یہ بھی ملاحظہ کر رہا ہے کہ ہملوگونکی قوتین قلبی
وجسمانی بہت کم ہین اوس زمانہ کے لوگون کی سی محنت نہین کرسکتے تو وہ ضرور رعایت کریگا اور ہمین
علاوہ سب کے اپنی جانب سے زیادہ نعمت دیگا جسکو وہب سے کہتے ہین اور شیر ظرفی بھی وہی
عنایت کرتا ہے تاکہ ہم بہت سے حجابون کے اکدم سے رفع ہوجانے پر لا یعقل نہوجائین
جیساکہ اوسکا ارشاد ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔

فصل
یقین کے مراتب

یقین کے تین درجے ہین علم الیقین عین الیقین حق الیقین اسکی تشریح
یہ ہو کہ جب کسی امر کا علم یقینی ہو اور کسی قسم کا شبہ نہ باقی رہے تو اوسے
علم الیقین کا مرتبہ حاصل ہوا مثلاً یہ علم یقینی طور پر ہو کہ آگ جلادیتی ہے تو آگ کے وجود اور اوسکی
صفت کا علم بدرجہ یقین ہوجانا مرتبہ علم الیقین ہے اسیطرح ذات کے وجود اور اوسکے صفات کا

علم یقینی ہے جسطرح آگ اور اوسکی صفت کا علم ہر صاحب عقل کو ہوتا ہے یا جیسے شہر مکہ کا وجود
اور اوسمین کعبہ وغیرہ کا ہونا ہر شخص کے علم مین یقینی ہے اسکو علم الیقین کہتے ہین ایسا ہی یقین
ذات اور صفات خداوندی کا ہو جسمین رسالت و ملائک اور جنت و دوزخ اور حشر و نشر بھی
شامل ہے یہ مرتبہ یقین کا پہلا درجہ ہے اور شریعت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے -
دوسرا مرتبہ عین الیقین ہے اسکا یہ مطلب ہے کہ وہ علم جو صرف سماعت کی وجہ سے درجہ
یقین پر پہونچگیا تھا اور دوسرے کی وجہ سے یقینی علم ہوا تھا وہ بذات خود اپنے مشاہدہ مین
آجائے اور اب یہ یقین عینی ہے سماعی نہین اسکا مرتبہ علم الیقین سے زیادہ ہے کیونکہ
سنی سنائی بات گو وہ یقینی ہی ہو اور اوسمین کسی طرح کا شک نرہے پھر بھی مثل ذاتی معائنہ و تجربہ
کے نہین اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے آگ کو خود اس حالت مین دیکھ لیا کہ اوسنے کسی شے کو
جلا دیا گو پہلے بھی علم یقینی تھا کہ وہ ضرور جلاتی ہے گو اب چشم خود دیکھ لیا کہ کاغذ اوسمین ڈالا گیا
اور وہ فورا جلگیا تو یہ عین الیقین ہے اسی مطابقت کے ساتھ ذات و صفات و رسالت
وغیرہ کا بالذات مشاہدہ ہوجائے یعنی اپنی آنکھ سے دیکھ لے تو اسکو عین الیقین کہتے ہین اسکے بعد
یقین کا درجہ حق الیقین ہے اور وہ اسطرح ہے کہ آگ مین خود اپنے آپکو جلا کے دیکھ لے اب کوئی درجہ
یقین کا باقی نہین رہا کیونکہ اسکے بعد خود اپنی ذات کی فنا ہوا اور جب اپنی فنا ہی تو یقین کسکو ہوگا
غرض یہ کہ حق الیقین وہ مرتبہ یقین ہے جسکے بعد نہ تو کوئی مرتبہ ہے اور نہ اسکے بعد کوئی منزل ہے
یعنی جب آگ مین کوئی شے جلجاتی ہے تو وہ پھر واپس نہین ہوسکتی اسمین یہ بھی خیال رکھنا چاہیے
کہ آگ مین اسقدر عرصہ ہر شے کو گذرجانا چاہیے جسپر جلنے کا ادراک ہوجائے کیونکہ یہ ایک بڑی ہی
بے انصافی ہوگی اگر کسی چیز کو صرف آگ دکھادی جائے اور پھر بھی اوسپر یہ خیال کیا جائے
کہ آگ نے اوسے جلا دیا مثلا آگ مین اتنی دیر ہاتھ رکھا ہے کہ ہاتھ جلجائے ورنہ اگر صرف
اتنی ہی دیر گذری کہ ادھر کا حصہ جلا تو ہاتھ کے جلنے کا اطلاق اوسپر نہوگا اسیطرح جب حق الیقین
کے مرتبہ مین سالک پہونچ جاتا ہے تو پھر واپس نہین ہوسکتا -

وصل ۱ — مراتب فنا

فنا کے تین مرتبے ہین فنافی الشیخ یہ مبتدی کے لیے لازم ہے دوسرا مرتبہ فنافی الرسول۔ اور یہ متوسطین کیواسطے۔ اور تیسرا فنافی اللہ ہے یہ کاملین کیلیے ہی اسکی صورت یون ہے کہ جب سالک سلوک مین قدم رکھتا ہے تو اوسکو لازم ہو کہ مرشد کی ہدایت اپنے قلب کو مشغول کرے اور اسقدر توجہ کامل ہو جیساکہ منزل مقصود مین ہوتا چاہیے یعنی اسکو اپنا اصلی مقصود سمجھے اور اگر ایسا نہ سمجھے گا تو ہرگز فنافی الشیخ کا مرتبہ نہ جاری ہوگا مگر اوس شخص کیواسطے ہی جو کہ عاشق حقیقی ابتدا ہی سو ہے کیونکہ اگر ایسا ہوگا تو یہ ایک تنزل ہوگا یا جس شخص کو جناب رسالتمآب سے عشق ہے اوسکو بھی فنافی الشیخ کی ضرورت نہین کیونکہ عاشق حقیقی اور عاشق رسول اللہ مبتدی نہین ہے بلکہ عاشق رسول کا مرتبہ ایک اعتبار سے اور وہ ظاہری ہے متوسطین مین ہے اور ایک لحاظ سے جو کہ باطنی ہے کاملین مین ہے بہر صورت مبتدی ان دونون مین سے کوئی نہین لہذا اوسے فنافی الشیخ کی ضرورت نہین بلکہ مضر ہی مگر جو لوگ صرف اسلیے بیعت کرتے ہین کہ عشق حقیقی پیدا کرین یا عشق حقیقی کے مراتب و فیوض کو پہونچین اوسکو لازم ہے کہ تصور شیخ کے علاوہ اوسکے ہدایات آیۃ و حدیث کے مثل سمجھین اور جو ہدایت یا قول اوسکا خلاف آیۃ و حدیث صریحی ہو اوسمین بغیر غور کیے یہ نہ خیال کرین کہ یہ خلاف خدا و رسول ہی ضرور اوسمین کوئی مصلحت ہوگی ورنہ یہ ممکن نہین کہ کوئی مرشد کامل کوئی حکم خلاف حکم خدا و رسول کوئی حکم دے یا کچھ بیان کرے یا یہ ماننا پڑیگا کہ وہ مرشد ناقص بلکہ خود گمراہ ہی اور جب یہ خیال آیگا تو بیعت فسخ ہوجائیگی لہذا اول ہی سے یہ تجویز کرلینا چاہیے کہ مرشد بیقین کامل ہو کہ وہ ہادی اور کامل ہے اور ہمیشہ رہیگا اگر ایسا نہین ہو تو ہرگز بیعت نکرے غرض جب اس امر کا یقین اول ہوجائی تو اوسوقت جو وہ کہے وہ کرے کیونکہ پھر اوسکے دل مین یہ خیال آہی نہین سکتا ہے کہ مرشد نے خلاف خدا و رسول کوئی بات کہی چنانچہ مولانا حافظ فرماتے ہین **شعر**

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید	کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

اصل بات یہ ہی کہ مرشد کامل کے ہر حکم مین ایک پوشیدہ راز ہوتا ہے اور اوسکا مقصود حقیقی

وہی ہوتا ہے جو کہ شارع کا ہے اور اوسکی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص [illegible] قانون کی
حقیقت سے ایسا واقف ہو کہ گویا وہ اوس قانون کے بنانے مین شریک اور مشیر تھا یا کوئی
طبیب کسی مریض خاص کے معاملہ مین شیخ الرئیس وغیرہ کے قوانین کے خلاف رائے دیتا ہے تو
تو اگر مریض قابل ہے اور خود بھی حکیم ہے ضرور اعتراض کریگا مگر العلم حجاب الاکبر اوسکا نام ہے
لامحالہ مریض کو یہ لازم ہوگا کہ وہ اپنی رای کو کامل سمجھے ورنہ یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ طبیب نالائق ہے
اوسوقت یہ ضرور ہے کہ علاج بدل دے تو جب یہ سمجھ لیا جائے کہ طبیب کامل اور حاذق ہی
اوسوقت یہ بھی ضرور ہے کہ جو کچھ کہے وہی کرنا چاہیے خواہ شیخ الرئیس کے خلاف ہو دوا کسی
اور کلیہ سے کہ اور اسی حالت مین مریض کو شفا بھی ہو سکتی ہے اسی طرح ہر ایک مرید کو بھی
ضروری ہی کہ جو کچھ مرشد کہے وہی کرے اور یہ ضرور ہوگا کہ اوسکا ہر قول گو بظاہر خلاف شریعت ہو
مگر بباطن عین مقصود شریعت ہوگا جب اس مرتبہ کو طے کریگا تو ایک نسبت مرشد سے
قائم ہو جائیگی اور اوس نسبت سے یہ نتیجہ ہوگا کہ سلسلہ مین جسقدر کاملین ہین سبکے فیوض کا
پرتو اوسپر پڑیگا ظاہر ہے کہ ایسی حالت مین وہ اونھین کے زمرہ مین داخل ہو جائے گا اور
حدیث مین بھی ہے کہ المرء مع من احب یعنی جو جس سے محبت کرتا ہے اوسیکے ساتھ
حشر مین وہ ہوگا تو جب کوئی مرید اپنے مرشد سے محبت رکھتا ہے جو اوسکا حشر ہوگا وہی
اسکا ہوگا اب رہی فنافی الرسول کی صورت یہ مرتبہ متوسطین ہے مگر ایسا بہت کم ہوتا ہی
کہ یہ سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ فنافی الرسول جو شخص ہے اوسکو فنافی الشیخ کی ضرورت نہین اور
فنافی اللہ جو ہوتا ہے اوسکو فنافی الرسول اور فنافی الشیخ کی ضرورت نہین اور اسیطرح
فنافی الشیخ جو شخص ہے اوسکو بھی زیادہ ضرورت نہین کہ دونون منازل طے کرے لہذا حاصل یہ
ہوا کہ فنا کے ہر سہ مراتب مین سے جس مراتب پر فائز ہو جائیگا منزل مقصود کو پہونچ جائیگا
بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ قائم رہتا ہے اور نہ کچھ ایسی ضرورت ہے خود بخود
ایک مرتبہ سے دونون مرتبہ مین پہونچ جاتا ہے

فصل ۲
حقیقة الحقائق

حقیقة الحقائق کا بیان کرنا غیر ممکن ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ کسی چیز کی حقیقت
خواہ وہ ایک ادنی ذرہ یا قطرہ ہو اوسکی حقیقت و کنہ کا ظاہر کرنا امکان سے
باہر ہے چہ جائیکہ حقیقة الحقائق وجہ اسکی یہ ہے کہ حقیقت کنہ باطنی ہوتی ہے اور یہ دیدۂ دل کے
مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہے زبان وقلم سے ممکن نہین الفاظ کے بغیر کوئی بیان نہین ہوسکتا
اور الفاظ عالم ظاہر سے وابستہ ہین اور عالم ظاہر کے لیے مخصوص ہین عالم باطن کیواسطے
الفاظ نہین آ گیا ادراک خیال مین اوسکی تجلی ہوسکتی ہے اور وہ تجلیات کسی قالب سے متعلق نہین
جسطرح روح انسانی انسان کے جسم سے باہر نکلکر غیر مرئی ہے اوسی طرح حقیقت عقل کلی سے
باہر نہین نکل سکتی اور اگر نکلے تو اپنا جلوہ نہین دکھا سکتی اور مزید تشریح اسکی یہ ہے کہ بالکل اسیطرح
جسطرح ذات جب ظاہر ہوگی تو وہ صفت ہوجائیگی اوسی طرح جب ظاہر ہوگی یا کیجائیگی تو
حقیقت حقیقت نہ رہیگی بلکہ اسما ہونگے اوس ذات حقیقت کے اسوجہ سے اوسکا بیان کرنا
اس صورت سے محال ہے کہ حقیقت بیان مین آسکے اور حقیقت رہے عالم ظاہر مین حقیقت کا
بدون قالب اسما کے آنا محال ہے اسوجہ سے بذریعہ الفاظ یا اشارات یا عبارات وغیرہ ادراک
حقیقت ممکن نہین اور یہ امر صرف حقیقت پر موقوف نہین اوس سے بہت ادنی چیزین جنکو
ہم کیفیت کہتے ہین وہ بھی بیان مین نہین آسکتین۔ مثلاً درد جس عضو مین ہو اگر کوئی چاہے
کہ زبان یا قلم مین لاکر کسیکو دکھا سکے تو کوئی نہین دیکھ سکتا یا اگر کوئی چاہے کہ کسی لذت کو جو صرف
قوت ذائقہ مین متجلی ہوسکتی ہے الفاظ سے ادا کرے یہ ممکن نہین جسنے کبھی شیرین چیز نہ کھائی ہو
یا پھیکی چیز کا مزہ نہ چکھا ہو اوس سے اگر شیرین اور پھیکی پن کا اظہار کیا جائیگا خواہ کیسے الفاظ ہون
تو یہ ممکن نہین کہ اوسکو ان لذتون کا پورا ادراک ہوجائے یا ادراک صرف اس امر پر موقوف ہے
کہ قوت ذائقہ مین اوسکی تجلی ہو اسیطرح حقیقت کسی شی کی سوای روح کے اور کسی چیز کو محسوس نہین ہوسکتی
اور بہت سی مشکل چیزین الفاظ سے ادا کی گئی ہین مگر حقیقت عموماً اور خصوصاً حقیقة الحقائق الفاظ
وعبارت سے ظاہر نہین ہوسکتے اگر اظہار کیا جائیگا تو حقیقت اپنی حقیقت مین نہ رہیگی —

باہر ہو اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا عارف وہ ہے
جو یہ کہے کہ مین تجکو اتنا نہین پہچانا جتنا پہچاننے کا حق ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ جبتک
انسان انسان ہے اوسوقت تک عرفان کامل نہین ہوسکتا کیونکہ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی
کہ پہچاننے کا حق جو ہے وہ بالاتر ہے اور باقی رہجاتا ہے اوس انسان سے جو سب سے
بڑا عارف ہو تو انسانون مین سب سے بڑا عارف انسان عارف کامل نہین ہوتا اور عارف
کامل وہی ہوگا جو واصل حق اسطرح ہو جائے جسطرح حباب فنا ہوکر دریا مین وصل اور نامعلوم
ہوجاتا ہے تو جیسا کہ قطرہ فنا ہو کے قطرہ نہین رہتا اور دریا کے حکم مین آجاتا ہے اسیطرح
انسان فنافی الذات ہو کے اوس مرتبہ پر پہونچ جاتا ہی جسکو عرفان کامل کا مرتبہ کہتے ہین اور گویا
یون سمجھ لینا چاہیے کہ جو شخص عرفان کی کوشش نہین کرتا وہ اپنے خلق کے مقصود اصلی کو
فوت کرتا ہے اور انا للہ وانا الیہ راجعون کے خلاف راہ پر چلنا چاہتا ہے اور اس حدیث
قدسی کے مفہوم رد کرتا ہے احببت ان اعرف فخلقت الخلق اور شریعت کے باطن سے
کوئی تعلق نہین رکھتا ہے اور اطلبوا العلم ولو کان فی الصین کی حدیث پر عمل نہین کرتا اور
اوس نعمت سے محروم ہے جو تمام نعمتون سے بہتر خدا نے پیدا کی ہے یعنی عقل اور وہ کسی ذرہ
یا قطرے کی اصلی حالت سے واقف نہین بلکہ محض جاہل اور کم عقل ہے اور اگر بظاہر شرع کا
عامل ہے تو وہ وصال خدا یا عرفان کے بجاے جنت و حور کا طالب ہے اور گویا اوسکا مقصود
اصلی عیش و راحت ہے اور جو خلاف شرع ہے وہ تو گویا جہنم کا عاشق ہے اور ناراضی خدا
اوسکا مقصود معلوم ہوتا ہے غرض یہ کہ سواے معرفت کے اور کوئی شے انسان اور اوسکی
آفرینش کا مقصود نہین اور نہونا چاہیے اور جسقدر قوانین قدرت نے بنائے ہین خواہ وہ کسی
نبی کی امت مین رواج پذیر ہون یا کسی بادشاہ کی رعایا مین نافذ ہون یا کسی قوم مین بطور رسوم
مروج ہون ان سب کا مفہوم تمدنی ہے اور تمدن کا خاص فلسفہ یہ ہے کہ ایک سرای ہے
یا شاہراہ عام ہے جہان مسافرون کو آپس مین ایک دوسرے کی مخالفت نکرنا چاہیے اور

کوئی کسی کو پریشان نکرے تاکہ اوسکی منزل کھوٹی نہو انسان کو ستانا ایک قسم کی رہزنی ہے
اور ایسی رہزنی جس سے خود رہزن بھی اپنے گھر اور منزل کا راستہ بھول جائے اسیواسطے
لکھا ہے کہ خلق اللہ کو دکھ پہونچانے سے بڑھکر کوئی گناہ نہین اور خلق اللہ کو آرام پہونچانے سے
بڑھکر کوئی عمل خیر نہین اور اسیوجہ سے ہرنبی پر ابلاغ فرض عین اور امت کے ہر فرد پر
عمل اوسکا فرض عین ہے ۔

غرض کہ معرفت ہی مقصود اصلی ہے اور کوئی منزل کسی مسافر کو نہین ملتی جبتک اوسکا صحیح
راستہ نہ اختیار کرے اور صحیح راستہ عقلاً و نقلاً سواے اسکے اور کوئی نہین کہ عامل شریعت
اور سالک طریقت ہو۔ اکثر لوگون کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ صرف خلق اللہ کو نفع
پہونچانے اور موحد ہونے سے کامل المعرفۃ اور واصل الی اللہ ہوگئے یہ سچ ہے مگر یہ اوسوقت ہوا
جب کوئی نبی اونکے سر پر نہوا کیونکہ جب مسافر کو رہنما نملا اور راستے اپنے ہمراہیونکو کوئی آزار
نہ پہونچایا تو اوسکا سد راہ کوئی نہوا اور رہنما نے اوسکو بذات خود اپنی طرف بلالیا کیونکہ وہ
معبود سے رہنما ہے اور اپنے ہمراہ مسافرون کو کوئی دکھ بھی نہین پہونچایا ہو مگر جس شخص کے
سر پر رہنما یعنی کوئی نبی ہوتا ہے موجود ہو تو اوسکو اس رہنما سے سرگردانی کرنا ایک ایسا گناہ ہے
کہ اوس گناہ سے ضرور ہے کہ اوسکے لیے اور راستے مسدود ہو جائین تو اب ہمارے نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کوئی شخص منزل مقصود کو نہین پہونچ سکتا

باب چہارم معرفت

فصل اول
عرفان ذات باری

ذات باری کا عرفان خود ذات اقدس کے سوا دوسریکو ہونا
ممتنع ہے کیونکہ یہ ایک سامنے کی بات ہے کہ کسی شخص یا چیز کا
عرفان اوسی ذات کو ہوسکتا ہے جو کم از کم اوسکے کمالات باطنی اور ظاہری کو محیط ہو اور اگر
پہچاننے والا خود محاط ہو تو اپنے محیط کا عارف کامل نہین ہوسکتا چنانچہ ذات باری ہمارے

اوسپر ہر مخلوق کے خود بھی محیط ہے لہذا وہ ہمکو اپنے عرفان کے احاطہ مین اور اپنے ادراک کے سایہ مین
لیسکتا ہے ہم اوسکو محیط ادراک نہین ہوسکتے اسیواسطے ارشاد ہوا ہے لا یدرکہ الابصار و
ہو یدرک الابصار یعنی بصارتین اوسکا ادراک نہین کرسکتین وہ بصارتون کا ادراک کرتا ہے اور
دوسری وجہ یہ ہے کہ نور حقیقت قوت مدرکہ انسانی کو اسیطرح خیرہ کردیتی ہے جسطرح آفتاب اپنی
دیکھنے والی آنکھ کو چکا چوندھ ڈالدیتا ہے اور دیکھنے نہین دیتا تو جب ادنی چیزین ادراک
انسانی مین نہین آتی ہین اتنی بڑی چیز کو جو کہ محیط ہے سارے عالمون کو اور جو ہے ہر موجود کا
اور روح ہے ہر جسم کی اور ذات ہے ہر صفت مین اور نور ہے ہر ظلمت کیلیے اوسکا ادراک
و عرفان انسان کو قطعی محال ہے مگر انسان جب انسان نہین رہتا تو اوسوقت عارف کامل
ہوجاتا ہے یا یون کہا جائے کہ عارف کامل انسان کے جامہ مین رہکر انسان نہین رہتا اس مقام
بہتر ہوگا اگر مسئلہ رویت بیان کردیا جائے۔

چہرے کی آنکھون سے کوئی شخص خدا کو ہرگز نہین دیکھ سکتا کیونکہ جو شئے حواس باطنی کو اپنے احتما
نہ لگالیوے اوسکو چہرے کی ظاہری آنکھ کیونکر دیکھ سکتی ہے جسقدر چیزین اس آنکھ سے نظر آتی ہین
اونکے لیے لازم ہے کہ وہ مجسم ہون اور صرف مجسم ہی نہین بلکہ کسی لون مین ہون یعنی کوئی رنگ
اونکے سطح جسم پر ہو مثلاً ہوا جو کہ کوئی لون نہین رکھتی ہے اگر مجسم ہے لیکن نظر نہین آتی البتہ اوسکا
ادراک دوسری قوتون سے ہوتا ہے یعنی اوسکی سنسناہٹ قوت سماعت محسوس کرتی ہے
اور قوت لامسہ کے حس مین بھی وہ آتی ہے اور جب وہ کسی قسم کی بو سے آمیختہ ہوتی ہے تو قوت
شامہ بھی اوسے محسوس کرتی ہے علی ہذا القیاس حواس باطنی مین اوسکا حس ہوتا ہے تو قوت
باصرہ مین صرف وہی چیز آسکتی ہے جو کہ مجسم اور رنگین ہو یہ ظاہر ہے کہ ذات سبحانہ تعالی اس سے
بری ہے نہ وہ جسم رکھتا ہے اور جب جسم نہین رکھتا ہے تو لون کیسا اسوجہ سے وہ چہرہ کی آنکھ سے
تو نظر نہین آسکتا اور اس رویت کے موافق حضرت موسیٰ نے اوسے دیکھنا چاہا مگر یہ نظارہ
ممکن نہتھا اسوجہ سے ارشاد ہوا کہ تو مجکو نہین دیکھ سکتا ہے مگر حضرت موسیٰ نے نہ مانا اور اصرار کیا

آخر ایک تجلی نے بیہوش کردیا وہ تجلی اگرچہ ذاتی تھی مگر تجلی ہی کے قالب مین تھی اسلیے ایک روشنی
مثل برق کے اول محسوس ہوتی اور پھر چونکہ تجلی ذاتی تھی اور اوسکی صفت تنزیہی ہے اسوجہ سے
حضرت موسی تو بیہوش ہوے اور طور جلگیا تنزیہی اور ذاتی تجلی کا مقتضا یہ ہے کہ وہ فنا چاہتی ہے
اسلیے طور کی استعداد کے موافق اوسکی فنا ہوگئی یعنی وہ جلگیا اور موسیٰ کے حیثیت کے موافق
اونکی فنا ہوگئی یعنی تھوڑی سی دیر کے لیے صفات جدا ہوگئے اور صرف ذات باقی رہگئی اور موسیٰ
کی وہ حالت تھی جسکو غش سے تعبیر کیا گیا ہے حالانکہ وہ غش نہ تھا بلکہ صفات کی فنا تھی اور
اسمین راز یہ ہے کہ موسیٰ کی بھی آرزو پوری ہوتی تھی اسوجہ سے اونکے حواس ظاہری تو معطل
کردیے گئے مگر دیدۂ دل کی آنکھ کھولدی گئی اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دیدۂ دل اوسیوقت وا ہوگا
جبکہ دیدہ ظاہر بند ہوے تو جب موسیٰ منزہ ہوگئے یا مختلف ومتعدد الفاظ مین اس اس طرح کہا جائے
کہ دیدۂ ظاہر کو بند کرکے دیدۂ باطن سے مشاہدہ کرنے کے لیے تیار ہوگئے یا تجلی ذاتی سے
مناسبت کیلیے کیفیت ذاتی حضرت موسی مین باقی رہگئی تھی جسطرح نور اوس ذات کا آنکھ کے مقابل تھا
اوسیطرح ذات اوس نور کی دیدۂ دل کے مقابل تھی مگر آنکھ جسطرح اوس نور سے جھپک گئی
عجب نہین کہ اوسیطرح دیدۂ دل نہ جھپکا ہو کیونکہ خدا کو منظور تھا کہ کچھ نظارہ کرین اور اسکی دلیل
یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اول تو ایسی درخواست جو ناممکن الوقوع اور خلاف عرفان ہے نہین
کرسکتے تھے دوسرے خدای تعالی کو کچھ لحاظ اس امر کا ضرور رہا ہوگا کہ جہانتک سے علیحدہ ہو
وہانتک حضرت موسی کی یہ خواہش پوری کردیجائے اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ خدای تعالے
ایک نبی کے دل مین جو کہ معصوم ہے کبھی ایسی غلط اور باطل تمنا نہین پیدا کرسکتا جو کہ خدا کی
شان مین کمی ظاہر کرے یا اپنی ناواقفیت اور جہالت کا ثبوت دے لہذا یہ ماننا پڑیگا کہ حضرت
موسیٰ کو حسرت رویت اوسیطرح تھی جسطرح کہ ممکن ہے یعنی دیدۂ دل سے اب رہا یہ امر کہ انکار
کیون ہوا اگر یہ نظارہ دیدۂ دل کا ممکن تھا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر ظاہری صورت انکار اور
حضرت موسی کے غش کی نہوتی تو ہر شخص کو جرأت نظارہ ہوجاتی تو خدا کیا ہوا ایک تماشا ہوا

لہذا اسکا یہ انکار اور بباطن قبولیت تھی اور اس انکار مین صداقت یہ تھی کہ چشم ظاہر سے موسیٰ نہ دیکھ سکے اور قبولیت کی صداقت یہ ہوئی کہ چشم باطن سے دیکھ لیا۔ تو خدا ہی تعالی کے دیدار مین جب یہ مشکلین ہین اوسکا عرفان کسقدر مشکل ہوگا کیونکہ اول مرتبہ علم و عرفان کا مشاہدہ۔ بعد اسکے اور بہت مراتب ہین اوسوقت سب کے آخر مین عرفان ہوسکتا ہے گو وہ بھی اگر ممکن ہو لیکن یہ بھی نفی نہین کیجاتی کہ عرفان ذات سبحانہ تعالی ممتنع ہے کیونکہ جو واصل حق ہو جائیگا اوسے عرفان کامل حاصل ہوگا اور واصل حق ہو جانا چونکہ ممتنع نہین اسوجہ سے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ عرفان بھی ممکن ہے اب رہا یہ امر کہ واصل حق ہونا کیونکر ممکن ہے اسکا امکان اور اوسکا اظہار تو اونھین لوگون سے کچھ خوب ہوسکتا ہے جو کہ واصل الی الحق ہین ہم سوا اسکے اور کچھ نہین کہہ سکتے کہ یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ اور یہ رجوع اصل مین خوشخبری اور مژدہ ہے کامیابی وصل کا ورنہ محض رجوع کے لیے تو ہر ایک چیز موجود ہے کوئی شئے نہین جو اوسکی راجع نہو البتہ رجوع مسرت و کامیابی جسکا اظہار راضیۃ مرضیۃ سے بخوبی ہو رہا ہے یہی ظاہر کر رہا ہے کہ جس نفس مطمئنہ کو جو آرزو ہو اسکے حاصل ہونیکے بعد عاشق اور طالب وصل کی رضامندی ہوسکتی ہے تو اگرچہ صاف و صراحۃ اسکا اظہار نہین کیا گیا مگر ایسے معاملات اسیطرح ظاہر کیے جاتے ہین کھلم کھلا اگر کہے جائین تو بہت سے نقصان ایسے لازم آئین جو کہ قانونی یعنی شرعی مصلحت کے خلاف ہین تو کسی کو اس امر سے نا امید نہونا چاہیے کہ عرفان یا وصل حقیقی حاصل نہوگا مگر یہ بات ضرور ہے کہ سالکون نے جو اصول قرار دیئے ہین اونکی اتباع کرنا لازم و الزم ہے اور اگر ایسا نکریگا تو کوئی اور صورت کامیابی کی عادت الہی کے مواقف نہین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت تو فرض عین ہے اصول مین ممکن ہے کہ اونمین سے کوئی کسیکو کم ہو یا کوئی زیادہ ہو۔

فصل ۲ عرفان ذات خود

اپنے آپ کو جسنے پہچان لیا ہے اوسنے گویا خدا کو پہچان لیا وجہ اسکی یہ ہے کہ انسان مجموعہ جملہ صفات باری تعالی ہے اور عالم کبیر مین سے کوئی شئے ایسی نہین جو

چونکہ انسان مین ہواسی سے اسکو عالم صغیر کہا ہے تمام عوالم کے ساتھہ مطابق کرکے انسان کے
تمام اعضا وغیرہ کا بیان تو نہایت طویل ہوگا مگر چند امور کلیہ بیان کیے جاتے ہین —
اول اعیان ثابتہ ہین جوکہ دراصل صور علمیہ ہین اور یہ تمام موجودات سے پہلے حضرت
علمیہ مین ارادے کی ساتھہ ہی صورتین قائم ہوئین اور وہ صورتین بحیثیت مجموعی کلیات کے
طور پر تھین نہ کہ بطور جزئیات تو انسان مین بمقابل اعیان ثابتہ کے وہ ارادہ وعلم ہے
جسمین ضرورت کی وجہ سے اوسیکے ساتھہ ہی کسی چیز بنانے کا تصور پیدا ہوتا ہے —
بعد اعیان ثابتہ کے وہان عالم مثالی ہے جسمین تمام کائنات کی وہ صورتین جوکہ فرداً فرداً
علیحدہ علیحدہ ہین قائم ہوئین تاکہ اون صورتون کے مطابق کائنات کا ظہور ہو اور اس
عالم مثالی کو روحانی تعلق اعیان ثابتہ سے ہے اور جسمانی تعلق تمام موجودات سے اوسکو گویا
عالم مثال روح وجسم کے مابین مین ہے اسکے مقابل مین انسان کے یہان قوت متخیلہ ہے
اور اسکو عالم خیال بھی کہتے ہین اسی عالم مین انسان وہ صورتین پیدا کرتا ہے جنکے مطابق
وہ تمام اشیا جنکا ارادہ اوسنے کیا تھا بنا کے خارج مین ظاہر کریگا اور جسطرح عالم مثال مین
اعیان ثابتہ کی تفصیل ہوتی ہے اوسیطرح انسان کے عالم خیال مین اوسکے ارادے کی
تفصیل ہوتی ہے وہان صور علمیہ کلیہ نے جوکہ اعیان ثابتہ ہین تھین عالم مثال مین فرداً فرداً
ظہور کیا یہان تصور مطلق نے عالم خیال مین جزءً جزءً تصویرین قائم کین چنانچہ ہر انسان بحیثیت مجموعی اپنے تخیل
اور قوی الدماغ جب کوئی انجن یا مشین بنانیکا ارادہ کرتا ہے تو عالم خیال مین وہ اوسکے
کل پرزے ادنی سے اعلی تک تجویز کرکے اونکی صورت تک قائم اور ذہن مین محفوظ کرلیتا ہے
بعد ازان عالم مثالی کے مطابق وہان تمام کائنات کا ظہور ہوا اور اول وہ چیزین بنائی گئین جو
دوسری چیزون کے لیے لازم تھین مثلاً خلقت دنیا سے قبل عناصر بنائے گئے بعد اوسکے
مو الید ثلاثہ اسیطرح انسان بھی اپنے عالم خیال کے مطابق اول وہ اشیا وسامان فراہم کرتا ہے جوکہ اوسکو
انجن یا مشین کیلیے ابتداءً درکار ہونگے یعنی دھاتین اور دھات کیلیے اونکو مناسب قطع مین

ڈھالنے یا گرم رہنے کے لیے آگ پانی وغیرہ اور اوزار اوسکے بعد جسطرح وہاں مو الید ثلاثہ ہے
اوسیطرح یہان پرزے اوسنے بنائے اور ہر پرزہ ایک مکمل شئی بھی ہے اور انجن کا جز بھی ہے
اوسیطرح وہان ہر شئی اپنی جگہہ پر مکمل بھی ہے اور نظام عالم کا ایک پرزہ بھی ہے علی ہذا القیاس
عالم کبیر مین جسقدر چیزین ہین وہ سب انسان مین بھی موجود ہین مشکل اور بڑی چیزین جو تھین
وہ ظاہر کردی گئین ادنی ادنی اشیا بھی معمولی طور سے معلوم ہوسکتی ہین اور چونکہ انسان مین
سب کچھہ ہے اسلیے وہ سب کچھہ کرسکتا ہے بشرطیکہ اپنے تمام پرزون اور مادونکو اپنی جگہہ پر
صرف کرے اور اگر بیجا اور بے محل صرف کریگا تو اوسکی مثال ایسی ہوگی کہ جیسے انجن بجائے اسکے
کہ انسان و حیوان اور ضروریات انسانی کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ جہان ضرورت ہو لیجائی
مگر ایسا نکرے بلکہ اوس انجن کو صرف کوڑا کرکٹ اوٹھانیکے لیے وقف کردے اور آدمی اپنا اپنا
سامان اپنے سر پر اوٹھا اوٹھاکے ہزارون کوس کی منزلین طی کرین غرضکہ جب انسان اپنی تمام
جزئیات و کلیات کو پہچان لیگا تو اون قوتون کو دیکھے گا جو کہ اوسمین قدرتًا موجود ہین اور پھر
ان سب اجزا کے ذریعہ سے اوسکی رسائی اوس ذات تک ہوجائیگی جسنے خود اوسکو اور تمام عالم
کبیر کو بنایا ہے اور یہ رسائی ذہنی صرف خیالی نہو کیونکہ اگر خیالی ہوئی اور مشاہدہ نہوا مثلاً ہمنے
جو کچھہ لکھا ہے اوسپر یقین کرلے اور بالذات مشاہدہ نکرے تو یہ یقین علم الیقین ہوگا عین الیقین
ہرگز نہوگا عین الیقین اوسوقت ہوگا جبکہ اپنی آنکھہ سے اپنے تمام اجزا و قوی کو مشاہدہ کرتا جائیگا
اور اسکی ترتیب اوسیطرح ہوگی جسطرح اوسکی قوت مشاہدہ اور تحقیق حقائق مراتب طی کریگی اور اوسکا
سلسلہ یہ ہو کہ اول ظاہر کا مشاہدہ ہوگا ظاہری آنکھہ سے اور پھر باطنی بصارت سے باطن کا اسیطرح
بطون در بطون کا یہانتک کہ حقیقۃ الحقائق تک دیدہ دل کا نور نگاہ رسا ہوجائیگا اوسوقت
عین الیقین حق الیقین تک پہنچ جائیگا اور یہی عرفان کامل ہوگا اور مشاہدہ حقائق اوسوقت
نہین ہوسکتا جب تک روح کثافت سے پاک نہو یا یون کہا جائے کہ قلب کا آئینہ جبتک
غبار سے صاف نہو اور غبار آئنہ قلب یا کثافت روح جنکو روح یا قلب سے جدا کرنا چاہیے

نفس امارہ اور اوسکی تحریکات مین جسوقت یہ نفس امارہ جو کہ ایک حجاب ہے رفع ہو جائیگا
درمیان مین کوئی پردہ نرہیگا اور مشاہدہ شروع ہوگا جسقدر حجابات رفع ہوتے جائینگے
اوسیقدر مشاہدات آگے بڑھتے جائینگے یہانتک کہ مرتبہ عرفان مین داخل ہو جائیگا اور
اس حدیث کا یہی فلسفہ ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ بعض لوگون کا خیال ہی
کہ ہر ذرہ کی حقیقت سے واقف ہو جانیکے بعد عرفان حاصل ہو سکتا ہے مگر اصل بات یہ ہی
کہ اگر علم و معرفت ذرہ ہی مین محدود رہی تو عرفان بھی محدود ہوگا کامل نہوگا کیونکہ ذرہ یا کوئی
شئی جو سوا انسان کے ہے جامع صفات آلہی نہین ہے لہذا سوای انسان کے ہر چیز کا عرفان
عرفان ناقص ہوگا مگر انسان جب ملہنے آپکو پہچان لیگا تو عارف کامل ہوگا کیونکہ یہ علم معرفت
تفصیلی و کلی ہے جزئی نہین اور دوسری چیزون کا علم جامع نہونیکی وجہ سے کلی اور تفصیلی نہین
اور حدیث شریف مین لفظ من جو زیادہ ہے تو یہ ہمیشہ صاحب نفس کے لیے زیادہ تر استعمال
کیا جاتا ہے اور غیر ذوی العقول کیواسطے ناصح اور اس حدیث کی شرح سے صاف ظاہر ہے
کہ اسکا اشارہ انسان ہی کیطرف ہے نہ کہ دیگر حیوانات کی جانب آپ مین مکرر اس بات کو ظاہر
کرتا ہون کہ عرفان محض خیالی یا ذہن رسائی نہین ہوتا اگر ایسا ہو تو اوسکو علم کہین گے
عرفان نہ کہین گے اور علم و عرفان مین بہت بڑا فرق ہے وہی فرق ہے جو کہ علم الیقین اور
حق الیقین مثلاً انسان عالم و عاقل یہ جانتا ہے کہ انسان کے تمام کام دماغی قوتون پر موقوف
ہین مگر یہ جاننا عرفان کے لیے کافی نہین ہے بلکہ اول بچشم خود اون قوتون کو اپنے دماغ مین
سب حرکتین کرتے دیکھے اور پھر اپنے اس عینی معلومات کے موافق اونسے کام بھی لے اوسوقت
یہ یقین کہ دماغ کام کرتا ہے حق الیقین ہو جائیگا اور جبھی ان دماغی قوتون اور اوسکے مخزن کا
عرفان ہوگا تو یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص اپنے دماغ کے اندر کا حال بچشم خود نہین دیکھ سکتا بلکہ
جو چیزین مجسم ہین اونکو بھی دیکھنا محال ہے اسوجہ سے کہ آئینہ مین تو صرف حصہ ظاہری کا
عکس پڑتا ہے اور نہ تو دماغ کا اپنے اپریشن کر سکتا ہے اور نہ اپریشن سے باطنی اشیا

یعنی قوتین نظر آتی ہین مثلاً عقل و محبت وغیرہ کو کوئی شخص کسی طرح نہین دیکھ سکتا مگر جسکا آئینۂ
قلب خیالات غیر ضروری کے غبار سے صاف اور جسکی روح نفس امارہ پر غالب ہو وہ صرف
قوتون ہی کو نہین بلکہ سبکی حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے اور جبھی وہ عارف ہوسکتا ہے بغیر اسکے ممکن نہین
فصول گذشتہ مین ہم اصول و فروع تزکیۂ نفس و تصفیۂ لکھ چکے ہین اونہین کے موافق عملدرآمد
کرنیسے یہ مشاہدات رفتہ رفتہ حاصل ہوتے ہین بار بار لکھنے کی ضرورت نہین اب اسمقام
صرف اتنا کہنا اور ہے کہ اپنی ذات کا عرفان اسقدر مشکل ہے جسقدر خدا کا عرفان کیونکہ
صرف لفظون مین فرق ہے حاصل دونون کا ایک ہی ہے چنانچہ انسان اپنا عرفان کرلیتا ہے
تو اپنے کو بھول جاتا ہے اور نہ اوسکی ہستی رہتی ہے نہ وہ اپنی ہستی کو کچھ سمجھتا ہے تو جب
خود نرہا صرف ذات باقی رہی لامحالہ یہ عرفان اپنا نہوا بلکہ ذات کا ہوا اور اس عرفان کا راز
بھی یہی ہے کہ انسان مجموعۂ صفات ذات کا نام ہے اور ہمیشہ صفات کے ذریعہ سے
ذات کا عرفان ہوتا ہے تو اپنا عرفان درحقیقت دوسرے الفاظ مین یون ہے کہ صفات
الٰہی مین ذات کو تلاش کرنا جب صفات کے منازل سے سالک گذر کے ذات تک
پہونچ جائیگا تو ضرور ہے کہ صفات کی اہمیت بلکہ ہستی تک اوسکی نگاہ مین نرہیگی اور چونکہ
ہر چیز ظاہر مین صفت اور حقیقت مین زائد ہے یعنی ذات پر صفات زائد نہین بلکہ ذات
اعتبارات کی وجہ سے صفات کے قالب مین ہوتی ہے اور اوسوقت ذات و صفت کی حقیقت
تو نہین مگر اعتبارات کے باعث الفاظ بدل جاتے ہین تو تبدیل الفاظ اور اعتبارات کی
وقعت وہستی اونکی نگاہ مین کیا رہسکتی ہے جو کہ حقیقت کو پہونچ گیا ہو ہر ایک شئی کو عارف ذات
دیکھ رہا ہے اور وہی سمجھ رہا ہے اور غیر عارف صفت دیکھ رہا ہے اور صفت ہی کہہ رہا ہے
اسکی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک ربڑ کا سانپ دور سے دیکھنے والیکو سانپ معلوم ہورہا ہے
اور قریب والیکو بلکہ اوس شخص کو جسنے اپنے ہاتھ مین لیلیا ہے ربڑ معلوم ہوگا تو اہل قربت
یعنی واصل الی اللہ ہر شئی کو اوسطرح دیکھتے ہین جو وہ حقیقت مین ہے اور اہل ظاہر اسطرح جسطرح وہ ظاہر مین ہے

وصل
علامت عرفان

عارف کو عارف ہی پہچان سکتا ہے جسطرح انسان کو صرف انسان
ہی پہچان سکتا ہے کوئی حیوان یہ قدرت نہین رکھتا مثل مشہور ہے
کہ ولی را ولی می شناسد لیکن ہر ایک غیر عارف اگر عقل سلیم رکھتا ہو تو اسطرح پہچان سکتا ہے
کہ زیادہ دھوکا نہ کھائیگا اور وہ علامات جنکے ذریعہ سے عرفان ہوگا حسب ذیل ہین۔
تمام اصول تزکیۂ نفس وتصفیہ جس مین موجود ہون یا ایسا ہو کہ کسی ایک رکن مین اوسکو
ایسا انہماک ہو کہ دوسرے اصول کیطرف اوسکو زیادہ توجہ نہو سکے مگر خصوصیت کے ساتھ
تمام نفسانی افعال سے پرہیز رکھتا ہو اور انانیت سے بری ہو اور اوسکی مشیت اور مقصود
حصول دنیا نہو اور خلاف شریعت وہ امور جو بالاتفاق حرام ہین قطعاً نکرتا ہو غالباً عارف
ہوگا یا قریب اسکے ہوگا کہ عارف ہو جاوے افعال حرام مین سب سے بڑا فعل ایک تو زنا ہے
دوسرے کسی کا دل دکھانا ان دونون کا مرتکب جو شخص ہو وہ کبھی ادنی درجہ کا بھی دیندار
نہین ہوسکتا سلوک طریقت وحقیقت ومعرفت تو بہت دور ہے انہین سے اگر ایک کی
بھی کمی ہو تو قطعی حکم لگا دینا چاہیے کہ زمرۂ اہل اللہ سے نہین اور عارف کی شناخت یہ بھی ہے
کہ ان اوصاف کے علاوہ خود بخود دل اوسکی طرف کھنچے اور اوسکے پاس بیٹھنے اور اوسکی صحبت
اوٹھانے سے نیک کامون کیطرف ایک معجز نما طریقہ سے قلبی توجہ ہو جن بری باتونکا چھوٹنا
غیر ممکن معلوم ہو وہ خود بخود بدون کوشش ترک ہو جائین اور دل نہ چاہے اور جن اچھی
باتون پر باوجود کوشش کسی طرح توجہ نہوتی ہو خود بخود اونمین جی لگے مگر جو لوگ بدنفس
ہوتے ہین اونکو عارفون کی شناخت نہین ہوسکتی کیونکہ ہمیشہ نیک نفس جو کہ صاحب
عقل سلیم ہوتا ہے وصاحب فراست ہوتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ مومن ایک ایسی
فراست رکھتا ہے جو اوسے خدا کی طرف سے ملتی ہے درحقیقت عقل سلیم ایک عطیۂ الٰہی ہے
جسکو یہ نصیب ہو اوسکو ہر ایک امر کی شناخت ہوسکتی ہے خصوصاً عرفان کی علامت
عالم ظاہر مین کوئی نہین رکھتا اور ایسے لوگون کو نہین پہچان سکتا اور اسمین چند درچند وجوہ ہین

اول تو ہر شی عالم ظاہر ہے متعلق نہین دوسرے جو خصوصیات اہل اللہ کے ہین یعنی
کرامات و خرق عادات وغیرہ کو ساحرون اور شعبدون ہین جو خاص امور ہوتے ہین اونکی
ظاہری کرامات سے بہت مشابہ ہے لوگون کو اکثر دھوکہ ہوتا ہے دوسرے اکثر دنیا دارونے
عارفون کا لباس اور کلمات کو اختیار کیا ہے تاکہ لوگون سے اونکو نفع دنیوی پہونچے
اور یہ لوگ ایسی باتین اور حرکتین کرتے ہین جنکی وجہ سے غرضمندون کو دھوکا ہوتا ہے
مگر صاحبان عقل سلیم کبھی اونکے دھوکے مین نہین آتے اور وہ اندرونی باتون کو نہین اونکے
خیالات اور نیتون کو دیکھتے ہین اور اوسی سے پتہ لگاتے ہین یہ دنیا دار ہین یا حور و جنان
کے طالب ہین یا خدا سے عشق رکھتے ہین اور ہمیشہ انھین خیالات مین رہتے ہین اور نیت و خیال
ایک ایسی غالب چیز ہے کہ اہل نظر و عقلمندون سے پوشیدہ نہین رہتی کیونکہ جس شخص پر جو نیت
غالب ہوتی ہے وہ ہر ایک کام قریب قریب اوسی نیت سے کرتا ہے تو یہ کہانتک پوشیدہ
رہیگا لاکھ چھپائے کسی نہ کسی فعل سے ظاہر ہو ہی جاتا ہے اکثر تجربہ کارون نے دیکھا ہے کہ
بعض اہل اللہ اپنے آپکو چھپانے کے لیے وہ حرکات کرتے ہین جو شرع مین حرام نہین مگر طریقت مین
حرام ہین تاکہ لوگ انکو دنیا دار کہین بعض روپیہ پیسہ کا لالچ ظاہر کرتے ہین بعض یہ ظاہر
کرتے ہین کہ ہم شراب پیتے ہین بعض کوئی ایسا پیشہ اختیار کرتے ہین جسمین وہ پوشیدہ
رہتے ہین اور جو سگ دنیا اور گمراہ کر نیوالے ہین اونمین سے بعض تو رنگین لباس پہنتے ہین
بڑا لکٹھا ہاتھ مین بقول مولانا مصرع ع بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر * اور بعض اہل دنیا وہی
وہی حرکتین کرتے ہین جو اپنے آپکو پوشیدہ کرنے والے اہل اللہ کیا کرتے ہین ہر صورت
و دنیا دار ہو یا فقیر کسیکا خیال اور نیت زیادہ دیر تک پوشیدہ نہین رہسکتی تھوڑا غور اور تجربہ
کافی ہوتا ہے اور اصل تو یہ ہے کہ دنیا مین ہر صفات کے لباس مین تجلی ذاتی ظہور پذیر
ہوتی ہے محض تنزیہ کسی صفت مین نہین ہو سکتی اور نہ محض تشبیہ ان دونون کا جمع رہنا
لازم ہے ہر یہ ضرور ہے کہ کسی مین مرتبہ غالب ہے کسی مین تشبیہ جسکی وجہ سے کوئی حکم مشہور ہو جاتا ہے

کوئی شہرۂ آفاق ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تشبیہ و تنزیہ مین اختلاف ہوتا ہے مثلاً
بعض لوگ فقیر کامل مشہور ہین اور در اصل وہ شیطان ہین اور بعض دنیادار مشہور ہین مگر
حقیقت مین وہ کامل ہین لیکن یہ شہرت کسی عوام مین ہوتی ہے خواص اونکی اصلیت سے
واقف ہو جاتے ہین کیونکہ ہر ایک ذات منزہ کبھی نہ کبھی تشبیہ مین ضرور متجلی ہوتی ہے خواہ
وہ تشبیہ خواص ہی کے لیے مخصوص ہو اور اکثر تشبیہ منزہ یعنی فنا ہو جاتی ہے مگر یہ تشبیہ
جمالی ہوتی ہے تشبیہ جلالی کبھی فنا نہین ہوتی اور تنزیہ سے نہین بدلتی تفصیل اس اجمال کی
یہ ہو کہ جو شخص عوام مین کامل مشہور ہو اور خواص مین ناقص تو آخر کار وہ عوام مین بھی ناقص ہی
مشہور ہو جائیگا خواہ مرنے ہی کے بعد کیون نہو اور جو فقیر کامل اپنے کو پوشیدہ رکھتا ہے عوام
اوسکو دنیادار یا گنہگار سمجھتے ہین وہ ایک زمانہ کے بعد ضرور کامل مشہور ہو جائیگا مگر یہ شہرت
جمالی ہے اسکو تغیر و زوال کیطرف نہوگا ایک مقولہ مستند یہ ہو کہ انچہ ہستی بنا و رنہ نماند مدت
کوئی شخص جو درحقیقت کامل ہو وہ جب مشہور ہو جاتا ہے تو روز بروز اوسکی شہرت زیادہ ہی
ہوتی جاتی ہے کیونکہ اگر پھر وہ منزہ ہو تو یہ ایک ظاہری زوال ہی مگر تجلی جمالی کسی زوال کی مقتضی
نہین بلکہ ہمیشہ عروج کیطرف مائل رہیگی۔

غرض یہ ہے کہ ان سب پہلوؤن پر عقل سلیم رکھنے والے شخص کو غور کرکے دیکھنا چاہیے اور
کرامات و خرق عادات کوئی چیز نہین شعبدہ و سحر اور استدراج اور کرامت و معجزہ
ان سبکی ظاہری صورت ایک ہی ہے صرف اوس شخص کے حالات باطنی معلوم کرنا چاہیے
جس سے خرق عادات سرزد ہوتے ہون اوسیوقت یہ بھی معلوم ہو سکیگا کہ یہ معجزہ ہے
یا کرامت ہے یا شعبدہ ہے۔ ظاہر ہو کہ جو شخص اپنے آپکو فقیر بتاتا ہو اور صاحب خرق
عادات ہو لیکن در اصل فقیر نہو تو وہ جھوٹا ہے اور بکثرت اوسکو جھوٹ کی عادت ہوتی ہو
صرف یہی ایک فعل ایسا ہے کہ پوشیدہ نہین رہسکتا جھوٹا آدمی آخرکار جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے
چنانچہ فقرا اپنے آپکو چھپانے کی غرض سے جو دروغگوئی کرتے ہین اونکا دروغ بھی کھلجاتا ہے

اب رہا یہ امر کہ وہ خلاف شرع خصوصاً کذب کے جو کہ حرام مطلق ہے کیون عادی ہوتے ہین
اور کسطرح زمرۂ اہل اللہ مین شمار اونکا ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی ایک گناہ سے
چند گناہ بڑے ہوتے ہون تو ایک گناہ کو اختیار کرنا پڑتا ہے اور اسیکو دروغ مصلحت آمیز
کہتے ہین اگر اس سے بہت فسادات اور نقائص پیدا ہوتے ہون تو اس دروغ کو اختیار کرنا
پڑتا ہے لیکن جو لوگ کمال عالی ظرف ہین اونکو اپنے عرفان کے اظہار سے کسی طرح کا روحانی
نقصان نہین ہوتا اونکو پوشیدہ کرنیکی ضرورت نہین اور انھین ایسا جھوٹ بولنا جائز
بھی نہین جیسے سوال کرنا حرام ہے مگر جب سوال نہ کرنے سے نقص لازم ہو کہ اور افعال حرام
ہونگے تو سوال کرنا حرام نہین رہتا مگر زنا وغیرہ کی حالت مین جائز نہین خواہ اوسکو پوشیدہ
کرنے کی ضرورت کیسی ہی ہو بہ نسبت اور افعال حرام کے زنا مین ایک شیطانی خصوصیت
ایسی ہے کہ تمام عمر کی عبادت کا سارا اثر ایک مرتبہ زنا کرنے سے باطل ہو جاتا ہے اتنا نقص
کسی اور فعل حرام سے نہین ہوتا اور اسکے بعد ظلم ہے اگر ایک شخص پر ظلم کیا جائے صرف ایکمرتبہ
تو جب تک وہ دل سے معاف نکرے تمام عمر اوسکا اثر زائل نہین ہو سکتا عبادت مین کوئی
تاثیر نہو گی اور ظلم مین صرف مار پیٹ نہین داخل ہے بلکہ اگر نا جائز ذریعہ معاش کا ہے تو
وہ بھی ظلم ہے چوری کر کے کسی کا مال لیلینا دھوکا دیکر یا زبردستی یا کسی طرح کی بدنیتی سے مثل رشوت
وغیرہ کے یہ سب ظلم ہے اگر اس ظلم کا طعام شکم مین جاتا ہے تو یہ ایک سخت حجاب ہے عبادت مین
کوئی اثر نہو گا تو ایسا شخص خواہ کتنی ہی عبادت دل و جان سے کرتا ہو جب بھی عارف کامل نہو سکیگا

فصل
حالت عرفان

عرفان کی حالتین حقیقۃً تو سب ایک ہی ہین مگر صورۃً فرق ہوتا ہے
کوئی عارف تو کسی چیز مین ذات اقدس کا مشاہدہ کرتا ہے اور کوئی
کسی مین مثلاً بعض فقرا کو لوگون نے حسن پرست دیکھا ہو گا درحقیقت وہ حسن کی صورت مین
درحقیقت کا مشاہدہ کرتے ہین اور اسی سے اونکو زیادہ دلچسپی ہے چنانچہ حضرت شیخ سعدی
علیہ الرحمۃ کے واقعات حسن پرستی کے مشہور ہین کہ وہ اکثر حسین آدمی کو پیار کر لیا کرتے تھے

مگر عورتین مستثنیٰ کردی جاتی تھین ایک اور شخص نے جو کہ دنیادار تھا یہی طریقہ اونکی
دیکھا دیکھی اختیار کیا شیخ سعدی رح نے ایک مرتبہ اوسکے سامنے ایک لوہے کے ٹکڑے کو
جو کہ آگ مین سرخ ہو گیا تھا اوسی بے تکلفی سے پیار کر لیا اوسوقت سے اوسکو تنبیہ ہو گئی بات
یہ تھی کہ وہ ذات اقدس کا معائنہ ہر آینہ مین کر سکتے تھے اور ذات کو اونکی طرف توجہ
تھی اس نسبت اور تعلق کی حالت مین صفات یعنی ظواہر سے تعلق نہین رہتا ورنہ رویت
ظواہر کا اثر اوسپر مترتب ہوتا ہے اسلیے وہ جل نہین سکتے تھے کیونکہ ورزش اوسکی عالم ظاہر سے
متعلق تھی اور اونکو نسبت و رابطہ اوسکے باطن سے تھا بعض عارف گل و بلبل مین
بعض شمع و پروانہ اور علی ہذا مختلف اشیا مین مشاہدہ کرنے کے عادی ہوتے ہین اور یہ
ایک مناسبت طبیعی ہے جسکو جس سے دلچسپی ہو جائے مگر اکمل الکاملین جو لوگ ہین اونکو
ہر ایک شئی یکسان ہے کسی ایک چیز سے مناسبت نہین بلکہ تمام اشیاء جمالی سے یکسان
مناسبت ہے اور اونکی نظر مشاہدہ مثل آفتاب کے روشن ہوتی ہے چنانچہ سید عارفونکے
سردار بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضہ کا فرمان ہی کہ مین جس شئے کو
دیکھتا ہون اوس سے قبل خدا کو دیکھ لیتا ہون اس سے یہ ظاہر ہے کہ اونکی نظر ہر چیز کے
ملاحظہ کے وقت اول باطن پر پڑتی ہے اوسکے بعد ظاہر پر۔ اور حضرت علی رضہ کا مقولہ ہی
کہ وہ خدا کو اپنے ہمراہ چلتا ہوا اور اپنے ساتھ دیکھتا ہوا اور سنتا ہوا وغیرہ وغیرہ دیکھتے ہین
اور وہ بھی اکمل ہے جو اپنے آپ مین مشاہدہ کرے اور یہ معائنہ ایک جامعیت کے ساتھ
ہوگا اوس شخص کے برابر نہین جو ہر چیز مین یکسان طور پر ذات حقیقت کا مشاہدہ کرے مگر او
تمام اقسام عارفین سے بہتر ہی اور حقیقۃً سب ایک ہین کیونکہ جسکی نظر حقیقت تک رسا ہی
اوسکو ہر ایک شئی کے معائنہ مین وہی کیفیت ہوتی ہی اور ہر ایک ذرے کے دیکھنے سے اوسکو
دیدار حقیقی حاصل ہوتا ہے اور اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ بدون مجاز کے حقیقت کی طرف رسائی
ہو گئی ہے اور شاذ و نادر ایسا بھی شنیدہ ہی کہ بدون ظاہر کے باطن کا مشاہدہ ہو بلکہ جب تقضا مین

کسی نورکا بحالت مراقبہ مشاہدہ ہو تو وہ نور اگرچہ قالب مین ہو یعنی ظاہر و باطن دونون موجود
ہین مگر ظاہر وہان نہین ہے صرف حقیقت ہی اور یہ حقیقت ظاہر ہی اور حقیقۃ الحقائق اوسکا
باطن ہی بخلاف اسکے کہ اگر وہ نور تجلی رحمانی نہوتا بلکہ شیطانی ہوتا جو کہ دھوکا دینے کے لیے
دکھایا جاتا ہے تو وہ نور ظاہری ہوتا اور اوس نور ظاہری مین حقیقت ہوتی اور اوسکو حقیقت کے
باطن مین حقیقۃ الحقائق اور گویا یہ ایک ایسی صورت ہے حسن مین ایک حجاب زائد ہی جو کہ جلالی
ہی اور اس جلالی کو جمالی سمجھنا یہی دھوکا کھانا ہے ورنہ اور کوئی فرق باطن در باطن مین نہین ہوتا
حقیقۃ الحقائق سب مین یکسان ہے اگرچہ حجاب سب مین ہوتا ہے بغیر حجاب کے نور نہین ہوسکتا
مگر حجاب جلالی کو حجاب جمالی نہ سمجھنا چاہیے اور حجاب جمالی کو جلالی نہ خیال کرنا چاہیے یہی
گمراہی ہے اور اسیکو التباس حق و باطل کہتے ہین **مصرع** حق مین جو ظاہر ہی پوشیدہ وہی باطل ہی
مشرک جو بتون کو پوجتے ہین اونپر یہ الزام ہے کہ وہ حقیقت کے منکر ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ مجاز
حقیقت ہے حالانکہ وہ مجاز ہے اور اوسمین پوشیدہ حقیقت ہے اسکو جہالت اور کفر کہتے ہین
لیکن جو لوگ ان صفات مذمومہ سے بری ہین اونکو اس حقیقت و مجاز کے فرق سے اور ظاہر
و باطن کے فرق سے اطلاع رہتی ہے مثلاً یہ کہ کعبۃ اللہ کو وہ مسجود حقیقی باعتبار تعمیر نہین سمجھتے ہین
اور سنگ اسود کو وہ باعتبار مجاز کے ایسا نہین خیال کرتے ہین کہ وہ بوسہ دیا جائے چنانچہ
حضرت عمر رض نے اسی نصیحت کے واسطے بوسہ دیکر فرمایا کہ اے حجر اسود یہ نہ خیال کرنا کہ
تجکو عمر بوسہ دیتا ہے مین صرف اسلیے بوسہ دیتا ہون کہ یہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بوسہ دیا ہے اس بات سے حضرت خلیفہ دوم نے مجاز کے شبہ کو رفع کر دیا گویا اونکا مقصود
اس سے یہ تھا کہ کوئی مجاز قابل پرستش یا عظمت نہین ہے اور جو شی قابل پرستش ہے اوسکی
حقیقت نہ کہ مجاز مثلاً اللہ معبود ہے لیکن اسکا مجاز الف لام اور ہ ہے تو یہ حروف ہرگز
معبود نہین ہین بلکہ وہ ذات اقدس معبود ہے جسکو اس لفظ سے تعبیر کیا ہے اور گو وہ لفظ سے
تعبیر نہین کیا جاسکتا مگر تعلیم بغیر اسکے ممکن نہ تھی ہر ایک چیز کسی لفظ سے بنائی جاتی ہے تو یہ غور کرلینا

چاہیے کہ ظاہر اور مجاز قابل پرستش نہین اور نہ جلال بلکہ باطن اور جمال اور حقیقت قابل پرستش ہے جس شخص کو اسمین شبہ ہو وہ بزرگون کے کلام اور قرآن و حدیث سے تعلیم لے اللہ کی حقیقت جو کلام مجید مین جا بجا ہے اوسکا منشا یہی ہے کہ کہین مجاز اللہ معبود نہو جائے بلکہ وہ ذات جسکا نام اللہ ہے اور جو رحمٰن و رحیم اور فلان فلان اوصاف رکھتا ہے غرضکہ جملہ صفات حمیدہ سے متصف ہے اب اس سے مجاز کی نفی ہو گئی کیونکہ لفظ اللہ کا مجاز اوسکے حروف ہین اور حروف یہ صفات ہرگز نہین رکھتے بلکہ لفظ اللہ کی حقیقت جو ذات ہے وہی یہ صفات رکھتی ہے تو خدا نے خود ہی تعلیم ایسی دی ہے جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ لفظ اللہ کے مجاز کو یہ قوت و عظمت حاصل نہین ہے کہ وہ پرستش کی جائے چہ جائیکہ اور تمام اشیا کے مجاز مگر جو لوگ گمراہ ہین وہ بصورت مجازی پرستش کرتے اور کراتے ہین چنانچہ جو لوگ خدائی کا دعوی کرتے ہین وہ مین اور فرعون مین کوئی فرق نہین ہے بلکہ فرعون کے خیالات مین تو کلام ہے بعض لوگونکا خیال ہے کہ فرعون اپنی جگہ پر اپنے ذہن مین یہ سمجھا تھا کہ وہ وہی خدا نہین ہے مگر نمرود کی بابت کسیکو کلام نہین ہے کہ وہ خدائی کا مدعی تھا تو یہ ظاہر ہے کہ وہ کافر تھا اور اب جو لوگ فقیری کے مدعی ہین وہ بھی یہی کہتے ہین کہ ہر چیز خدا ہے اور ہم بھی خدا ہین تو ان مین اور نمرود مین کوئی فرق نہین ہے دونون کا حشر ایک ہے مگر بخلاف اون لوگون کے جو کہ اپنی حقیقت کو دیکھتے ہین اور حقیقت سے بلکہ اوسکی طرف سے کہتے ہین وہ بالکل صحیح کہتے ہین جیسے کہ مولانا روم اور حضرت بابا فرید اور حضرت شیخ اکبر اور منصور وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین خلاصہ یہ ہے کہ عارفون کی بہت سی صورتین ہین اور گو وہ ظاہری صورت مین علٰحدہ علٰحدہ ہین مگر حقیقت مین تمام عارف ایک ہین البتہ اون سب کے مدارج مین فرق ہے چنانچہ جو مرتبہ عرفان مین بھی آپکو حاصل ہے وہ کسیکو نہین اور آپکے بعد عرفان صحابہ اربعہ کا علی ہذا درجہ بدرجہ ہر ایک عارف کو مرتبہ عرفان حاصل ہے اور اسی مرتبہ کے لحاظ سے ہر ایک کی بزرگی اور عظمت زیادہ ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ جسقدر صفات کو فنا کر چکا ہے اوسیقدر

ذات سے قربت رکھتا ہے یہانتک اکمل وہ ہے جو واصل ہوا اور پھر اسکے بعد کوئی درجہ
عرفان کا نہین اور یہ درجہ اکمل الکاملین کو ہر وقت حاصل ہے۔ اکثر فقرا ایسے ہین جو بظاہر
عارف کامل ہین مگر مرتبہ عرفان اونکا اللہ ہی جانتا ہے واللہ اعلم

فصل
اقسام عارفان

عارفون کے جسقدر اقسام ہین وہ سب گویا کاملین اور خاندان فقرا کے
اقسام ہین اور یہ تو ہم اوپر بیان کر آئے ہین کہ حقیقت مین تمام عارف
ایک ہی ہین مگر ظاہر مین آپس کے قواعد واصول ظاہری مین فرق ہے کیونکہ جس طریقے پر
جو چلا وہ ایک خاص طریقہ ہوگیا گو اصلیت سب کی ایک ہی مصرع مختلف ہین راستے
ہر چند منزل ایک ہے وہ جسطرح کسی منزل کے راستے بہت سے ہوسکتے ہین اوسیطرح
عارفون کے بھی بہت سے طریقے ہین ان راستون مین کوئی قریب کوئی بعید کوئی شاہراہ
کوئی پگڈنڈی ہے کسیکے اثنا مین دریا ہے کہین پہاڑ یعنی کہین جنگل میدان ہُو کا عالم ہے
کہین آبادی ہے غرضکہ مختلف کیفیتین تمام راستون کی ہین جسکو جو راہ مناسب معلوم ہوتی ہے
وہ اوس راہ سے جاتا ہے بہمہ وجوہ کوئی راہ ایسی بہتر نہین تھین کہ باقی تمام راہین اوس سے
برابر مین کم ہون اور جو راہین ایسی تھین کہ وہ بالکل ہی بدتر تھین اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے تشریف لاکے بندکر دیا اب وہ راستے رہگئے ہین جنہین تھوڑا تھوڑا سا فرق ہے کسی مین کوئی
خوبی ہے کسی مین کوئی مثلاً ایک راہ ایسی ہے کہ بالکل صاف اور سب سے زیادہ بے اندیشہ ہے مگر وہ
بعید بہت ہے اور ایک راہ ایسی ہے کہ وہ قریب ہے مگر خوفناک ہے جسکے پاس جس قسم کا سامان
ہوتا ہے اوسکی لیے وہی راستہ بہتر ہوتا ہے مثلاً جسکے پاس تمام خوفناک امور کے لیے معقول
انتظام ہے نہ رہزن اوسکو ضرر پہونچا سکتے ہین نہ درندے نہ دریا مین ڈوب سکتا ہے نہ
پہاڑ پر سے گر سکتا ہے اور نہ کانٹون مین اولجھ سکتا ہے نہ راستے کی پیچیدگیان اوسکو
بھلا سکتی ہین وہ ضرور ہے کہ قریب کے راستے پر جائے اور بہت جلد منزل کو پہونچ جائیگا
کیونکہ اوسکو دور جانے کی کوئی وجہ نہین۔ مگر جن لوگون کے پاس ان سب امور کا معقول

استقامت نہین اونکو لازم ہے کہ بالکل سیدھی راہ اختیار کرین جسمین یہ سب اندیشے نہین اور
وہ راہ یہی ہے کہ شریعت کی سیدھی راہ پر چلے جائین اسمین کوئی نقص و اندیشہ نہین شریعت کا
رہرو کبھی بھٹک نہین سکتا اور جو بھٹکیگا وہ ضرور ہے کہ کسی نہ کسی امر مین شریعت کے
خلاف ہوگا چنانچہ جابجا احادیث و کلام خدا مین صاف صاف موجود ہے کہ کلام خدا
اور عبادت سے وہی گمراہ ہوسکتا ہے جو فاسق ہے تو اہل فسق کب شریعت کے پیرو
ہوسکتے ہین بات یہ ہے کہ جو شخص اعمال زشت کرتے ہین اوسکی عقل ناقص ہوجاتی ہے
لہذا وہ اکثر غلط سمجھتے ہین اور مفہوم اصلی کلام خدا و رسول کا اونکی ذہن مین نہین آسکتا
یہی وجہ ہے کہ لوگ گمراہ ہوجاتے ہین اور عقل کی کمی و زیادتی اسی فسق اور خیر پر منحصر ہے
جو شخص کہ ہمیشہ اخلاق الٰہی اور عبادت الٰہی سے متعلق رہیگا اونکی عقل ہمیشہ زیادہ ہوتی
جائیگی چنانچہ خدای تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا و ما یضل بہ
الا الفاسقین اس آیہ سے یہ ظاہر ہے کہ جو کچھ اوپر بیان کیا گیا تو اسیطرح تمام
طریقے مختلف ہین جسقدر طریقے ہین اوسیقدر اقسام عارفون کے لیے ظاہر ہوسکتے ہین
اور اونکا ذکر اہل طریقت کے اقسام مین آچکا ہے یہان مکرر لکھنے کی ضرورت نہین مگر یہان
صرف اسقدر لکھنا کافی ہے کہ کسی شخص کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اقسام کے اعتبار سے اہل طریقت
و معرفت جو علیحدہ علیحدہ ہین اونکے اختلاف سے یہ لازم نہین کہ وہ حقیقتاً جدا جدا ہون کیونکہ
منزل تو سبکی ایک ہی ہے راستون کی علیحدگی کوئی مضائقہ نہین اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام راستون مین رہنما ہین یا یون کہیے کہ ان سب راستون کے
آگے ایک مقام ایسا ہے جہان سب مسافر یکجا ہوجاتے ہین اور وہ ان راستون کے بعد
لگے ہے بلکہ یون کہنا چاہیے کہ طریقت جبتک نہ ختم ہو اوسوقت تک راستون مین اختلاف
رہتا ہے لیکن جہان سے حقیقت کی منزل شروع ہوتی ہے وہان سب مسافر یکجا ہوجاتے ہین
اور وہ ایک میدان وسیع ہے کوئی اوسمین بہت آگے ہے اور کوئی پیچھے اور اوس میدان کا

عرض اسقدر ہے کہ ہر ایک مسافر اپنے دہنے اور بائین طرف ہمسفر تکو بمشکل دیکھ سکتا ہی
حالانکہ وہ اوسکے بالکل برابر ہین پاس میدان ہین خاص رہنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
دست قدرت سے ہوتی ہے اگر کوئی چاہے کہ اونکے سایہ سے بچ کے نکلجائے تو وہ اس
میدان حقیقت سے خارج ہوگا وہ کوئی اور ہی مقام ہوگا جہان آپ رہنما ہون گے اور
یقینا وہ گمراہی کا میدان ہے کیونکہ ان تمام راستون کے بعد یعنی طریقت کے ختم ہونے پر
جو منزل ملتی ہے وہ حقیقت کی ہے اور حقیقت کی منزل پر وہی پہونچیگا جو کہ طریقت کے
تمام راہون مین سے کسی ایک راہ پر چلکر آیا ہو اور ان سب طریقون مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ہر جگہ موجود ہین لیکن جو راستے ان طریق کے خلاف ہین اونمین نہ آنحضرت رہنما ہین
نہ وہ منزل مقصود کو پہونچ سکتا ہے تو اسیواسطے کہا ہے ؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید ہ گویا یہ شناخت ہوگی کہ جس راہ مین مسافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے تعلق نرکھے وہ راہ گمراہی کی ہے حقیقت سے اوسکو بہت دوری ہے مگر بعض راستے
ایسے ہین کہ اونمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر شریک ہین اور بعض مین بہ باطن موجود ہین
مثلاً قادری اور نقشبندی وغیرہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ظاہری ہی ہے اور
فرقہ چشتیہ و ملامتیہ وغیرہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باطناً شریک ہین اور ظاہر یا باطن
موجود ہونے کے یہ معنی ہین کہ بطور تغلیب ایک نسبت کے ظہور نے دوسرے نسبت کو مخفی
کر دیا ہے ورنہ ظاہر کا بے باطن کے اور باطن کا بغیر ظاہر کے پایا جانا محال ہے پس ہر طریقہ
بوسیلۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موصل الی اللہ ہے کوئی کسی طرح سے کوئی کسی طرح سے
الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق کے یہی معنی ہین یہان پر ایک شبہ وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے
اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایک طریقہ دوسرے طریقے کے بظاہر مخالف معلوم ہوتا ہے تو دیکھنے والے کو
حیرت ہوتی ہے کہ انمین سے کسکو وہ اختیار کرے کیونکہ یا ایک حق ہوگا یا دوسرا تو اسکا جواب
یہ ہے کہ حقیقت سے کوئی طریقہ باہر نہین ہے اگرچہ راہین مختلف ہین مگر سب کا منتہی ایک جگہ

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اور ایک دوسری جگہ ہے واللہ علی کل شئی محیط اسکو
مثال مین یون سمجھنا چاہیے کہ کچھ مسافر ہین جو چاروں جہات مین پھیلے ہوے ہین اور انکا
گھر ایک ہی شہر مین ہے اور وہ سب اس سفر سے اپنے گھر کو آنا چاہتے ہین پس کوئی پورب کے
سمت سے کوئی پچھم کی جانب سے کوئی اُتر رخ سے اور کوئی دکھن کیطرف سے تو اگرچہ اون سب کے
رخ مختلف ہین مگر وہ سب اوسی شہر مین پہونچین گے جہان اونکا گھر ہے۔ لہذا جسقدر اختلافات
طرق ہین وہ سب ایک ہی مقام کو پہونچین گے لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ جسطرف انسان جائیگا
وہین پہونچے گا ایک طرح سے یہ غلط ہے کیونکہ پہونچیگا تو ضرور اوسکے پاس مگر کوئی اوسکی
رضا کی منزل پر پہونچیگا اور کوئی اوسکی نارضامندی کی منزل پر ظاہر ہے یہ کوئی مقصود اپنا
نہین کہتا کہ ناخوشی کے قریب پہونچے تو ایسا نہین کہ جو شخص جدھر سے اوٹھا کے چل کھڑا ہو
وہ اوس تک پہونچے بلکہ جسکا مکان شرق کیجانب ہو وہ اگر مغرب کی طرف روانہ ہوگا تو اپنی
منزل سے دور ہو جائیگا۔ ہر دو مثالین مکرر اسلیے پیش کی ہین کہ اگر اوس مرتبہ سمجھ مین نہ آیا ہو
تو اب سمجھ جائے اور اگر اب بھی نہ سمجھے تو اوس سے خدا سمجھے یا وہ خدا کو سمجھے ۔

فصل
منتہاے عرفان

عرفان کا منتہا تو کچھ نہین ہے کیونکہ یہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے
اسکا ایک کنارہ تو غیر ممکن ہے کہ وہ معرفت ناقصہ کے بعد
حاصل ہوتا ہے مگر دوسرا کنارہ اس کا نہین ہے کہین اسکا خاتمہ نہین صرف اسقدر
سمجھ لینا چاہیے کہ جو شخص بحر حقیقت مین غرق ہے وہ واصل الی اللہ ہوا اور جو واصل ہی
اوسکو نہایت و بدایت نہین ہے اور اب اوسکو کہین جانا بھی نہین ہے لہذا اتنا ہی سمجھ لینا
کافی ہے کہ حقیقت کے بعد کوئی درجہ نہین اب جو اہل حقیقت ہین وہ عارف کامل ہین
اور یہ درجہ عرفان وہ ہے جسکے بعد کوئی مرتبہ عرفان کا نہین ہے۔

اس مقام پر ایک ضروری بات عرفان و حقیقت کی بیان کرنا لازم ہے وہ یہ کہ
اہل تصوف نے ان مسائل سلوک کے یہ درجات جو قائم کیے ہین اونکو عرفاً اصطلاح سے

کہ اول شریعت بعدہ طریقت پھر معرفت پھر حقیقت اس ترتیب مین اونھون نے معرفت سے
مراد معرفت ناقص لی ہے یعنی وہ معرفت جو کہ بدون علم حقیقت کے حاصل ہوا وسکے بعد
حقیقت ہے کہ جب حقیقت کا علم ہو تو اوسکی کوئی انتہا نہین ہے مگر اس عاجز نے معرفت سے
مراد معرفت کامل لی ہے اور یہ وہ معرفت ہے جو کہ بعد علم حقیقت کے حاصل ہو اسلیے اسکا
درجہ بعد حقیقت مین نے رکھا ہے اگرچہ یہ ترتیب قریب قریب جمہور صوفیہ کے خلاف ہے
مگر اصل یہ ہے کہ اگر معرفت سے مراد معرفت کامل لیجائے تو وہ معرفت کسی منزل سے نیچی
نہین ہوسکتی اسی مجبوری نے مجکو اس ترتیب کیلیے مجبور کیا اب مین اس کتاب کو
ختم کرتا ہون اور یہ کتاب مین نے صرف اسی لیے لکھی ہے کہ

خاتمہ

اہل اسلام کو اسطرف بھی توجہ ہو کہ اصلی مقصود شریعت کا کیا ہے محض ظاہر شریعت سے
تعلق رکھنا کچھ کام نہ آئیگا اور اگر باطنی توجہ اس جانب ہوگی تو وہ تمام مقاصد حل ہوجاینگے
جنکی ضرورت آج تمام اہل اسلام کو ہے اور جنکے ترک ہو جانیسے اسلام زوال پذیر ہے
عام لوگون نے شریعت کی طرف سے اپنے خیال کو جدا کر لیا ہے اور صرف کھانے کمانے کو
اپنا منزل مقصود ٹھیرا لیا ہے اور جو لوگ اہل علم ہین اونھون نے صرف ظاہری علوم پر
اکتفا کی ہے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ کسی طرح کی قوت بغیر باطنی قوتون کی مدد کے حاصل
نہین ہوسکتی جن لوگون کو تصوف کا شوق ہے انکو غالبًا اس کتاب سے فائدہ پہونچیگا
اور جو لوگ اسکے فوائد سے ناواقف ہین انشاء اللہ تعالی اونکو واقفیت ہوگی اور
اس کتاب سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ جھوٹے صوفی بنگئے ہین اور باطن ہین
شیطان ہین اونکی شناخت اسکے ذریعہ سے ضرور ہو جائیگی امید ہے کہ اس کتاب کے
مطالعہ کے بعد پھر کوئی شخص ایسے جھوٹے فقیرون سے دھوکا نہ کھائیگا اور یہ بھی
یاد رکھنا چاہیے کہ جو شخص محض ظاہر پرست ہے وہ خدا کے خلاف ہے اور گویا

اوسکے مقصود کو فوت کر دینا چاہتا ہے اوسکی دنیا اور دین دونون مین خرابی سے کیونکہ حدیث
احببت ان اعرف سے خداوند تعالی کو خاص مقصود اپنا عرفان ہے اور اگر ہمنے عرفان کی
کوشش نہ کی توگویا اوسکے پیرو نہوے اگرچہ خدای تعالی کی نسبت یہ ضرور ہے کہ
ان اللہ غنی عن العالمین مگر کسی کا اوس سے ناواقف رہنا ایسا ہے جیسا کہ غلام اپنے
مالک کو پہچانتا نہو یہ دائرۂ عبودیت سے خارج ہے کہ اپنے معبود کا عارف نہو ہر شخص کو اپنے
حسب حیثیت خدا کا عرفان حاصل کرنا چاہیے اور اس سے ہمارا یہ مطلب نہین کہ عرفان کا
حصول اسطرح کیا جائے کہ تمام دنیا و ما فیہا ترک کر دیجائے کیونکہ آپکی ممانعت ہے لا رہبانیۃ
فی الاسلام مگر اوسکی طرف سے بالکل غافل اور ناواقف محض رہنا خدا سے مخالف ہو جانا ہے
بعدازین خدا سے دعا کرتا ہون کہ وہ میرے ان تمام مقاصد مین مجکو کامیاب کرے اور اپنے
کلام اور اپنے حبیب کے صدقے مین میری اس کتاب کو مقبول کرے اہل تصوف سے آخرین
میری یہ گذارش ہے کہ کچھ امور مین نے عمدًا اور مصلحتًا خفا مین رکھے ہین کیونکہ مبتدی کیلیے اوسکا علم
حجاب الاکبر ہو جائیگا اور اسکا علم ہمیشہ مضر ثابت ہوا ہے لیکن آیندہ جو کچھ لکھونگا اوسمین ضرور
اس سے زیادہ وضاحت ہو جائیگی اسیطرح امید ہے کہ تمام حقائق جو کہ صرف میرے ناقص علم مین
ہین اور جنکا بیان ممکن ہے انشاء اللہ تعالی قلمبند ہو جائینگے اگر کسی شخص کو اس کتاب مین کوئی
نقص معلوم ہو تو اوسکی پردہ پوشی فرمائین کیونکہ مین اس مرتبہ کا شخص نہین ہون کہ جو کچھ لکھون وہ
صحیح ہو میری غلطی اپنی صفات کریمانہ اور اخلاق کی وجہ سے معاف فرمائین اور جن صاحب کی سمجھ مین
کوئی بات نہ آئے تو وہ مجکو تحریر فرمائین انشاء اللہ تعالی اونکی تشفی ہو جائیگی والسلام علی من اتبع الہدی

اعلان واضح ہو کہ کتاب لاجواب اسرار حقیقت معروف بہ بوستان معرفت مصنفہ مولانا ابو العلا سید محمد احمد صاحب
ناطق واسطے شائقین تصوف کے حاجت سے چھپائی و حق تصنیف بھی مصنف سے خرید لیا ہے لہذا اطلاع دیجاتی ہے
اگر کوئی تاجر یا صاحب مطبع اسکے چھاپنے یا چھپوانے کا قصد کرینگے ہم قدر نقصان کے مطالب ہون ماجور مصنف پاینگے

ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ | المشتہر محمد حافظ خان تاجر کتب چوک لکھنؤ | ماہ نومبر ۱۹۱۲ء

کتب قابل دید و لایق خرید

جواہر التفاسیر یہ تفسیر زبان اردو مین لایق دید ہے اسمین تین پارہ اور تیرہ سورتون کی تفسیر ہے جنکی تفصیل یہ ہے پارہ الم۔ تفسیر سورۂ یوسف۔ سورۂ مریم۔ سورۂ یٰسین۔ سورۂ والصافات۔ سورۂ حٰم سجدہ۔ سورۂ دخان۔ سورۂ فتح۔ سورۂ نجم۔ سورۂ رحمٰن۔ سورۂ واقعہ۔ سورۂ جمعہ۔ سورۂ تغابن۔ سورۂ طلاق۔ پارۂ تبارک الذی۔ پارہ عم ۱۲؍

تفسیر سورۂ یوسف نثر معروف بہ حسن یوسف سورۂ یوسف کی تفسیر نظم مین بہت مرتبہ دیکھی گئی مگر نثر مین جسکی اشد ضرورت تھی اسوقت تک طبع نہوئی تھی اسلیے حال مین یہ تفسیر اردو نثر مین نہایت فصیح اور با موقع اشعار کے ساتھ چھپوائی گئی۔ ۸؍

کلید آخرت معروف بہ توشۂ جنت مصنفہ مولانا مولوی محمد حسین صاحب کاکوروی۔ اس کتاب مین مسائل شرعیہ اہلسنت جنکی ضرورت ہر شخص کو ہر وقت رہتی ہے کتب معتبرہ سے اقتباس کرکے یکجا لکھدیے ہین تاکہ ہر مسلمان فائدہ حاصل کر سکے قیمت ۴؍

انوار الایمان مصنفہ جناب مولوی خوب علی صاحب یہ کتاب دیکھنے مین مختصر ہے لیکن اسمین عمدہ مضامین بکار آمد مسائل نماز و روزہ و حج و زکوۃ و فضیلت تلاوت قرآن شریف فضائل درود شریف نہایت عمدہ طریقہ سے لکھے ہین ۳؍

راہ جنت مع احکام نماز و جماعت اس کتاب مین فضائل نماز و جماعت و ذکر الٰہی مع عبارات نظم و نثر اسطرح لکھے ہین کہ ہر خاص و عام اسکے مطالعہ سے خوش ہو جاتا ہے جو شخص اسپر عمل کرے تو ضرور مستحق جنت ہو جائے۔ قیمت ۳؍

سلطان اذکار فی مناقب غوث الابرار آجتک ایسی کتاب جامع کرامات حضرت غوث الاعظم حضرت محی الدین جیلانی قدس سرہ کی اردو مین تصنیف نہین ہوئی مصنفہ حضرت شاہ مولانا محمد علم الیقین صاحب کرسوی باوصف ان خوبیون کے قیمت صرف ۱۲؍

تنقیح الشہادتین معروف بہ تذکرۃ الحسنین عاشق اہلبیت نبوی جناب مولوی محمد عبد الغنی صاحب قادری اسمین پورا حال شہادت حضرت امام حسن و حسین سیدنا سید الشہدا مظلوم دشت کربلا تفصیل وار مع فضائل و مناقب حضرات مظلومین مع اعزا اور رفقا وغیرہ و تباہی گروہ اشقیا مفصل درج ہے۔ قیمت فی جلد .... ۱۲؍

مثنوی مظہر عشق اسمین قصے عاشقان خدا کے مثل حکایت الصالحین کے عمدہ طور سے نظم کیے ہین جسکے پڑھنے سے اللہ پاک کی محبت دلمین پیدا ہوتی ہے۔ یہ کتاب مقبول خاص و عام ہے قیمت فی جلد ۸؍

تحفۂ مقبول در فضائل رسول اس کتاب مین مصنف نے فضائل حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہایت عمدگی سے لکھے ہین اور وہ فضیلت انبیاے سابقین اور آپکی امت کو ملی ہے ۴؍

دیوان امانت معروف بہ خزائن الفصاحت

شاعران خوش تقریر و شائقان خوش تقدیر کی خدمت مین التماس ہے کہ دیوان امانت معروف بہ خزائن الفصاحت مصنفہ استاد موجد عبارت لفظی سید آغا حسن صاحب لکھنوی پہلے عاجز کے اہتمام سے طبع ہوا تھا شائقین کی قدر افزائی سے ہاتھون ہاتھ فروخت ہو گیا اکثر احباب نے طبع ثانی کے واسطے مجبور کیا لہذا اتباع نے بصرف زر کثیر نہایت صحت و عمدگی سے بار دیگر چھپوایا۔ قیمت فی جلد ۸؍

افضل المقال فی احوال اطبای ماضی والحال

اس مین الیوپیتھی و حال کی ابتدا و تاریخی حال مفصل طور سے بیان کیا ہے۔ اور عرق نکالنے کی ترکیب مع نقشہ و آلہ کے لکھدی ہے۔ کہ ہر خاص و عام نہایت آسانی سے عرق نکال سکتا ہے۔ قیمت فی جلد ۱۲؍

المشتہر۔ محمد حافظ خان خلف حافظ محمد عبد الستار خان تاجر کتب باتراہ چوک لکھنو

اعلان

چونکہ اس کتاب یعنی

بستان معرفت معروف بہ اسرار حقیقت

کے تالیف کرانے اور چھپوانے مین زرکثیر عاجز کا صرف ہوا ہی
اور آجتک ایسی کتاب اسم بامسمےٰ تصوف مین نہین چھپی ہی کہ جس سے
ہر شخص فائدہ اُٹھائے اور جسکو تھوڑی استعداد ہی وہ بھی درویش کامل بنجائے
اس کتاب مین چار باب ہین باب اول شریعت مین باب دوم طریقت مین
باب سوم حقیقت مین باب چہارم معرفت مین۔ بنظر رفاہ عام راقم نے اس
کتاب کو تالیف کرایا۔ لہذا بنظر احقاق حق و حفظ ما سبق کے اعلان
کیا جاتا ہی کہ کوئی صاحب اس کتاب کو کلاً یا جزاً بغیر اجازت
راقم کے نہ چھاپین بلکہ جسقدر نسخے مطلوب ہون
راقم سے طلب فرمائین قیمت فی جلد عم
مقرر کی گئی ہے

المشتہر
محمد حافظ خان تاجر کتب
چوک لکھنؤ